3/6
67

محدث

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

مدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

یکے از مطبوعات مجلس التحقیق الاسلامی لاہور ۱۶

ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ **مُحدّث** لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر : ۷۸۹۵ جلد : ۶ عدد : ۳-۴

رسولِ مقبول نمبر
(صلی اللہ علیہ وسلم)

حصّہ دوم

انتظامیہ
ناظم اعلیٰ
حافظ عبداللہ امرتسری
معتمد عمومی
حافظ عبدالوحید مدنی

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی
مدیر اعزازی
اختر راھی
معاون
مولانا عزیز زبیدی
خوشنویس وڈیزائنر
عبدالغفور، محمد سلیم کیلانی

دفاتر
مدیر اعلیٰ
۱۰۰-J ماڈل ٹاؤن لاہور
ٹیلیفون : ۸۹۷ ۳۵۲
شعبہ تقسیم وفروخت وغیرہ
گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ فون : ۳۵۴۲۵۰۰
ذیلی دفتر لاہور فون ۹۴۲۲۱۰ / ۴۴۸۷۳
حافظ عبدالوحید اینڈ برادرز چان گلی (رام گلی) ۵ لاہور
ذیلی دفتر کراچی فون ۲۲۲۸۵۵
ڈائمنڈ کارپوریشن، جیکب مارکیٹ بندر روڈ کراچی

نرخنامہ اشتہارات
فی صفحہ ۱۵۰/- روپے
ٹائیٹل کور صفحہ ۳۰۰/- روپے
نصف صفحہ ۱۰۰/- روپے
ورق ۲۰۰/- روپے

بدل اشتراک
زرِ سالانہ ۱۵/- روپے
فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ
مشرقِ اوسط : ۲ پونڈ
دیگر ممالک : ۳ پونڈ

رسول مقبول نمبر
قیمت ۹/-

مقامِ اشاعت
مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن
لاہور ۱۶

حافظ عبدالرحمن مدنی ناشر نے مکتبہ جدید پریس ۴۔ شارع فاطمہ جناح لاہور سے باہتمام رشید احمد چوہدری چھپوا کر گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

۱- حرف اول	اداریہ	۵
۲- نام نامی، اسم گرامی۔ محمدؐ، احمدؐ	پروفیسر منظور احسن عباسی	۱۰
۳- چہرۂ اقدسؐ	شیخ الحدیث مولانا نور محمد صاحب امینی	۱۲
۴- کچھ نہ تھا اور سب کچھ ہو گیا	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ	۱۸
۵- ذاتِ نبوت پر اعتراضات کا جائزہ	جناب عبدالحمید صدیقی/ محمد اقبال شائق	۲۲
۶- دعوتِ حق کے داعیٔ اعظمؐ	جناب آباد شاہ پوری	۲۸
۷- مدینہ میں اسلامی معاشرہ اور ریاست کی تشکیل	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	۴۹
۸- رسالت مآبؐ کی جنگی پالیسی اور دفاعی نقطۂ نظر	حافظ سلیم تابانی	۵۷
۹- وفودِ عرب بارگاہِ رسالتؐ میں	جناب طالب ہاشمی	۶۱
۱۰- انقلابِ عظیم (فتح مکہ)	مولانا عبدالماجد دریا بادی	۸۵
۱۱- رسولِ مقبولؐ میدانِ جہاد میں	محترمہ شہناز اختر صاحبہ	۹۰
۱۲- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظامِ حکومت	مولانا عزیز زبیدی	۱۰۵
۱۳- عظمتِ رسولؐ۔ قرآن کے آئینہ میں	مولانا عبدالرحمان کیلانی	۱۲۳
۱۴- اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مغربی لٹریچر میں	فلپ کے ہٹی/ جناب وحیدالدین خان	۱۳۴
۱۵- سیرتِ طیبہ کا ایک پہلو	چودھری عبدالحفیظ	۱۴۳
۱۶- سیرتِ طیبہ کے چند تابندہ نقوش	جناب بشیر انصاری	۱۵۸
۱۷- نقوشِ سیرت کا تقاضا	مولانا محمد خالد سیف	۱۶۶
۱۸- صحیح البخاری کے پہلے انگریزی مترجم سے ایک حاصلِ زیست ملاقاتؐ (انٹرویو) حافظ نذر احمد صاحب		۰
۱۹- مقامِ مصطفیٰؐ۔ اقبالؒ کی نظر میں	چودھری مظفر حسین صاحب	۱۸۱
۲۰- میں نے محسنِ انسانیتؐ کیوں لکھی؟	مولانا نعیم صدیقی	۱۹۸
۲۱- نعت (سرنامہ)	ادارہ	
۲۲- نذرانۂ عقیدت بارگاہِ رسالتؐ میں	مختلف شعراء	

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول مقبول نمبر (۲) کے شرکائے بزم

★ آباد شاہ پوری ـــ مدیر معاون ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور۔ مؤلف "پہاڑی کے چراغ"

★ ابوالاعلیٰ مودودی سید ـــ بانی جماعت اسلامی پاکستان و صاحب "تفہیم القرآن"

★ بشیر انصاری ـــ ایم۔اے (علوم اسلامی) ایم۔اے (اردو) مدیر "الاسلام" لاہور

★ جمیل احمد تھانوی مفتی ـــ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

★ سلیم تابانی حافظ ـــ معروف صحافی، سب ایڈیٹر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

★ شہناز اختر محترمہ ـــ ایم۔اے (اسلامیات، ایم۔اے (تاریخ)

★ طالب ہاشمی ـــ مشہور مورخ اور تذکرہ نگار۔ مؤلف "سیرت حضرت سعد بن ابی وقاص، سیرت حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہ۔

★ عبدالحفیظ چودھری ـــ صدر شعبہ علوم اسلامیہ انجینیرنگ یونیورسٹی۔ لاہور۔

★ عبدالحمید صدیقی ـــ مدیر ترجمان القرآن" لاہور، مترجم صحیح مسلم (انگریزی)۔ مؤلف "انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام"۔ THE LIFE OF MOHAMMAD

★ عبدالرحمٰن کیلانی مولانا ـــ مؤلف راہنمائے حجاج (مطبوعہ)، لغت مترادفات قرآن، اسلام کی معاشی تعلیمات (زیر طبع)

★ عبدالسلام مفتی ـــ مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی

★ عبدالماجد دریابادی ـــ مفسر قرآن، بلند پایہ ادیب، مدیر "صدق جدید" لکھنؤ

★ عزیز زبیدی ـــ معروف اہل قلم اور عالم دین

★ عصمت اللہ قلعوی ـــ اہل قلم اور عالم دین

★ فلپ۔ کے۔ حتی ـــ معروف مستشرق، تاریخ عرب پر سند، مؤلف HISTORY OF THE ARABS وغیرہ۔

★ ماہر القادری ـــ معروف نعت گو ادیب تبصرہ نگار، مدیر ماہنامہ "فاران" کراچی

★ محمد چراغ مولانا ـــ فاضل دیوبند، شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ، مؤلف "العرف الشذی" وغیرہ

★ محمد خالد سیف ـــ فاضل ادارہ علوم اثریہ۔ فائل پور، مرتب "کلام شاہ اسماعیل شہیدؒ" وغیرہ

★ محمد گوندلوی حافظ ـــ شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ۔ گوجرانوالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

★ مظفر حسین چودھری ـــــ ماہر اقبالیات، مدیر دو ماہی "اسلامی تعلیم" لاہور۔ ڈائریکٹر آل پاکستان ایجوکیشن کانگرس لاہور

★ مناظر احسن گیلانی مولانا ـــــ سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ۔ حیدر آباد، مؤلف "النبی الخاتم" "اسلامی معاشیات" "امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی" اور "اسلام کا نظامِ تعلیم و تربیت" وغیرہ

★ منظور احسن عباسی ـــــ ریٹائرڈ پروفیسر شعبہ فارسی اسلامیہ کالج۔ لاہور۔ مترجم "کتاب الفقہ"

★ نذیر احمد حافظ ـــــ سیکرٹری "مسلم اکادمی" لاہور۔ مؤلف "طب نبوی" وغیرہ

★ نعیم صدیقی مولانا ـــــ بلند پایہ ادیب، خوش فکر شاعر، سیرت نگار، مؤلف "محسنِ انسانیت" اور "معاشی ناہمواریوں کا اسلامی حل" وغیرہ

★ نور محمد امینی مولانا ـــــ صدر مدرس جامعہ امینیہ۔ فاربرٹن

● احسان دانش ۔ مردِ قلندر، قادر الکلام، شاعر، بلند پایہ ادیب، بیسیوں کتابوں کے مؤلف اور ہر کتاب قابلِ ذکر۔ آجکل "جہانِ دانش" کے نام سے اپنے سوانح کی دوسری جلد لکھ رہے ہیں۔

● حفیظ تائب ۔ مقبول و معروف نعت نگار، نعت میں جدید اسلوب کے بانی، شگفتہ زبان میں مہکتی ہوئی نعت کہتے ہیں

● خالد بزمی ۔ گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور میں لیکچرار، کئی درسی کتب کے مؤلف، نظم و نثر دونوں میں باکمال، کئی رسائل و جرائد کے مدیر رہ چکے ہیں

● راز کاشمیری :۔ (خواجہ عبدالمنان) ایم اے (اردو) ہیڈ ماسٹر ہیں، بچوں کے لئے نظموں کا ایک مجموعہ "جاگو اور جگاؤ" چھپ چکا ہے۔ غزلوں اور نعتوں کے مجموعے زیرِ ترتیب ہیں۔

● راسخ عرفانی گوجرانوالہ ۔ غزل کے عمدہ شاعر، مصنف "تغزل"، "خلشِ خار" وغیرہ ۔

● شفیق کوٹیؒ ۔ غزل کے شاعر، نعت بھی کہتے تھے "دیارِ غزل" کے نام سے مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے ۔

● عارف عبدالمتین :۔ ایم۔ اے۔ او کالج میں علوم اسلامی کے لیکچرار، نقاد اور شاعر، گہرا ہوا حول پر ان کا کلام پاکیزہ شاعری کی عمدہ مثال ہے کئی موقر رسائل کے مدیر رہ چکے ہیں۔ اور کلام کے کئی مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

● عبدالرحمان عاجز۔ لائل پور :۔ مصنف "جامِ طہور"، اسم بامسمّیٰ، ان کی شاعری کا مرکز و محور "ذکر موت" اور "فکرِ آخرت" ہے

● عبدالکریم ثمر لاہور :۔ غزل اور نعت کے معروف شاعر، مصنف "شاخِ سدرہ" وغیرہ

● علیم ناصری لاہور :۔ مصنف تسخیر زہرہ (دعظ اسماعیل شہیدؒ) شاہنامہ بالاکوٹ (زیرِ تکمیل)

● مظفر عزیز حکیم (لاہور) :۔ معروف طبیب و ادیب، مدیر "نوید بہار" لاہور

● مظہر الدین (حافظ) صفِ اول کے نعت نگار "جلوہ گاہ" اور "تجلیات" کے مصنف ۔

● ناصر زیدی :۔ غزل کے عمدہ شاعر۔ ادب لطیف کے ایڈیٹر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

ماہنامہ "محدث" اپنی زندگی کے چھٹے سال سے گزر رہا ہے اور اس عرصے میں سیرتِ رسُول پر کئی مضامین کے علاوہ ایک خصوصی اشاعت "رسول مقبول نمبر" (حصہ اوّل) اور اس کا ضمیمہ پیش کر چکا ہے۔

رسولِ مقبول نمبر ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر مقبول ہوا۔ اہل قلم دانشوروں نے اپنے قلمی تعاون سے حوصلہ افزائی کی۔ احباب نے پرخلوص مشورے دیے اور قارئین نے "محدث" کی پذیرائی میں کوئی کسر نہ چھوڑی یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ اس نے ہماری بے مایہ کوششوں کو قبول عام بخشا۔

حصہ اوّل کے بعد "حصہ دوم" کا انتظار کیا جاتا رہا اور قارئین خطوط کے ذریعے بار بار اپنی بے تابی کا اظہار کرتے رہے مگر گوناگوں اسباب کی وجہ سے تعویق ہوتی رہی۔ ان اسباب کا تذکرہ اب ہمارے لیے روح فرسا ہے اور قارئین کے لیے اس میں دلچسپی کا کیا سامان ہو سکتا ہے اور بقول غالب ؎

سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالبؔ
خدا سے کیا ستم و جورِ نا خدا کہیے

زیرِ نظر اشاعت کو ہم نے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی ہے۔ کوئی ایسا مضمون شامل نہیں کر رہے جو کسی دوسرے رسالہ یا کتاب میں شامل ہوا ور ہمارے قارئین بآسانی اس تک رسائی رکھتے ہوں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم اور مولانا عبدالماجد دریا بادی کے مختصر مضمون "نوادر" کی حیثیت رکھتے ہیں اور "النادر کالمعدوم" ایک حقیقت ہے۔ یہ مضامین تقریباً تیس سال پہلے شائع ہوئے تھے اور اس کے بعد کہیں اور نظر سے نہ گزرے۔ فلپ کے ہٹی کا مقالہ (مترجمہ وحیدالدین خاں) "معارف" (اعظم گڑھ) کے شکریہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ تمام مضامین ہماری درخواست پر اہل قلم نے تحریر فرمائے ہیں۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اردو میں بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور ان میں سے بعض ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں مگر اس ذخیرہ کتب پر معروف دانشور جناب ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب نے ایک جملے میں تبصرہ کیا کہ آج کل تاریخ زیادہ اور سیرت کم لکھی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مقصود یہ تھا کہ عموماً رسول مقبولؐ کی زندگی اعداد و شمار اور سوانحات کی صورت میں پیش کی جاتی ہے اور غیر مسلم مستشرقین جن سے استناد آج کل فخریہ کیا جاتا ہے۔ ان کی تالیفات پڑھتے ہوئے صرف "عظیم انسان" کا تصور ابھرتا ہے مگر رسولؐ کی حیثیت ماند رہتی ہے۔ امتِ مسلم کا مسئلہ یہ ہے کہ رسولِ مقبولؐ کی حیثیت رسالت کو اپنا کر فلاح و نجاح حاصل کی جائے۔ بعض مضامین میں قارئین کو یہ شعوری کوشش کارفرما نظر آئے گی۔

زیرِ نظر اشاعت میں پہلا مقالہ پروفیسر منظور احسن عباسی کا ہے جس میں انھوں نے قرآن کی سورۃ الفاتحہ کے لفظ "الحمد للہ" کی روشنی میں آپ کے نام نامی، اسم گرامی۔ محمدؐ، احمدؐ کی نکتہ آفرینی فرمائی ہے جو بقول "ہر نام" کے لحاظ سے "نکات بعد الوقوع" کی حیثیت رکھتی ہے لیکن مدبر ازلی کا عبدالمطلب سے ایسا نام رکھوانا جو پہلے عرب میں معروف نہ تھا اسے "اتفاقات" کے باب سے نکال کر منشاء خداوندی کے تحت اسم گرامی کو آپ کے دنیا و آخرت کے صفات و خواص کا آئینہ دار بنا دیتا ہے۔ ہم نے رسول مقبولؐ نمبر کا افتتاح نام کی مسمی پر تقدیم اور اس کا جامع صفات و کمالات ہونے کی وجہ سے اس آرٹیکل سے کیا ہے۔ دوسرا مضمون مولانا نور محمد اعظمی کے رشحاتِ قلم میں سے ہے۔ انھوں نے "حدیث" کی روشنی میں رسولِ مقبولؐ کا "چہرہ اقدس" بیان فرمایا ہے۔

اس کے بعد مولانا گیلانی مرحوم کا مختصر سا مضمون ہے۔ انھوں نے ایک جملہ "کچھ نہ تھا سب کچھ ہو گیا" کو سارے مضمون کی روح بنا دیا ہے۔ مرحوم اپنے اندازِ بیان میں منفرد رہے اور اس کے خاتم بھی ہیں۔ ان کا یہ شہ پارہ، ادب اور سیرت کا عمدہ نمونہ ہے۔

جناب پروفیسر عبدالحمید صدیقی صاحب نے انگریزی زبان میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھی۔ پروفیسر صاحب تجدد زدہ اور مغربی فکر سے متاثر طبقہ کے ذہنی خلجان اور خفشار سے آگاہ ہیں اس طبقہ کے ذہنی کانٹے چننے میں خداداد بصیرت کے مالک ہیں۔ ان کی تالیفات کا یہ پہلو بہت نمایاں ہے انھوں نے نبی کریمؐ پر مخالفین کے اعتراضات کا جائزہ قرآن کی روشنی میں لیا ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو یہی اعتراض بزنگ دیگر آج بھی اٹھائے جا رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب کے انگریزی مقالہ کا ترجمہ جناب محمد اقبال شائق نے کیا ہے۔

پروفیسر صاحب کے مقالہ کے بعد جناب آباد شاہ پوری کا مقالہ ہے انھوں نے اختصار اور جامعیت سے نبی اکرمؐ کی داعیانہ زندگی کے چند پہلوؤں اور منہاجِ دعوت پر روشنی ڈالی ہے۔ دعوت کا موزوں طریق کار ہی کسی تحریک کو زندہ رکھ سکتا ہے۔ اسلام کی قرونِ اولیٰ میں حیرت انگیز اشاعت کا راز یہی "اندازِ دعوت"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ جب اس "اندازِ دعوت" کو نظر انداز کیا گیا تو پہلی سی تیزی اور ہمہ گیری نہ رہی۔

سید مودودی کی تحریروں سے ترتیب دیا ہوا مضمون "مدینہ میں اسلامی معاشرہ اور ریاست کی تشکیل" ان کی باقی تحریروں کی طرح فکر انگیز اور مربوط ہے۔

سلیم تابانی صاحب نے جناب رسالت مآبؐ کی جنگی پالیسی اور دفاعی نقطۂ نظر پر خوب لکھا ہے۔ ہمارے ہاں انیسویں صدی میں معذرت آمیز سیرت نگاری کا رجحان رہا ہے۔ سرسید احمد خاں اور علی گڑھ مکتبِ فکر کے دوسرے اہلِ قلم اس رجحان کے نمائندے تھے۔ شبلی علی گڑھ مکتبِ فکر کے ناقد ہونے کے باوجود اس "تجدد گردی" سے نہ بچ سکے اور جنگِ بدر کے بارے میں بعض ایسی باتیں لکھ دیں جو کتاب وسنت کے واضح بیانات کے خلاف ہیں اور آج شبلی مرحوم کی تحریریں چلتا ہوا سکہ بن گئی ہیں۔ سلیم تابانی صاحب نے ان غلط فہمیوں کی اچھے انداز میں تصحیح کی ہے۔

طالب ہاشمی صاحب نے "وفودِ عرب بارگاہ رسالتؐ میں" میں حسنِ انتخاب کا حق ادا کیا ہے۔ انہوں نے وفود سے ملاقات کرتے ہوئے رسولِ مقبولؐ کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالی ہے۔ اس گفتگو اور طرزِ عمل سے "اسلامی ریاست" کی خارجہ پالیسی کے بنیادی نکات مرتب ہوتے ہیں۔

مولانا دریابادی نے سیرت کے ایک پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے فتح مکہ (انقلابِ عظیم) کو اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جسموں کے فاتح ہر دور میں مل جاتے ہیں مگر دلوں میں انقلاب پیدا کرنے والے کی نظیر ممکن نہیں ہے۔ "سورۃ الفتح" کی روشنی میں بہت سی قابلِ غور ہی نہیں قابلِ عمل باتیں کی ہیں۔ جوشِ کامرانی میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر اچھے انداز میں گرفت کی ہے۔

عیسائی پادریوں اور غیر مسلم مستشرقین نے مسلمانوں کی خون آشام تلواروں کا بڑا چرچا کیا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تقریباً ایک صد غزوات وسرایا میں صرف ڈیڑھ سو افراد کی جان ضائع ہوئی اور مدینہ کی ریاست میں روزانہ دو سو چوہتر مربع میل کا اضافہ ہوتا رہا جب کہ دورِ قریب کی ایک جھڑپ میں اس سے کہیں زیادہ افراد موت کے گھاٹ اترے۔ محترمہ شہناز اختر صاحبہ نے اپنے مقالہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری زندگی کے متعلق لکھا ہے۔ اندازِ بیان بھی خوب ہے۔

مولانا عزیز زبیدی منجھے ہوئے قلم کار ہیں۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برپا کردہ "نظامِ حکومت" پر گفتگو کی ہے۔ کہ اس کا دائرہ کار اور ذمہ داریوں کی حدود کا دائرہ کار کہاں تک وسیع ہے؟

"عظمتِ رسولؐ" — بزبان شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غالب کے الفاظ میں ہے

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کان ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی نے قرآن پاک کے حوالے سے اسی ایجاز و اختصار کو پھیلا کر پیش کیا ہے۔

قرونِ وسطیٰ میں عیسائی پادریوں نے اپنے ہم مذہبوں کو اسلام کی تعلیمات سے دور رکھنے کے لیے بے بنیاد الزامات لگائے مگر زمانہ کی بدلتی ہوئی رو کے ساتھ انھیں اپنا طرزِ عمل بدلنا پڑا۔ آج پادری زویمر کا انداز تو ترک کر دیا مگر مقصد نگارش میں تبدیل نہیں ہوئی۔ فلپ۔ کے ہٹی اسی گروہ کا نمائندہ ہے۔ اس مضمون سے مغربی لٹریچر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں طرزِ عمل معلوم ہوتا ہے۔

فلپ کے ہٹی کے مقالے کے بعد چودھری عبدالحفیظ صاحب کا آرٹیکل ہے جس میں انھوں نے انسانیت کی بلند ترین شخصیتوں انبیائے کرام خصوصاً سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بطور مثال پیش کرتے ہوئے دورِ غلامی کے پیدا کردہ اس "تصوّر" کو غلط قرار دیا ہے کہ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے سرانجام دینا یا دستکاری قسم کے پیشوں کو اپنانا عظمت کے منافی ہے بلکہ انھوں نے نبی کریمؐ کے فرمانات کی روشنی میں "اپنی خدمت آپ" اور social and manual work قسم کی سکیموں پر خیال آرائی کرتے ہوئے انھیں بنیادی طور پر دینِ فطرت "اسلام" کی روح قرار دیا اور ایسے لوگ جو اپنی مرعوبانہ ذہنیت کے پیدا کردہ احساس کمتری کی بنا پر اول تو ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھتے ہیں ثانیاً اگر کبھی ایسی سکیمیں جذباتی رنگ میں شروع کرتے بھی ہیں تو اپنے مغربی آقاؤں کی تقلید میں، حالانکہ یہ چیزیں فطرت کا تقاضا ہونے کی بنا پر اصلاً دینِ فطرت کا حصہ ہے خواہ انھیں اغیار ہی کیوں نہ اپنائیں۔

جناب بشیر انصاری ایم۔ اے نے سیرت کا ایک سرسری جائزہ لیا اور چند تابندہ نقوش چنے ہیں جب کہ مولانا خالد سیف نے سیرتِ رسول کے اصل تقاضا پر خیال آرائی کرتے ہوئے زور دیا ہے کہ سیرت کا رنگ صحابہ کی طرح ہم پر چڑھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں عموماً تقریر و تحریر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خراجِ عقیدت پیش کرنے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے حالانکہ نقوشِ سیرت کا تحفظ صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ سیرت کی چھاپ انفرادی اور معاشرتی زندگی پر ہو۔

بخاری کی کتاب "الجامع الصحیح" اسوۂ حسنہ کا جامع شاہکار ہونے کے ساتھ "سیرتِ رسول" کی حفاظت صحت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ اس دور میں انگریزی زبان کی عالمگیر حیثیت کے پیشِ نظر اس کا انگریزی ترجمہ وقت کی اہم ضرورت تھی۔ اتفاق دیکھیے کہ اس کے اولین مترجم مدینہ منورہ کے ڈاکٹر محمد محسن خاں صاحب کو خواب میں آنحضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات کے وقت آپ کے پسینہ کے نوش کرنے کی تعبیر کی صورت میں ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق ملی۔ ہمارے فاضل دوست حافظ نذر احمد صاحب نے اس اہم پس منظر کے ساتھ موصوف کا تفصیلی انٹرویو پیش فرمایا ہے۔

اقبال ہمارے شاعر تھے۔ حبِ رسول کا جذبہ ان کی رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے تھا۔ پاکستان اقبال کے خواب کی تعبیر ہے۔ اقبال کے حوالے سے پاکستانیوں کے قلب وروح میں وہی جذبۂ حبِ رسول موجزن ہونا چاہیے جس نے اقبال کو تڑپایا تھا۔ جناب مظفر حسین صاحب ایک عرصے سے اقبال پر لکھ رہے ہیں۔ ان کا ۷۰۵ ۷۱۵ و سیع مطالعۂ اقبال عمیق ہے۔ انھوں نے اقبال کے کلام، خطبات اور متفرق تحریروں سے عمدہ مضمون تیار کیا ہے جو اقبال دوستوں کے لیے دلچسپی ہی نہیں "عمل" کا پیغام ہے۔

ان مضامین کے بعد جناب مولانا نعیم صدیقی صاحب کا مقالہ ہے۔ ادارۂ "محدث" کی طرف سے سیرت نگار حضرات کو ایک سوالنامہ بھیجا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ بروقت تمام جوابات وصول نہیں ہو سکے۔ مولانا نعیم صدیقی صاحب کی تالیف "محسنِ انسانیت" تاریخ اور سیرت کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ ان سے سوال تو تین چار کیے گئے تھے مگر جواب صرف اس سوال کا ہے۔

"آپ نے سیرت پر کیوں قلم اٹھایا؟ (جذبہ محرکہ کیا تھا) سیرت نگاری میں کن خطوط پر کام کیا ہے"۔

مولانا نعیم صدیقی صاحب کا یہ جواب پرمغز اور فکر انگیز ہے۔

آخر میں "نعت" کے بارے میں ایک سوالنامہ اور اہلِ علم کے جوابات ہیں۔ نعت گوئی دودھاری تلوار ہے۔ افراط وتفریط ہر دو میں نقصان وخسران ہے۔ حمد خداوندی میں تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے کوئی حد نہیں۔ نعت میں پھونک پھونک کر قدم (قلم) اٹھانا پڑتا ہے۔ غالباً ع

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کا یہی مفہوم ہے۔ بہرحال "نعت کے حدود وآدابِ شرعی" پر ایک گلدستہ پیشِ خدمت ہے۔ پھر معروف نعت گو حضرات کا بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ عقیدت شاملِ اشاعت ہے۔

ہم ان اہلِ قلم حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتے ہیں جنھوں نے ہماری درخواست پر اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود گراں قدر مقالات لکھے۔ جن حضرات کے مضامین ترتیب وتدوین کے بعد موصول ہوئے اور شامل ہونے سے رہ گئے۔ ان سے معذرت خواہ ہیں۔ ان شاء اللہ ان کے مضامین ہم "محدث" کی کسی دوسری اشاعت میں شامل کریں گے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس خصوصی اشاعت پر ہمیں اپنی مؤقر رائے سے مطلع فرمائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر منظور احسن عباسی

نامِ نامی، اسمِ گرامی، احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ قرآن حمید، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ الحمد کے معنی ستائش اور سپاس گزاری کے ہیں۔

لِلّٰہِ۔ اسی طرح للّٰہ کے بھی دو مفہوم ہیں، ایک یہ کہ ستائش گری اور سپاس گزاری کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرے یہ کہ جہاں کہیں بھی کوئی امر مستوجب ستائش و سپاس ہے اس کا مرجع و مصدر بھی صرف حق تعالیٰ ہے۔

پورے جملے کا مفہوم یہ ہوا کہ:۔

تمام ستائش اور سارے سپاس صرف ذات وحدہٗ لاشریک کے لیے ہیں — اور وہی حقیقۃً ان سب کا مرجع و مصدر بھی ہے۔

گو یہ جملہ ایک "جملہ خبریہ" ہے تاہم تلمیح یہ ہے کہ آپ بھی ایسا کہیں بولیں اور گن گائیں۔ جیسے کوئی یہ کہتا ہے کہ: سچ بولنا اچھی بات ہے۔ مدعا یہ ہوتا ہے کہ، سچ بولو! اسی طرح یہ کہنا کہ تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں۔ اس کا بھی مقصد یہ ہے کہ ہر خوبی کو من جانب اللہ سمجھو اور ہر نعمت پر، خواہ کسی جہت سے حاصل ہو، اللہ کا شکر بجا لاؤ اور اس کی ستائش کرو۔ کتاب اللہ میں جا بجا اللہ کی نعمتوں کا ذکر ہے اور ان پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کا حکم ہے، قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ (بنی اسرائیل و نمل)

حمد الٰہی کی اہمیت ۔ حمد الٰہی کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ کتاب اللہ کا آغاز بھی اسی لفظ سے ہوا ہے اور قرآن حکیم نے یہ انکشاف کیا ہے کہ کوئی شے ایسی نہیں ہے جو حمد الٰہی کی تسبیح نہ کرتی ہو۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (بنی اسرائیل ۴۴)

شیخ سعدی (ف ۶۹۲ھ / ۱۲۹۲ء) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب گلستان کے آغاز میں بتایا ہے کہ انسان کے ہر سانس میں دو نعمتیں ہیں۔ سانس اندر جائے تو زندگی کی معاون ہو جاتی ہے اور جب باہر آئے تو موجب فرحت ہو جاتی ہے (یعنی گھٹن دور ہو جاتی ہے) پس جب کہ ہر سانس میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو نعمتیں ہیں اور ہر نعمت پر شکر یہ واجب ہے۔

منت خدائے را عزوجل کہ طاعتش موجب قربت و بشکر اندرش مزید نعمت، ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات است و چوں برمی آید مفرح ذات، پس در ہر نفس دو نعمت موجود است و بر ہر نعمتے شکر واجب (گلستان سعدی رح)

اب آپ غور فرمائیں کہ جب صورت حال یہ ہے تو کیسے ممکن ہے کہ انسان اپنے دست و زبان اور قول و فعل سے سپاس کی ذمہ داری اور فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکے؟

سب سے زیادہ حمد کرنے والا سب سے بڑا محبوب۔ احادیث میں آیا ہے کہ:۔ کوئی شے ایسی نہیں جو حمد الٰہی سے زیادہ اللہ کو محبوب ہو۔

گویا کہ حمد کرنے والا اللہ کے نزدیک اس کا محبوب بندہ ہے اور سب سے زیادہ حمد کرنے والا اللہ کا سب سے بڑا محبوب۔ چونکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ رب کی حمد کی ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام نامی "احمد" بھی اسی مناسبت سے الہامی نام ہے اور اس کے الہامی ہونے کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ: آپ کی ولادت باسعادت سے چھ سو سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت ان الفاظ میں دی تھی کہ۔

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ

"یعنی اے لوگو! میں بحیثیت رسول اللہ تم کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے جس کا نام "احمد" ہے۔"

احمد و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سچی حمد الٰہی کی یہ نشانی ہے کہ زبان پر نام خدا رہے، حرکات و سکنات اس وارفتگی پر گواہ ہوں۔ اور اس کی زندگی کے مختلف شئون و مظاہر صفات حمیدہ کے حامل نکلیں گویا کہ وہ حمد قولی ہے اور یہ فعلی و قدرتی ـــــ ان صفات والا صفات اور مساعی جمیلہ سے جو سراپا بنتا ہے اسے عربی میں "احمد و محمد" کہتے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یا یوں کہیے! کہ آپ نے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی تو احمد کہلائے اور اس مقام رفیع میں اتنی اونچی پرواز فرمائی کہ اسے دیکھ کر خلق خدا کی زبان سے بے ساختہ "واہ وا" نکلی تو محمد جیسے الہامی نام کا ظہور ہوا۔ اور دونوں اسماء پاک کی پوری جلوہ گری کے لیے قیامت میں آپ کے لیے جو مقام تجویز کیا گیا اس کا نام بھی مقام محمود ٹھہرا۔ ظاہر ہے کہ تینوں میں یہ ہم آہنگی اتفاقی بات نہیں ہو سکتی بلکہ سراپا الہامی اور تعلیمی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلقِ خدا میں ایسے بھی لوگ ہو سکتے ہیں جنھوں نے "حمدِ الٰہی" میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوگی مگر اس کے باوجود یہ مقامِ بریں کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آیا ـــ ایک تو یہ بات نکتہ داں اور نکتہ نواز ذاتِ پاک کی ہے کہ وہ جانے اسے آپ کا مزید اور کیا بھا گیا ـــ دوسری بات یہ ہے کہ دو شخص بات کرتے ہیں اور ایک ہی بات کہتے ہیں مگر بعض داخلی حقائق کی بنا پر ایک کی بات سونے میں تلتی ہے مگر دوسرے کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوتا۔

یہی کیفیت یہاں ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شمار ہیں شاید دوسروں سے زیادہ حمد نہ کی ہو مگر جس آگہی، احساسِ معیت اور قلب وزبان کی جس پیاس، ذوق اور چاشنی کے ساتھ حمد وثنا کے زمزمے آپ کے قلبِ اطہر کی گہرائیوں اور زبانِ اقدس کی لے تابیوں سے ابھرے، وہ شاید یکجا اور کہیں نہ مل سکیں۔ اور یہ اسی قدرتی ہم آہنگی کا نتیجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اعلان کیا کہ: جس شخص نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (نساء ع ۱۱)

اور حضرت عائشہؓ کو کہنا پڑا کہ:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ (ابوداؤد)

"آپ کا سراپا قرآن تھا۔"

حضرت انسؓ نے چہرۂ اقدس پر نگاہ ڈالی تو بول اٹھے کہ:

كانه ورقة مصحف (شمائل ترمذی)

"چہرہ کیا ہے، قرآن کا ورق ہے۔"

حق تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ جو مجھ سے ملنا چاہتے ہیں، وہ محمدی رنگ میں میرے حضور حاضر ہوں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ يَّرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (احزاب ع ۳)

یہ سب باتیں احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے مقامِ محمود کے خصائصِ عالیہ کا نتیجہ ہیں ـــ جو قطعاً بلا سبب نہیں ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی "نامِ مسمیٰ" کا عین کہلا سکتا ہے تو یقیناً کے یہی اسمائے گرامی احمد و محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے جو بات کی قابلِ کی (احمد) جب نظر آئے تو قابلِ ستائش نظر آئے (محمد) اور جب وقوف فرمایا تو بھی قابلِ ستائش وقوف کیا (مقامِ محمود) زبان زمزمہ سنج (احمد) اطوار معصومانہ اور کامل عبدیت کا حسین مظہر (محمد) ٹھہرا اور باوقار اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤدب (مقام محمود) جو لوگ آپ کے پاک اسماء کو آپ کے شب و روز کے آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کریں گے ان پر "حقیقت محمدیہ" پوری طرح منکشف ہو سکتی ہے اور جو لوگ آپ کے مکارم حیات سے خود بھی شادکام ہوتے ہیں، وہ آپ کے اسماء پاک کی معنی خیزی اور واقعیت کے عینی گواہ بھی ہو سکتے ہیں۔

الغرض: جس قرآن پاک کا عنوان "الحمد" ٹھہرا، اسی کتاب پاک کے حامل "احمد و محمد" کہلائے۔ یعنی احمد و محمد "حقیقت محمدیہ" کے جلی عنوان ٹھہرے۔ کتاب اور حامل کتاب کے پاک عنوانوں کا ماخذ "حمد" ہی ہے۔ حمد جس طرح اللہ کے لیے خاص ہے، احمد و محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی صرف اپنے اللہ کے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مطالعۂ کتب کے فروغ اور رہنمائی کے لیے نیشنل بک کونسل آف پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ کتاب لاہور

جناب ابن انشا کی نگرانی اور ذوالفقار احمد تابش کی زیر ادارت چھپتا ہے

- ہر تیسرے مہینے ایک خاص نمبر پیش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر ماہ رسالہ کتاب میں
- کتابی دنیا کے ہر پہلو پر مضامین اور فیچر
- ملک کے چیدہ چیدہ ناشرین کے انٹرویو
- ملک کی قد آور ادبی شخصیتوں کے انٹرویو اور ان کی پسندیدہ کتابوں پر خصوصی فیچر
- ملکی و غیر ملکی ادب کا تعارف
- کتابی دنیا کے مسائل اور ان کے حل پر خصوصی مضامین اور سروے
- لائبریریوں اور کتب خانوں کے جامع تعارف
- تبصروں اور رفتار اشاعت کے تحت نئی کتابوں کے تعارف
- "بزم کتاب" کے عنوان سے کتاب اور صاحب کتاب پر مضامین و مقالات پیش کیے جاتے ہیں۔
- سہ رنگا سرورق آفسٹ و نڈا ٹیک پر باتصویر طباعت کے ۸۰ صفحات پر مشتمل
- خوبصورت پرچے کا سالانہ چندہ صرف ——— دس روپے

نیشنل بک کونسل آف پاکستان

۱۔ منٹگمری روڈ، لاہور ——— فون نمبر ۵۶۲۱۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاذ العلماء حضرت مولانا نور محمد صاحب
صدر مدرس جامعہ امینیہ دادیو رشٹ

چہرۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حلیہ مبارک تفصیل طلب ہے۔ سرِ دست ہم آپ کے صرف "چہرۂ اقدس" کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ مشتِ نمونہ از خروارے۔

چہرۂ اقدس گول تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، آپ کا چہرہ اقدس گول شکل کا تھا۔

كَانَ مُسْتَدِيرًا (رواہ مسلم)

تلوار کی طرح لمبا نہیں تھا بلکہ چاند جیسا گول تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ : وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ قَالَ : لَا ، بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (رواہ مسلم)

کسی نے کہا کہ: آپ کا چہرہ تلوار جیسا تھا، فرمایا: نہیں! جیسے سورج اور چاند (گول تھا)

رخسار نرم تھے۔ حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

كَانَ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ (شمائل ترمذی)

آپ کے دونوں رخسار نرم تھے یعنی نہ پھولے ہوئے تھے نہ دبے ہوئے۔

پیشانی مبارک: كَأَنَّهُ هُوَ السِّرَاجُ الْمُتَوَقِّدُ يَتَلَأْلَأُ (جواہر البیان زرقانی)

گویا کہ وہ ایک روشن چراغ ہے جو چمک رہا ہے۔

أَحْسَنَ الْوَجْهِ عَظِيمَ الْجَبْهَةِ دَقِيقَ الْحَاجِبَيْنِ (مدارج)

حسین چہرہ، عظیم پیشانی اور باریک ابرو تھے۔

بينهما عرق يدره الغضب (ترمذی)

دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر آتی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھویں باریک تھیں۔ رایتُ رسول اللہ صلعم ..... عَظِیْمُ الْجَبْهَةِ دَقِیْقُ الْحَاجِبَیْنِ۔ (بیہقی)

مبارک آنکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ (مشکوٰۃ)

آپ کی مبارک آنکھیں سیاہ، موٹی اور پلکیں دراز تھیں۔

ناک مبارک۔ حضرت ابن ابی ہالہ فرماتے ہیں:

اَقْنَی الْعِرْنَیْنِ لَهٗ نُوْرٌ یَعْلُوْهٗ (شمائل ترمذی)

ناک مبارک بلند تھی، جس پر نور چھایا ہوا تھا۔

لب مبارک۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن عباد اللہ شفتین (مواہب لدنیہ)

آپ کے لب مبارک، تمام بندگانِ خدا سے زیادہ حسین تھے۔

دانت مبارک۔ حضرت ابن ابی ہالہ فرماتے ہیں: آپ کے دانت مبارک

اَشْنَبُ مُفَلَّجُ الْاَسْنَانِ (انوار محمدیہ)

چمکیلے اور کشادہ تھے۔

كَانَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُئِیَ كَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الثَّنَایَا (دارمی)

آپ کے اگلے دونوں دانت کشادہ تھے، بات کرتے تو ان سے نور جھڑتا تھا۔

دہن مبارک۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضَلِیْعَ الْفَمِ (شمائل)

دہن مبارک کشادہ تھا۔

لکیریں جیسے چاند کا ٹکڑا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کہ آپ کے مبارک چہرہ کی لکیریں یوں تھیں، جیسے چاند کا ٹکڑا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّتْ تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ (مدارج نبوۃ ص۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوتے تو آپ کے مبارک چہرہ کی لکیریں چمک اٹھتی تھیں گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ (بخاری و مسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشی میں آتے تو آپ کا مبارک چہرہ روشن ہو جاتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس کی کیفیت پہچان جاتے تھے۔

چاند بھی چودھویں کا ۔ حضرت ہمدانی صحابیہ فرماتی ہیں کہ:۔

حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا شَبِّهِيهِ: قَالَتْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ (رواه البیهقی)

میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا (راوی کہتا ہے کہ) میں نے اس سے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال بیان کیجیے!

انھوں نے جواب دیا کہ:

آپ کا چہرہ مبارک "چودھویں کے چاند" جیسا تھا، میں نے اس جیسا چہرہ کبھی نہیں دیکھا تھا اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔

يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (شمائل)

آپ کا چہرہ یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں کا چاند۔

تبسم ۔ جب مسکراتے تو دیواریں چمک اٹھتیں۔

وَإِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ نُورُهُ فِي الْجُدُرِ (شفا) إِذَا افْتَرَّ ضَاحِكًا افْتَرَّ عَنْ مِثْلِ سَنَا الْبَرْقِ (بیهقی) وَعَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ (ترمذی و شفاء)

جب تبسم فرماتے تو بجلی کی روشنی کوند جاتی اور بارش کے اولوں کی مانند سفیدی ظاہر ہوتی۔

وَرَأَيْنَا كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ (طبرانی عن ابی قرصافہ)

ہم نے دیکھا تو یوں لگا جیسے آپ کے دہن مبارک سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہوں۔

میٹھا بول اور راست گفتاری ۔ پیاری آواز، میٹھا بول اور راست گفتاری آپ کی خصوصیات تھیں۔

أَحْسَنُ النَّاسِ صَوْتًا وَأَحْلَاهُمْ وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً (مدارج)

چہرہ مبارک میں سورج کی ضیاء ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ (احمد، بیهقی، ابن حبان، ترمذی)

گویا کہ آپ کے مبارک چہرہ میں سورج تاباں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي جَبْهَتِهِ (مسند احمد و ابن حبان و ابن سعد عن ابی هریرة)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا کہ سورج آپ کی پیشانی میں تاباں تھا۔

چاند سے بھی زیادہ حسین۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابر و غبار سے صاف رات میں، حضورؐ کو دیکھتا اور ادھر چاند کو، مجھے آپ چاند سے بھی زیادہ حسین لگتے تھے۔

رایت فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فاذا ھو عندی احسن من القمر (شمائل ترمذی)

حق و صداقت کا مرقع۔ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ (ترمذی)

جب میں نے غور سے آپ کے مبارک چہرہ مبارک کو دیکھا تو میں پہچان گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

گویا کہ قرآن کا ورقہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ چہرۂ اقدس کیا تھا، قرآن حکیم کا ورقہ تھا۔

كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ (شمائل)

نادر علمی کتابیں

ہمارے کتب خانہ میں ہر قسم کی نادر علمی کتب، درس نظامی، تفسیر و حدیث، متون و شروح، تعلیقات و حواشی، شعر و ادب، تاریخ و سیر، طب و حکمت، تصوف و اخلاق، دواوین و کلیات، عربی، فارسی، اردو کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

اہل علم خدمت کا موقع دیں۔

نادر علمی کتابوں کا عظیم مرکز

سبحانی اکیڈمی ⑲ اردو بازار لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم

"کچھ نہ تھا اور سب کچھ ہو گیا"

اردو زبان میں سیرت طیبہ نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) پر بلا مبالغہ سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مقالات لکھے جا چکے ہیں اور کوئی ہفتہ یا مہینہ ایسا نہیں گزرتا جس میں کوئی نہ کوئی نئی کتاب یا کتابچہ منظرِ عام پر نہ آتا ہو۔ اس کثرتِ تالیف کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ قبولِ عام کے دربار میں بہت کم مصنفوں کو جگہ ملی ہے۔ اسی گروہ میں مناظر احسن گیلانی مرحوم شامل ہیں۔

مولانا گیلانی مرحوم کی اکثر کتابوں میں طوالت اور کسی حد تک بے ترتیبی ملتی ہے مگر سیرت پر قلم اٹھاتے ہوئے انھوں نے اختصار اور جامعیت کی مثال قائم کر دی ہے۔ "النبی الخاتم" حشو و زوائد سے پاک اور محبت کی زبان میں خراجِ عقیدت ہے۔ مرحوم نے یہی انداز ایک طویل مضمون "شہادتِ عظمیٰ" میں اختیار کیا ہے جس کا ابتدائی حصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا نے اس مضمون میں اپنے انداز میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں مادی طاقتوں نے بنیادی کردار ادا نہیں کیا بلکہ اسلام نے اپنے اندر مضمر قوت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار و عمل سے عوام کے دلوں میں نفوذ حاصل کیا۔

(ادارہ)

ننھے بچے کی تربیت و پرورش کے لیے محسوس قوتوں میں سب سے بڑی قوت وہ ہے جسے باپ کہتے ہیں۔ لیکن کیا تماشا ہے کہ وہ بزور توڑ دیا گیا اور پیدا ہونے سے پیشتر ہی توڑ دیا گیا۔ وہ آیا اور اس شان کے ساتھ آیا کہ جس کو لوگ پالنے والا کہتے ہیں۔ وہ مدینہ کے ایک میدان میں سویا ہوا تھا۔ سعد کے گنبے والا رو رہا اور اس بچے کو چھاتی سے لگاؤ۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا کوئی نہیں۔

جن کے پاس سب کچھ تھا انھیں دھکیل دیا گیا جس کی اونٹنی کا تھن خشک ہو چکا تھا اور خود جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا۔ کچھ نہ تھا اسی نے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ جب واپس کرنے آئی تو تماشے کا یہ کیسا دردناک حصہ تھا کہ ابواء کے ایک جھونپڑے میں اس بچے کی تربیت و پرداخت کرنے والی دوسری قوت بھی ہمیشہ کے لیے گم ہو گئی۔

پیر مرد بوڑھا دادا اٹھتا ہے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے لیکن قدرت جس کے ساتھ کچھ نہیں رکھنا چاہتی وہ اٹھتی ہے اور اس کے ہاتھ کو بھی جھٹک کر علیحدہ کر دیتی ہے۔ اب کوئی نہیں۔ اس بچہ کا کوئی نہیں۔ اس کے پاس کچھ نہیں۔ ہاں بہت سے چچا ہیں۔ لیکن جن کے پاس بہت کچھ تھا انھوں نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ان میں جو سب سے نادار تھا اسی کے بچوں میں وہ بھی ہل مل گیا۔ چچا نے نہیں بلکہ بھتیجے نے بکریاں چرا کر اس کو کچھ دیا اور اسی میں سے کچھ خود بھی کھا لیا۔

الغرض ایک بچہ پیدا ہوتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے ساتھ نہ باپ کی قوت ہے نہ ماں کی قوت ہے نہ اقربا و اعزہ کی قوت ہے۔ کوئی قوت نہیں ہے حتیٰ کہ وہ جس ملک میں پیدا ہوتا ہے وہ بھی ہر قسم کی نباتی اور حیوانی قوتوں سے خالی ہے۔ میدان ہے اور پتھیل میدان ہے۔ اس کا نام بن کھیتی کا بیابان ہے۔ نہ اس کے آغوش میں ندیاں کھیلتی ہیں نہ دریاؤں کا شیریں پانی اس کو سیراب کرتا ہے۔ نہ سبزہ زار مرغزار ہیں نہ نظر فریب گلزار ہیں۔ الغرض انسانی دل و دماغ کے سنوارنے اور ابھارنے میں جن قدرتی ذرائع کو دخل ہے ان میں سے بھی اس میدان میں کچھ نہیں ہے۔ وہ جس شہر میں پیدا ہوتا ہے اس کے باشندوں کے پاس بھی کوئی قوت نہیں ہے۔ نہ ذہنی قوت نہ سیاسی طاقت۔ نہ علمی زور یعنی جن قوتوں پر قوموں کی عمارت کھڑی ہوتی ہے وہ ہر ایک سے خالی ہیں۔ نہ وہ آئین رکھتے تھے نہ دستور۔ نہ ان کا کوئی بادشاہ تھا نہ ان کی جماعتی پراگندگیوں کا کوئی شیرازہ بند۔ نہ ان کے پاس مکاتب تھے نہ مدارس۔ نہ کارخانے نہ فیکٹریاں۔ کچھ نہیں۔ ان چیزوں میں سے ایک بھی نہیں جس میں داخل ہو کر کوئی بچہ پروان چڑھ سکتا ہو۔ ان کے پاس جو جسمانی طاقت تھی اس کا معرف

لہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ ابوطالب کے بچے کھانے پر اس طرح ٹوٹتے تھے کہ میں بھوکا رہ جاتا تھا۔ آخر میں ابوطالب نے ضیق معاش سے تنگ آکر اپنے بچوں کو تقسیم کر دیا تھا اور اسی تقسیم میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بھر اپنی تعداد گھٹانے کے اور کچھ نہ تھا۔ اسی ملک میں، اسی شہر میں، اسی قوم میں اس بچے کا ظہور ہوا اور اس شان کے ساتھ ہوا کہ اس کے سر پہ جو قوت بھی سایہ فگن ہوتی تھی یا ہو سکتی تھی وہ ایک ایک کر کے مٹا دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آخر میں یہ بھی ہوا کہ وطن پہ جو اسے بھروسہ ہو سکتا تھا اس بھروسے کو بھی ہٹا دیا گیا۔ برادری والوں پر جو اعتماد ممکن تھا وہ بھی ناممکن کر دیا گیا۔ یعنی سارا وطن اور وطن والے، قبیلے والے، کنبے والے سب اس کی دشمنی پر متفق ہو کر آمادہ ہو گئے اور وہ جس کے پاس نہ باپ کی قوت تھی اور نہ ماں کی۔ نہ دادا کا زور تھا نہ اور کسی کا۔ نہ حکومت کی سرپرستی اسے حاصل تھی نہ مدرسوں کی تعلیم سے وہ فیض یاب ہو سکتا تھا نہ اپنے ملک کے گرد و پیش کے خنک آمیز اثرات سے اپنے دماغ کی تازگی اور اس میں بالیدگی پیدا کر سکتا تھا۔ اب اس کے ساتھ یہ بھی کیا گیا کہ گھر والے، کنبے والے، قبیلے والے سب کے سب اس سے علیحدہ ہو گئے۔ ما وہ ان سے علیحدہ کر لیا گیا اور اب جا کر یہ ارادہ پورا ہوا کہ دیکھو۔

اس کے پاس کچھ نہیں ہے

وہ ساری قوتیں جن کو لوگ قوت کہتے ہیں اور جن کا نام محسوس پرستوں کی اصطلاح میں "قوت" ہے "زور" ہے ایک ایک کر کے الگ کر لیا گیا۔ اس کے بعد دکھایا گیا۔ مشاہدہ کرایا گیا۔

"جس کے پاس کچھ نہیں ہے، دیکھو کہ اس کے پاس سب کچھ ہو گیا"

ایک منظر وہ تھا اور دوسرا منظر یہ ہے کہ زمین کے ایک بڑے قطعے کا مالک ہے۔ اس کے خادموں بلکہ خادموں سے نیچے اگر کوئی درجہ ہو سکتا ہے وہی قیصر کی ٹوپی اچھال رہے ہیں، کسریٰ کے جلال و جبروت کے پرزے اڑا رہے ہیں۔ وہی جس کے پاس کچھ نہ تھا۔ کیا دنیا نے نہیں دیکھا یا نہیں دیکھ رہی ہے یا نہیں دیکھے گی کہ یہی دنیا میں سب سے بڑا اقرار پایا۔ قومیں اس کی تقدیس میں مصروف ہیں۔ نسلیں اس کے سراہنے میں منہمک ہیں۔ افغانستان کی پہاڑیوں میں، مراکو کی وادیوں میں، مصر کے ایوانوں میں، برصغیر کی بستیوں میں، چین کی آبادیوں میں، افریقہ میں، ایشیا میں، یورپ میں، امریکہ میں کون ہوا؟ اتنا بڑا کون ہوا؟ صرف ہمارے پاس نہیں ہماری تاریخ میں نہیں، دوسروں کی تاریخ میں۔ کیا اس سے اونچا انسان نسلِ اول میں کوئی ظاہر ہوا۔ ماموں و ہارون کو کس کی غلامی پر ناز تھا؟ صلاح الدین کس کے نام پر صلیب والوں کی بھیڑ میں لرزہ ڈالتا تھا؟ محمود کس کی جوتیوں کے صدقے میں مشرق کا اولوالعزم فاتح قرار پایا۔ شاہجہان کس کے نام کی تسبیح پڑھتا تھا؟ عالمگیر کس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نگاہ کرم کے لیے دکن کے سنگستانوں میں سالہا سال تک ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا۔ یہ کس کی ہمنامی کی برکت تھی کہ اناطولیہ کا ترک قسطنطنیہ کی دیواروں کو پھاند گیا۔ یہ کیا تھا؟ اس نے دعویٰ کیا تھا اور یہی اس کی زندگی کا مقصد تھا کہ محسوس قوتوں کا انکار کرے اور جو قوت غیب میں چھپی ہوئی ہے نظام کائنات کو اسی کے ساتھ وابستہ کرے۔ اس نے دعویٰ کیا اور نہایت بلند آہنگی سے دعویٰ کیا اور خود اس کی دلیل بن کر دنیا کے سامنے آیا کیونکہ قیاسی حجتوں کا زمانہ نکل چکا تھا۔ مشاہدات اور تجربات کا وقت آرہا تھا پس اس عہد کے جو پیغمبر تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا دعویٰ بھی تخمینی مقدمات سے نکالے ہوئے نتائج پر مبنی نہ تھا بلکہ کھلا ہوا تجربہ، صاف اور واضح مشاہدہ پر اس کی بنیاد کھڑی کی گئی۔ دنیا نے دعویٰ کو سنا اور دلیل کو دیکھا۔ پھر ان میں کس کے ہوش قائم رہے۔ کلیسا میں تزلزل پیدا ہوا۔ لوتھر نے ایک ضرب شدید سے پوپ تنظیم کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ وہ خود بنایا نہیں لیکن قصر تثلیث کے ایک اہم حصہ کو اس نے اپنے ہاتھوں برباد کر دیا۔ کیا کوئی اس کا منکر ہو سکتا ہے کہ تثلیث کی یہ جزئی شکست اسی دعویٰ اور دلیل کا نتیجہ تھی جس کی ابتدا عرب سے ہوئی اور کیا ان ہی میں جو یونٹی (UNITY) پر آج خطبہ دے رہے ہیں وہ عالم کے اس سب سے بڑے انسان کے احسان سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ شراب پر احتساب قائم کرنے والو دیکھو حق سے آنکھیں بند نہ کرو۔ ترکستان میں کبیر کیوں پیدا ہوئے۔ نانک کس دباؤ سے بے چین ہوئے۔ رام موہن رائے کس کی گرفت سے مضطرب تھے اور آج ہندوستان کے طول و عرض میں جو وہ جماعت نظر آتی ہے جسے اسلام سے عداوت کا دعویٰ ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ بت شکنی میں بھی معروف ہے کیا اس عملی فرمانبردار ذہنی نافرمان فرقہ کو اس دعوے کے اثر سے آزاد کہہ سکتے ہیں؟ دیانندیوں کو ذرا غور کرنا چاہیے۔

لہ سلطان محمد فاتح لہ یہ اشارات اسلام کے غیر محسوس اثرات کی طرف ہیں کہ جہاں اسلام نے علانیہ دنیا کے تمام ادیان و مذاہب یہودی، عیسائی، بدھ، ہندو، پارسی کو اپنے سامنے جھکا دیا وہیں اندرونی طور پر اس نے لوگوں کے قلوب میں بھی جگہ پیدا کی جو اب تک کھلم کھلا اسلام کے اقرار سے گھبراتے ہیں۔ لوتھر جو پروٹسٹنٹ فرقہ کا عیسائی مذہب میں بانی ہے۔ اس کے متعلق عام طور سے یہی کہا جاتا ہے کہ وہ اسلامی فتراک کا نخچیر تھا اور اس طرح کبیر داس اور نانک کے متعلق بھی یہی خیال ہے۔ راجہ رام موہن رائے جس نے برہمو سمت کی بنیاد ڈالی اس کے متعلق بھی یہی خیال ہے کہ وہ اسلام سے متاثر تھا۔ آخری اشارہ آریہ سماجیوں کی طرف ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالحمید صدیقی
ترجمہ: محمد اقبال شائق

ذاتِ نبوت پر اعتراضات کا جائزہ

بنو ہاشم پر ناجائز دباؤ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تعذیب کے علاوہ مخالفین اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعوے پر بھی شدید تنقید کرتے تھے کہ آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ حقیقت میں وہ تنزیل کے تصور ہی کے خلاف تھے۔ اس سلسلے میں وہ چار پہلوؤں پر تنقید کرتے تھے۔

اول یہ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہبی تجربہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی پر مبنی نہ سمجھتے تھے اور اس طرح آپ کو ذہنی طور پر پریشان کرنے پر کمربستہ تھے۔

دوم یہ کہ آپ کے مخالفین کسی صورت میں بھی یہ ماننے پر آمادہ نہ تھے کہ انسان جسے مافوقیت کا بھی دعویٰ نہیں، کسی صورت پیغمبر ہو سکتا ہے۔

سوم یہ کہ اگر کسی انسان کو یہ بلند مرتبہ حاصل ہونا ہی تھا تو کئی دوسرے اشخاص موجود تھے جو کہ حضورؐ سے زیادہ دولت مند اور با اثر تھے۔ چنانچہ مخالفین اسلام یہ دلیل دیتے تھے کہ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا نے ان سب کو یکسر نظر انداز کر کے ایک بے کس قریشی یتیم کو نبوت سے سرفراز فرما دیا ہو؟

آخر میں یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تو کوئی غیر معمولی اور نہ ہی کوئی ڈرامائی خصوصیت تھی جس سے وہ نبوت کے دعویٰ کو ثابت کر سکتے۔

جدید و قدیم ناقدین

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عام الزام یہ تھا کہ آپ 'جن' کی قوت کے حامل ایک 'مجنون' تھے۔ مزید تہمت یہ تھی کہ آپ کاہن یا نجومی یا جادوگر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ شاعر تھے۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اہلِ مکہ جو عام الزامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے تھے وہ کم و بیش الفاظ کے ہیر پھیر سے آج بھی دہرائے جاتے ہیں۔ آج کے ان بہتان تراشوں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر میکڈانلڈ کا نام سرِفہرست پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس دریدہ دہن پروفیسر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو صرع اور خلل دماغ کی کیفیت کا مظہر ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ لیکن یہ امر حیران کن ہے کہ وہ بیک وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی ذہانت اور اختراعی قوت رکھنے والا انسان بھی قرار دیتا ہے، چنانچہ میکڈانلڈ اپنے متضاد خیالات کی بنا پر اپنی اس دریدہ دہنی کو ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ مختصر یہ کہ ان تمام الزامات کا محور صرف ایک الزام تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ایک قدامت پرست شاعر تھے جو کہ ابھی اپنی شاعرانہ مہارت سے پوری طرح فیضیاب نہ ہوئے تھے اور اس لیے انھوں نے اپنی تمام تر توجہ شاعری کی پیغمبرانہ صنف کی طرف مبذول رکھی اور یہ کہ انھوں نے عیسائیت اور یہودیت کے نظریات کو گڈمڈ کر کے ایسا مواد حاصل کیا جس کو اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر استعمال کر سکیں۔

پروفیسر میکڈانلڈ کا یہ نظریہ کہ آپؐ ایک شاعر تھے میور کے نظریہ سے قدرے مختلف ہے جس کا دعویٰ یہ ہے کہ فوق الفطرت اثر جس کا کہ پیغمبرِ عرب پر اثر تھا، ممکن ہے کہ وہ شیطان اور اس کے چیلوں سے حاصل ہوا ہو۔ تاہم جس جذبہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعرانہ شعور بیدار ہوا وہ قطعاً ایسا نہ تھا۔ میکڈانلڈ کا دعویٰ یہ ہے کہ عرب کے ایک شاعر حسن کی طرح جس پر کہ 'جنی' کا اثر تھا اور جس سے مغلوب ہو کر اس نے اشعار کہے، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی 'قارن' تھا جو کہ آپؐ کے روحانی فیض کا ذریعہ بنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی صورت بھی مطلقاً نبی نہ تھے اور یہ کہ اہلِ یہود کے انبیاء جیسی صفات آپؐ میں ناپید تھیں۔

الزامات کی تردید

پروفیسر میکڈانلڈ کے متذکرہ بالا خیالات پڑھنے سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ عرصہ دراز گزرنے کے بعد بھی ان الزامات کی نوعیت میں سرِمو فرق رونما نہیں ہوا۔ اسلام کے جدید ناقدین اہلِ مکہ کی طرح دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کے الہامی ہونے یا اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ آپؐ کے دماغی انتشار کے اظہار اور شاعرانہ ترنگ یا جنون کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

قرآن پاک نے اس الزام کی پُرزور تردید کی ہے اور بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ وحی ہیں اور ان کی نوعیت ان لوگوں کے لیے چیلنج کی حیثیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہے جو کہ آپ کے پیغمبرانہ اظہار کے سرچشمہ کو جھوٹ پر مبنی خیال کرتے ہیں اور مصلح کی ذہنی کشمکش اور جنونی شاعر کی پُرگوئی تصور کرتے ہیں یا فاترالعقل انسان کی پریشان فکری پر محمول کرتے ہیں۔ قرآن پاک ان الزامات کی پُرزور تردید کرتا ہے، مثال کے طور پر کہ آپ شاعر ہیں "ہم نے آپ کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ آپ کے شایانِ شان ہے" ایک اور جگہ پر قرآن پاک نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ آپ کو شاعر کہنا کیوں خلافِ عقل ہے۔ ایک شاعر عام طور پر ایک ذہنی طور پر سرگرداں انسان ہوتا ہے جو اپنے تخیلات اور جذبات کا اظہار خوب صورت اشعار میں کر دیتا ہے۔ اس کا تعلق صرف خیالی اور باریک معاملات اور افکار سے ہوتا ہے جن کا انسانی زندگی کے عملی مسائل سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

"رہے شعراء تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں" (XXVI : ۲۲۵)

اس لیے شاعر جو کچھ کہتا ہے وہ بے ربطگی کا حامل ہوتا ہے۔ جذبات کے اظہار کی بنا پر شاعر کے نظریات میں ہم آہنگی اور ربط مفقود ہوتا ہے۔ مزید برآں شاعر کی عملی زندگی اور اس کے شاعرانہ خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس کی شاعری صرف اس کے سفلی جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہے اور اس لیے شاعر کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اپنے خیالات کو زندہ حقائق کے سانچے میں ڈھالے" اور پھر وہ (شعرا) وہ کچھ کیوں کہتے ہیں جو کہ وہ کرتے نہیں"

دوسری طرف نبی ایک مصلح ہوتا ہے۔ وہ وہی کچھ کہتا ہے جو کہ وہ کرتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے۔ جس چیز کی وہ تبلیغ کرتا ہے اسے عملی سچائی کے سانچے میں بھی ڈھالتا ہے کیونکہ وہ اصلاحات کا مرید ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کی تعلیمات کے مختلف اجزا میں مکمل ہم آہنگی اور یکجہتی پائی جاتی ہے۔ اس کا ہر پیغام اس کے سارے الہامات سے مکمل طور پر مرتبط ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کے پیغام میں نہ تو کوئی بے ربطگی پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس میں کچھ فالتو یا زائد بات ہوتی ہے۔

آخر میں شعرا کے برعکس نبی کی سرگرمیوں کا اصل مقصد بنی نوع انسان کی اصلاح اور انھیں نیک بنانا ہوتا ہے۔ انبیاء قومی تعصبات، طبقاتی کشمکش اور مادیت جیسی برائیوں سے انسانیت کو نجات دلاتے ہیں اور تمام انسانوں کو خدا کے ایک کنبہ کے طور پر مل جل کر اور صلح و آشتی سے رہنا سکھاتے ہیں۔ انبیاء انسانی نسل کے مختلف طبقوں کے مابین امن استوار کرتے ہیں اور انسانوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان ربط و ضبط پیدا کرتے ہیں۔ حرص و طمع، خود غرضی، مادی فوائد سے محبت، ہوسِ اقتدار ان تمام سفلی خواہشات کی تطہیر کی جاتی ہے اور ان کی جگہ انسان بے غرض اور خوفِ خدا رکھنے والے بندوں کی طرح رہنا سیکھتے ہیں جن کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انسانیت کی خدمت کی جائے اور انسانی معاشرے سے ظلم و جور اور بے راہ روی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔

کیا کوئی شاعر ایسا کر سکتا ہے؟ کیا کوئی شاعر اس قابل ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بات کا اظہار اس طور سے کرے کہ وہ اس کی اپنی تعلیمات سے متصادم نہ ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایسے لوگوں کو جو کہ اس کے اشعار پر پروانہ وار نثار ہوتے ہیں، کے کردار کو نیکی کی شمع سے منور کر دے۔ انسانی تاریخ اور تجربات اس امر کے شاہد ہیں کہ اس سوال کا جواب واضح طور پر اور لازماً نفی میں ہی ہوگا۔

یہ الزام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شیطانی قوتوں کے زیرِ اثر تھے، کو بھی قرآن پاک نے مکمل طور پر رد کر دیا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک انسان جس پر شیطانی روح کا غلبہ ہو یا گھٹیا قسم کی فوق العادت قوت کا مالک ہو، وہ خالق حقیقی اور مخلوق کی راہ میں ایستادہ توہمات کے بت کو پاش پاش کر سکے۔ وہ بت پرستی اور مادی گھٹن میں الہام کے مقدس اور متوازن خیال کو کس طرح بحال کر سکتا تھا۔ اس معاشرہ کی اخلاقی تطہیر کا بیڑہ کس طرح اٹھا سکتا تھا جو کہ برائیوں اور گمراہیوں کی انتہاہ گہرائیوں میں گری پڑی تھی۔ وہ انسانیت کو ایک ایسا ضابطۂ اخلاق کس طرح مرحمت فرما سکتا تھا جس کا مقصد نہ صرف انفرادی اصلاح تھا بلکہ سیاسیات، معاشیات، قانون اور اخلاقیات کی بھی اصلاح تھا۔ جو شخص بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور اخلاقِ حمیدہ سے آشنا ہے اور آپ کی تعلیمات اور زندگی کے چلن سے واقف ہے وہ ماسوائے اس پاک ہستی کی تعظیم کے اور کچھ نہیں سوچ سکتا۔ کیا کسی شیطانی قوت کے زیرِ اثر شخص سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا اس قدر قرب حاصل ہوگا۔ اُسے اپنے مشن کی رفعت اور پاکیزگی کا اس قدر خیال ہوگا اور وہ اس کی راہ میں حائل شدید رکاوٹوں کے باوجود اسے کامیاب بنانے کے لیے شب و روز اس طرح کوشاں ہوگا۔ اپنے دوستوں کے اوصاف سے اس قدر آشنا ہوگا اور اپنے دشمنوں کی ہٹ دھرمی اور گھمنڈ سے بھی واقف ہوگا۔ دل و دماغ کے یہ گراں بہا اوصاف کسی ایسے شخص کی ذات میں ملنا محال ہیں جو کہ شیطانی قوتوں کے زیرِ اثر ہو۔ تاریخ کسی دوسرے ایک ایسے شخص کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس کے پیغام نے دنیا کی ایک انتہائی متوازن اور شریفانہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیب کو جنم دیا۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

"لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں؟ وہ ہر جعل ساز بدکار پر اترا کرتے ہیں۔ سنی سنائی باتیں کانوں میں پھونکتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ (۲۶: ۲۲۱-۲۲۳)

اسی طرح قرآن اس امر کی بھی پرزور تردید کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی 'جن' کے زیر اثر بات کرتے تھے۔ "کیا انھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ ان کا رفیق کسی طرح بھی جن کے زیر اثر نہ تھا، وہ تو صرف ایک سیدھے سادے خبردار کرنے والے انسان تھے۔" یہاں رفیق سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ قرآن پاک لوگوں کو یہ سوچنے کی دعوت دیتا ہے کہ ایسا انسان جو کہ خود غرضی اور ہوس اقتدار سے یکسر عاری تھا اور جس کی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری میں بسر ہوئی، جو ہر دلعزیز شخصیت کا حامل تھا اور جو امانت و دیانت کا پیکر تھا۔ اور جس نے نہ صرف زندگی کے ایک پہلو میں انسانیت کی رہنمائی کی بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں انسانوں کو سیدھی راہ دکھائی وہ کس طرح 'جن' کے زیر اثر یہ عظیم کامیابی حاصل کر سکتا تھا۔ تاریخ کی ورق گردانی کیجیے اور دیکھیے کہ کیا شیطانی قوتوں کا حامل کوئی شخص اس قابل ہوا ہے کہ وہ اس قدر عظمت حاصل کر سکے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ کو اپنی نبوت کے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں حاصل ہوئی۔ آپ کا ظہور قدسی ایسی سرزمین اور لوگوں میں ہوا جو کہ کوئی قابل فخر شاندار ماضی نہ رکھتے تھے۔ یہ صرف آپ کی ذات گرامی تھی جس نے ایسی قوم کو بام عروج پہ پہنچایا، عظیم سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا۔ مدت دراز سے قائم شدہ مذاہب کو ختم کر دیا اور لاتعداد مردود خواتین کے کردار کو بدل کر ایک نئی دنیا — دنیائے اسلام کو جنم دیا۔ کیا کوئی ذی ہوش یہ خیال کر سکتا ہے کہ ایسا انقلاب جس نے نہ صرف دنیا کے نقشہ کو بدل کر رکھ دیا ہو بلکہ انسانی اخلاق کو بھی پاکیزہ تر بنایا ہو اور علم کی وسعتوں میں بھی اضافہ کیا ہو، وہ ایک ایسے انسان کا مرہون منت ہو سکتا ہے جو کہ 'جن' کے فسوں کے زیر اثر ہو۔

یہ حقیقت کہ مخالفین کا اپنے الزامات کے معاملے میں بھی متفق الرائے نہ ہونا، بذات خود ان الزامات کو جھوٹا قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ یہ عقل و خرد سے عاری لوگ محض اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کیچڑ اچھالتے ہیں کہ ممکن ہے ان کا کوئی الزام ہی کارگر ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی تنقید کے معاملے میں کوئی ٹھوس اور یکساں طریق کار اختیار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کر سکے۔ وہ اپنے اس ناپاک مقصد کے حصول کے لیے متضاد بہتان تراشتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپؐ ایک شاعر تھے، کبھی آپ کے فرمان کو جوتشی اور جادوگر کی باتیں قرار دیتے تھے۔ یہ امر بلاشبہ اپنی جگہ حیران کن ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو کہ غیر تعلیم یافتہ تھا اور جس کو قدیم مذہبی کتب کا کوئی علم نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس اعزاز سے مشرف فرمایا کہ اس پر قرآن پاک نازل ہوا جو کہ اپنی بے مثال، پاکیزہ تر اور لطیف زبان اور برتر حیثیت کی بنا پر اپنے الہامی ہونے کے لیے بذاتِ خود ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔

ایک الزام یہ بھی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عام انسان کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، آپؐ کے بیوی بچے تھے اور اس لیے آپؐ کی ذاتِ گرامی میں کوئی ایسی غیر معمولی اور فوق الفطرت بات نہ تھی جو کہ آپؐ کو عام انسانوں سے ممتاز کرتی اور آپؐ کے نبی ہونے پر دلالت کرتی۔

قرآن پاک میں بہ تفصیل اس امر سے بحث کی گئی ہے اور نتیجتاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء انسانوں کی رہنمائی کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ وہ انسان ہوتے ہیں اور اس لیے کسی غیر معمولی قوت کے حامل نہیں ہوتے۔ قرآن پاک خود اس امر پر زور دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے۔

"اے محمدؐ! کہو کہ میں ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے، کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔" (xviii : 110)

"اے نبیؐ! ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی ہے۔ لہٰذا تم سیدھے اسی کا رخ اختیار کرو اور اس سے معافی چاہو۔" (xli : 6)

قرآن پاک اس کی وجہ بھی بیان کرتا ہے کہ کیوں نبی کی پیدائش صرف انسانوں میں ہی ہونی چاہیے۔ یہ اس لیے کہ نبی کو انسانیت کی رہنمائی کا فرض سونپا جاتا ہے اور یہ فریضہ صرف انسان ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ اس فرض کی احسن ادائیگی کے لیے اسے ایک انسان کی طرح زندگی بسر کرنا ہوگی۔ زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز اور اس کی تکلیفات کو سہنا ہوگا تاکہ اس کے ارد گرد کے انسان اس کے نقشِ قدم پر چل سکیں اور لوگ اس کی ذات میں دینداری اور پرہیزگاری کا ایک زندہ نمونہ پا سکیں۔ اس کی زندگی خالقِ کائنات کی صفات کا مظہر ہو۔ وہ انسانی زندگی کا مثالی نمونہ پیش کرتا ہو۔ یہ مقصد صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب نبی انسان ہو اور اپنی عملی زندگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں صالح سیرت کا مظاہرہ کرے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ بحیثیت انسان لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھا سکے اور ان میں مذہب سے لگاؤ اور زہد و تقویٰ پیدا کر سکے۔

عرصہ دراز سے لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ایسے انسان کو جس کے پاس کوئی مافوق البشری قوت نہ ہو، کبھی بھی خدا انسانیت کی اصلاح کا فرض تفویض نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک اس غلط نظریہ کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ فرشتے انسانی احساسات اور جذبات سے یکسر عاری ہوتے ہیں اس لیے وہ انسانوں کے لیے اچھے مصلح ثابت نہیں ہو سکتے۔ انسان صرف ایسے اعمال سے ہی سیکھ سکتا ہے جو کہ انسانی احساسات سے وابستہ ہوں اور انسانی زندگی کے مختلف مسائل سے دوچار ہوں۔ چنانچہ یہ صرف انسان ہی ہے جس کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ احکام الٰہی کو انسانوں تک پہنچائے اور خالقِ حقیقی کے احکام کے مطابق زندگی گزار کر اس کے عملی مضمرات کی انسانوں کے سامنے وضاحت کرے۔ انبیا کے قول و فعل ہر لحاظ سے مثالی ہوتے ہیں کیونکہ ان کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی دوستی سے عبارت ہوتی ہیں۔

> "لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔ ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور کسی فرشتے ہی کو ان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔" (۹۴-۹۵ : xvii)

مندرجہ بالا آیات صاف طور پر ظاہر کرتی ہیں کہ صرف انسان ہی اس قابل ہے کہ انسانوں کی رہنمائی کر سکے کیونکہ اس کی زندگی عملی رہنمائی کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ چونکہ یہ دنیا انسانوں کی بستی ہے اور اس لیے ان کی اصلاح کے لیے انبیاء کو انسانوں کے روپ میں بھیجا جاتا ہے۔ چنانچہ صرف انسان ہی اس عظیم فرض کو کامیابی سے نبھا سکتے ہیں۔

> "کہتے ہیں اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا۔ اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، پھر انھیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم فرشتے کو اتارتے تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے۔" (۸-۹ : vi)

حضورؐ کے مخالفین کے پراپیگنڈہ کا ایک اور طریقہ یہ تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات کا تمسخر یہ کہہ کر اڑاتے تھے کہ یہ الہامات مکمل طور پر انسانی ذہن کی پیداوار ہیں۔ یہ یا تو حضورؐ کا کام ہے یا پھر یہ حضورؐ کے نائبین کا کیا دھرا ہے یا پھر یہ قدیم مذہبی کہانیاں ہیں۔ قرآن پاک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس الزام کی پُرزور تردید ان الفاظ میں کی ہے۔

"جن لوگوں نے نبی کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ قرآن ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین اور آسمانوں کا بھید جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔" (۲۵: ۴-۶)

اس الزام کو قرآن پاک کی کئی ایک دوسری آیات میں مختلف طریقے سے دہرایا گیا ہے۔

"ہمیں معلوم ہے یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی پڑھاتا ہے۔ حالانکہ ان کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے۔ اللہ کبھی ان کو صحیح بات تک پہنچنے کی توفیق نہیں دیتا اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے (جھوٹی باتیں نبی نہیں گھڑتا بلکہ) جھوٹ وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔" (۱۶: ۱۰۳-۱۰۶)

قرآن پاک کی تعلیمات کو جھٹلانے کے سلسلے میں سب سے بڑا اعتراض یہی ہے اور یہ اعتراض اس قدر احمقانہ اور کھوکھلا ہے کہ اس پر غور کی بھی ضرورت نہیں۔ اشخاص جن کے نام اس سلسلے میں پیش کیے گئے وہ تھے جابر، یاسر، عائش، یا عش، قیس اور ادیس۔ یہ سب حضرات طاقتور عرب ملکوں کے بے بس غلام تھے۔ یہاں یہ امر بلاشبہ حیران کن ہے کہ وہ اشخاص جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی کارگری سکھانے کا الزام ہے یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے قرآن کے الہامی ہونے پر یقین کیا اور اپنے اس ایمان کی خاطر اپنے آقاؤں کے ہر ظلم و ستم کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

مزید برآں ان میں سے کوئی بھی نسلاً عربی نہ تھا بلکہ سب عجمی تھے جو کہ عرب کی منڈیوں میں غلاموں کے طور پر فروخت کیے گئے تھے۔ کیا یہ امر کچھ کم حیران کن ہے کہ وہ لوگ جو کہ نسلاً عجمی تھے اس قابل ہو سکتے تھے کہ وہ قرآن پاک جیسی کتاب جس کی زبان انتہائی اعلیٰ و ارفع اور فصیح ہے، جو کہ اپنے الفاظ کی بندش اور فقرات کے اعتبار سے منفرد حیثیت کی حامل ہے، جس کا اپنا ایک مخصوص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازِ بیان ہے، جو آیات کے آغاز و اختتام کا غیر معمولی اسٹائل رکھتی ہے اور جو خیالات کے بہاؤ، واقعات کے بیان، انتباہ اور دلائل کا ایسا انوکھا طریقہ رکھتی ہے، جس کی مثال انسانی تاریخ میں ملنا محال ہے، کو وضع کر سکتے۔ قرآن پاک باوجود مختلف نوعیت کے مضامین کا احاطہ کیے ہوئے ہونے کے ترکیب و ترتیب کا ایک عظیم اور حسین مرقع ہے۔ عرب تو صرف نثر یا شاعری سے آشنا تھے۔ ان کی نثر مقفیٰ اور غیر مقفیٰ میں منقسم تھی۔ دانشور اشعار میں اظہارِ خیال کرتے تھے۔ جہاں تک ان کی نثر کا تعلق ہے یہ عام لوگوں کے استعمال میں تھی۔ قرآن اس دور کی نثر اور شاعری سے بالکل مشابہ نہیں کیونکہ اس کی آیات کا اختتام قافیہ بندی اور نثر کے ساج سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ قرآن پاک نے بلاشبہ اظہار کا ایک منفرد ذریعہ رائج کیا ہے جو کہ عام انسان کی دسترس سے باہر ہے۔

ایک اور بے معنی اعتراض یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً ایک ایسے شخص نہ تھے جن پر وحی نازل ہوتی۔ وہ بالکل اس کے اہل نہ تھے۔ عام عرب تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک ایسا انسان جس کی حیثیت ایک یتیم بچے سے زیادہ نہ تھی جس کے پاس امارت کے دکھاوے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اسے نبی کی حیثیت سے سرفراز کیا جا سکتا تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ نبوت سے صرف قبائل کے دولتمند سرداروں کو ہی نوازا جا سکتا ہے۔

"کہتے ہیں، اگر صرف اس قرآن کو نازل ہونا ہی تھا تو یہ دو شہروں (مکہ اور طائف) کے بعض بڑے آدمیوں پر نازل ہوتا۔" (xliii ۳۱)

اس تنقید کے رد میں قرآن پاک فرماتا ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کس کو ملنی چاہیے۔ اس لیے کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کے انتخاب پر معترض ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس امر کی سفارش کرے کہ وہ کس کو اس کے لیے منتخب کرے اور کس کو نظر انداز کرے۔

"کیا یہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے تقسیم کنندہ ہیں؟"

منکرین کا کہنا یہ تھا کہ وہ اس وقت تک حضورؐ کی نبوت پر یقین نہیں کریں گے تاوقتیکہ انہیں خود پیغمبرانہ تجربات حاصل نہ ہوں۔

"جب ان کے سامنے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں، ہم نہ مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔" (vi ۱۲۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن ایسے مطالبہ کو عجیب وغریب خیال کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس امر کا بہتر فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کے انعام کا حق دار کون ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنے پیغام کے اعلان کا فریضہ کس کو سونپے۔

"اور اسی طرح (اے محمدؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔" (xlii : ۵۲)

پھر سورۂ جمعہ میں اس بات کی مزید وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا، جو انھیں اس کی آیات سناتا، ان کی زندگی سنوارتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اور (اس رسول کی بعثت) ان دوسرے لوگوں کے لیے بھی ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے یہ اس کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔" (lxii : ۱-۳)

معجزات کا مطالبہ

مخالفین کا آخری گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو کہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وحی کا حامل صرف وہی انسان ہو سکتا ہے جو کہ فوق الفطرت قوت رکھتا ہو۔ جب وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے کہ وہ عام انسانوں کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، اپنے روزمرہ کے استعمال کی اشیا خریدتے تھے، سردیوں میں سرد جھونکوں سے اپنے آپ کو بچاتے تھے اور گرما کی جھلسا دینے والی گرمی سے اپنی حفاظت کا بندوبست کرتے تھے جس طرح کہ دوسرے انسانوں کا خاصہ ہے تو وہ آپؐ کو خدا کا نبی ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ آپؐ میں کوئی غیر معمولی صلاحیت نہ پاتے تھے۔ ان کے نزدیک نبی کا مافوق ہونا ازبس ضروری تھا۔ اس لیے کفار حضورؐ کی نبوت کو شک کی نظر سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے:

"کہتے ہیں، یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور (نہ ماننے والوں کو) دھمکاتا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کچھ نہیں تو اس کے لیے خزانہ ہی اتار دیا جاتا، یا اس کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا جس سے یہ (اطمینان کی) روزی حاصل کرتا؟ اور ظالم کہتے ہیں کہ تم لوگ تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو۔" (۲۵: ۷-۸)

سورۂ بنی اسرائیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں فوق الفطرت نشانیوں کا تقاضا اور بھی زیادہ شدید ہے۔

"انھوں نے کہا، ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کردے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کردے۔ یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔"

(۱۷: ۹۰-۹۳)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراضات اگرچہ متعدد ہیں لیکن ان اعتراضات میں سے ایک الزام یکساں ہے اور وہ یہ کہ حضورؐ کے پاس فوق الفطرت قوت کا ہونا ضروری تھا جس سے وہ جب چاہیں فطری عمل کو معطل یا توڑ سکیں۔ ان اعتراضات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

"اے محمدؐ! ان سے کہو، پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا کچھ اور ہوں۔" (۱۷: ۹۳)

مندرجہ بالا آیت میں انتہائی خوب صورتی سے وضاحت کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک خبردار کرنے والے انسان تھے اور اس لیے فوق الفطرت قوت کے مالک نہ تھے۔ زمین کو پھاڑ کر چشمہ جاری کرنا، دریا رواں کرنا، آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرانا، سونے کا گھر بنانا، ایک سچے نبی ہونے کے ضروری لوازمات نہیں۔ اس کے برعکس سچے نبی کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ انتہائی نیک اور صالح ہو، راست باز ہو، دیانت دار ہو، بے داغ اور شاندار اخلاق کا حامل ہو، پاک باز، پاک دامن، باعصمت اور باعفت ہو، بے غرض اور انسانیت سے محبت رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی پیروی کرنے والا ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک میں اس بارے میں کئی ایک جگہ اس بات کا ذکر آیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ معجزات نبی کے ہاتھ میں نہیں ہوتے۔

"کسی رسول کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اذن کے بغیر خود کوئی نشانی لے آتا۔ پھر جب اللہ کا حکم آگیا تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور اس وقت غلط کار لوگ خسارے میں پڑ گئے۔" (xi : ۷۸)

نبی پاک خود اقرار کرتے ہیں کہ وہ معجزہ صفت شخصیت کے حامل نہیں اور اس لیے وہ اپنی مرضی سے معجزات نہیں دکھا سکتے کیونکہ یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ انھوں نے نہایت صاف الفاظ میں بیان کیا کہ نبی صرف اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوتا ہے جو کہ ایمانداری سے اپنے آقا کے احکام بجا لاتا ہے۔

"اے محمدؐ! ان سے کہو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔" (vi : ۵۰)

"اے محمدؐ! ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے، حالانکہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں۔" (vii : ۱۸۸)

معجزات کے تقاضا کے جواب میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کی غیر معمولی پاک زندگی اور بے مثال کتاب جس کا ان پر نزول ہوا بذات خود دو ایسے معجزات ہیں جو کہ آپؐ کے نبوت کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیا یہ کم معجزہ ہے کہ ایک بے یار و مددگار انسان جس کے پاس کوئی مادی وسائل نہ تھے، جو سالہا سال تک لوگوں کی شدید نفرت کا نشانہ بنا رہا، جو ایسے مشن کی کامیابی کے لیے سرگرداں تھا جس سے اس کی اپنی کوئی غرض وابستہ نہ تھی اور جب لوگ اس کے اردگرد جمع ہونے شروع ہو گئے تو اس نے انھیں اپنا غلام بنانے کی بجائے یہ ترغیب دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں جو کہ کل کائنات کا مالک اور پالنے والا ہے، پھر اس شخص جو کہ غیر تعلیم یافتہ تھا نے لوگوں کو ایسی کتاب دی جو کہ سراپا رشد و ہدایت ہے، جو کہ انسانی زندگی سے وابستہ قوانین کا ایک نادر مجموعہ ہے، جو عبادت اور اخلاق کا ایک ضابطہ ہے اور آج بھی انسانی نسل کا ایک بہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا حصہ اس کی تنظیم کرتا ہے اور اسے سچائی کا ایک اعجاز خیال کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑے معجزات ہیں اور ان معجزات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن اس چیز پر زور دیتا ہے۔

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہ اتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں اس کے رب کی طرف سے؟
کہو، نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر؛
اور کیا ان لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو
انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں
کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔" (۵۰۔۵۱: xxix)

ان آیات میں قرآن حکیم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ قرار دیا گیا ہے جو کہ الہامی زبان میں نازل ہوا۔ کیا اس سے بڑا معجزہ کوئی اور ہو سکتا ہے؟ اور کیا آپ اس سے بڑے معجزے کا تقاضا کر سکتے ہیں؟

قرآن مجید مزید فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور غیر متوقع نہ تھا۔ تمام انبیاء اور الہامی کتب آپؐ کے ظہور قدسی کی خبر دیتی ہیں، آپ کی مدح سرائی کرتی ہیں اور اپنے پیروکاروں کو آپؐ کی اطاعت کی ہدایت کرتی ہیں۔

"کیا ان (اہلِ مکہ) کے لیے یہ کوئی نشانی نہیں ہے کہ اسے علماء اسرائیل جانتے ہیں۔"

(۱۹۷: xxvi)

"وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں لاتا؟ اور کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی تمام تعلیمات کا بیان واضح نہیں آ گیا۔" (۱۳۳: xx)

قرآن پاک نے اس حقیقت کی بھی نشاندہی کی ہے کہ کفار کا معجزات کے لیے مطالبہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کے بارے میں فضول باتیں کر کے ان کو ذہنی کوفت پہنچانا چاہتے تھے۔ تمام شکوک و شبہات کے باوجود جب لوگ دینِ حق کی طرف کھنچے چلے جا رہے تھے تو ان کا مفاد آڑے آتا تھا۔ انھیں یہ کسی صورت بھی گوارا نہ تھا کہ اپنا مذہب ترک کر دیں کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ استحصال کے سارے ذرائع اور مواقع کھو دیں گے۔ انھیں اچھی طرح اس بات کا احساس تھا کہ دینِ اسلام قبول کرنے سے انھیں اپنے عیش و عشرت اور مادی مفادات پر کئی ایک پابندیاں قبول کرنا پڑیں گی جن سے وہ غیر اخلاقی اور ناجائز ذرائع سے عرصہ دراز سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک میں کئی ایک مثالیں آئی ہیں کہ جب انبیاء نے معجزات دکھائے تو ہٹ دھرم اور ضدی کفار نے انھیں یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ تو سوائے جادو کے کرشمہ کے اور کچھ نہیں۔

"مگر جب ہماری کھلی کھلی نشانیاں ان لوگوں کے سامنے آئیں تو انھوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ انھوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے۔ اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا انجام کیا ہوا؟" (۲۷ : ۱۳-۱۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وجہ بتلائی ہے کہ کفار کیوں حلقہ بگوشِ اسلام نہ ہوتے تھے۔ یہ محض ان کی ہٹ دھرمی تھی جو کہ انھیں سیدھے راستے سے دور رکھتی تھی، کفار کی ہٹ دھرمی کا یہ حال تھا کہ حضورؐ کے اشارہ پر اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا تو انھوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور اس کو یکسر نظر انداز کر دیا کہ یہ تو محض جادوگری کا کرشمہ ہے۔

"قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ انھوں نے (اس کو بھی) جھٹلا دیا اور اپنی خواہشاتِ نفس ہی کی پیروی کی۔ ہر معاملہ کو آخر کار ایک انجام پر پہنچ کر رہنا ہے۔ (۵۴ : ۱-۳)

قرآن پاک مزید وضاحت کرتا ہے کہ چونکہ کفار ہٹ دھرم تھے اور کوتاہ نظر تھے اس لیے وہ صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے مظاہر کا ان پر کوئی اثر نہ تھا کیونکہ وہ اپنی اس ہٹ دھرمی اور گھمنڈ کی وجہ سے جو کہ انھوں نے رسولِ خدا کے بارے میں روا رکھا ہوا تھا کی وجہ سے عقل سے یکسر عاری ہو چکے تھے۔

"لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جو ان کے سامنے آئی ہو اور انھوں نے اس سے منہ نہ موڑ لیا ہو۔" (۶ : ۴)

ایک اور جگہ قرآن پاک کفار کی ہٹ دھرمی کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"اے پیغمبر! اگر ہم تمھارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنھوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔" (۶ : ۷)

متذکرہ بالا شکوک و شبہات کے علاوہ حضورؐ کی نیت پر بھی شک کا اظہار کیا گیا۔ کفار نے یہی ناکام کوشش کی کہ حضورؐ کا مذہبی مشن جس کے بارے میں آپ کا دعویٰ ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حکم دیا مادی مفادات سے زیادہ کچھ نہیں۔ آپ اپنے ان مذہبی ہتھکنڈوں سے ان پر طاقت اور غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن پاک ان الزامات کو رد کرتا ہے اور بار بار اس امر پر زور دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبردار کرنے والے انسان تھے اور آپ کا مقصد محض انسانوں کو انتباہ کرنا تھا اور اس میں ان کا اپنا کوئی مفاد پوشیدہ نہ تھا :

"اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ (XXXIV : ۴۷)

حضورؐ کی سیرت پاک اور حیاتِ طیبہ کا مستند ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ اہلِ مکہ کو یہ احساس اچھی طرح ہو چکا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے اس لیے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بیشتر حیلوں بہانوں سے تنگ کرتے رہتے تھے۔ ایک دن مکہ کے بعض آدمی کعبہ کے ارد گرد جمع ہوئے اور آپؐ کو بلا بھیجا۔ جب آپؐ تشریف لائے تو آپ سے یوں مخاطب ہوئے :

"ہم نے عرب کا کوئی دوسرا آدمی ایسا نہیں دیکھا جو کہ قوم کے لیے اتنی بڑی تباہی لایا ہو جتنی کہ آپؐ لائے ہیں۔ آپ نے ہمارے خداؤں اور مذہب کی توہین کی ہے اور ہمارے آباؤ اجداد اور دانشوروں پر بد اخلاقی اور غلط کاری جیسے الزامات لگائے ہیں اور اس طرح ہماری صفوں میں رخنہ ڈال دیا ہے۔ آپؐ نے ہمارے تعلقات میں کشیدگی پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اگر آپ نے یہ سب کچھ دولت حاصل کرنے کے لیے کیا ہے تو ہم مل کر آپ کو مالا مال کر دیں گے اور اتنی دولت دیں گے کہ کسی قریشی کے پاس اتنی نہ ہو گی۔ اگر آپؐ کی خواہش ہو تو ہم آپؐ کو اپنا سردار بنا لیں گے۔ اگر آپ بادشاہت کی خواہش کرتے ہیں تو ہم آپ کو یہ بھی دینے کے لیے تیار ہیں۔ اگر آپؐ کسی بدروح کے غلبہ میں ہیں اور آپؐ اس سے نجات حاصل نہیں کر سکتے تو ہم ایسے ماہرین کی خدمات حاصل کر لیں گے جو کہ آپؐ کو صحتیاب کر دیں گے"

کیا آپ لوگ سب کچھ کہہ چکے ہیں؟ حضورؐ نے دریافت فرمایا اور جب انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا :

"میں آپ کی طرف سے پیش کی جانے والی کسی چیز کا طلبگار نہیں ہوں۔ میں جو کچھ آپ کے لیے لایا ہوں اس کے بدلے میں کچھ نہیں چاہتا خواہ یہ دولت ہو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلیٰ مرتبہ ہو یا بادشاہت ہو۔ میں آپ کی طرف اللہ کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور آپ کو خبردار کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے جو کہ آپ کے لیے ماسوائے ایک اچھی چیز کے اور کچھ نہیں۔ اگر تم اسے قبول کرتے ہو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس دنیا میں فائدے میں رہو گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہو گے۔ اگر تم اس کا انکار کرو گے تو میں ثابت قدم رہوں گا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کروں گا۔"

کفارِ مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والی متذکرہ بالا گفتگو سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ کیوں حضورؐ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ اسلام کی مخالفت کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کے اپنے مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے اور وہ دین اسلام کے سیاسی اور معاشی مضمرات سے خوفزدہ تھے۔

خواتین کے لیے بہترین تحفہ

کتاب

تہذیب النسواں وتربیت الانسان

مصنفہ

شاہجہان بیگمؒ والیہ ریاست بھوپال

ہم نہایت مسرت سے اعلان کرتے ہیں کہ یہ کتاب بڑے اچھے اور اعلیٰ معیار پر طبع ہو کر آ گئی ہے۔ مسلم خواتین کے لیے بہترین تحفہ تصور کی گئی ہے۔ آج تک عورتوں کے جملہ دینی اور دنیاوی مسائل پر اس قدر جامع اور آخری کتاب مارکیٹ میں نہیں لکھی گئی۔ تمام مسائل قرآن وحدیث کے حوالہ جات سے درج کیے گئے ہیں۔ لڑکیوں کی شادی کے موقع پر جہیز میں یہ کتاب تحفہ دے کر اپنی لڑکی کا مستقبل روشن اور تابناک بنائیں بے شمار عورتوں نے اس کتاب کو پڑھ کر اظہار تحسین فرمایا ہے۔ الغرض تہذیب نسواں ہر لکھی پڑھی بہن کا زیور، بیٹی کا جہیز اور بیوی کی ضرورت ہے۔ پہلی فرصت میں طلب فرمائیے۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ بڑا سائز، صفحات ۴۲۴، مجلد اعلیٰ، کتابت وچھپائی بہترین، کاغذ سفید، چار رنگا ڈسٹ کور، قیمت ۵۰/۱۶ تعلیم

مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ:۔ نعمانی کتب خانہ۔ حق سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاھور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آباد شاہ پوری

دعوتِ حق کے داعیٔ اعظم ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس کا ذکر مختصر مگر نہایت بلیغ الفاظ میں سورۂ احزاب میں ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ یعنی بحیثیت رسول آپ کے پانچ اوصاف ہیں، آپ نوعِ انسانی پر گواہ ہیں، بشارت دینے والے ہیں، ڈرانے والے ہیں، اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اور چراغ روشن ہیں۔ ان پانچ الفاظ میں حضورؐ کا مقصدِ بعثت اس طرح سمٹ آیا ہے جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا جائے۔ بنیادی طور پر یہ آیت ان تمام خوش عقیدگیوں کی جڑ کاٹ دیتی ہے جن کا تانا بانا عجوبہ پسند ذہنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ کے اردگرد بُن دیا ہے اور جنھوں نے وہ تمام امتیازات ختم کر دیے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان موجود ہیں اور جن کی تعلیم خود رسول اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ان پانچ الفاظ میں سے ہر لفظ مطالب و مفاہیم کی وسیع دنیا اپنے دامن میں رکھتا ہے لیکن چونکہ ہمارا آج کا موضوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داعیانہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے اس لیے ہم صرف اسی پہلو پر حصر کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جو دعوت لے کر آئے وہ انسان کی پوری زندگی سے متعلق تھی۔ یہ ایک انقلابی دعوت تھی جو انسان کے فکر و نظر اور کردار و عمل کی دنیا کو یکسر بدل ڈالنا چاہتی تھی۔ انسان صدیوں سے جن محدود تصورات میں مقید چلا آتا تھا، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو جن خطوط پر اس نے از خود استوار کر لیا تھا۔ یہ انقلابی دعوت ان تمام تصورات کو ادھیڑ کر اور تمام خود ساختہ خطوط کو ختم کر کے نئے تصورات اور خطوط پر اس زندگی کو استوار کرنا چاہتی تھی۔ عبد اور معبود کے جس رشتے کو نوعِ انسان نے فراموش کر دیا تھا اسے از سرِ نو قائم کرنا چاہتی تھی۔ یہ انقلابی دعوت کسی خاص سرزمین اور کسی خاص قوم کے لیے نہ تھی بلکہ رنگ و نسل کے امتیازات اور زبان و وطن اور زمان و مکان کی حد بندیوں سے ماورا، پوری انسانیت اس کی مخاطب تھی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی داعیانہ حیثیت، گزشتہ تمام انبیاء سے بالکل مختلف تھی جو بہر حال ایک محدود دور اور خاص قوموں کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض رسول اور پیغمبر اور دعوتِ حق کے داعی و مبلغ ہی نہ تھے بلکہ پوری انسانیت کے لیے آپؐ کا کردار نمونۂ عمل بھی تھا اس لیے بھی حضورؐ کا مقامِ دعوت دوسرے انبیاء سے بالکل جداگانہ تھا۔

کسی دعوت اور تحریک کی کامیابی کے لیے دو باتیں اشد ضروری ہوتی ہیں دعوت دینے والے کا انفرادی کردار اور دعوت کا انداز اور طریقِ کار۔ کوئی بھی دعوت اور تحریک جب اٹھتی ہے تو اسے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر یہ دعوت اور تحریک کسی معاشرے کے معمولات اور اس کے برسرِ اقتدار طبقات پر جتنی زیادہ شدید ضرب لگانے والی ہو اتنی ہی اس کی مخالفت بھی شدید کی جاتی ہے۔ مخالفین اگرچہ مختلف گروہوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور ہر گروہ ایک دوسرے کا مخالف لیکن اس دعوت اور تحریک کی مخالفت میں وہ متحد ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ دعوت اور تحریک جیسے جیسے جڑ پکڑتی اور قلوب و اذہان مسخر کرتی جاتی ہے مخالفت اتنی ہی تیز و تند ہونے لگتی ہے۔ اس بے پناہ مخالفت کا مقابلہ دعوت اور تحریک کا داعی اپنے کردار کی مضبوطی اور ثبات ہی سے کر سکتا ہے۔ یہی نہیں کہ خود اس کا اپنا کردار مضبوط اور بلند ہو کہ مخالفین کی شدید سے شدید کارروائیاں اور حملے اسے سرنگوں نہ کر سکیں بلکہ وہ اپنے پیروکاروں کے دلوں میں بھی جرأت و عزیمت اور صبر و ثبات کا ویسا ہی جذبہ پھونک سکے جس سے وہ خود سرشار ہے۔ یہ تو عام دعوتوں اور تحریکوں کا معاملہ ہے۔ اسلام کی دعوت و تحریک کی کامیابی کے لیے تو اس سے کہیں زیادہ کردار کی بلندی اور مضبوطی کی ضرورت ہوتی ہے کہ یہ تحریک اور دعوت، دنیا میں پائی جانے والی ہر برائی سے برسرِ پیکار ہوتی ہے اور کسی بھی مرحلے میں اس کے ساتھ مداہنت اور مصالحت کی پالیسی اختیار نہیں کرتی۔ اسلامی دعوت کے داعی کو چومکھی لڑائی لڑنا ہوتی ہے، اپنے معاشرے کے اندر اور باہر بیک وقت متعدد محاذوں پر۔ اس جنگ میں کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب اس میں یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم پائے جائیں اور اس کے کردار کی عملی مثال اس کے متبعین کو بھی ان اوصاف سے متصف کر سکے۔

داعی کے انفرادی کردار کی طرح دعوت کا انداز اور طریقِ کار بھی اس کی کامیابی کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ دعوت بجائے خود کتنی ہی پرکشش اور صحیح کیوں نہ ہو کسی معاشرے میں اسی وقت جڑ پکڑتی ہے جب کہ اسے نہایت حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے۔ دعوت کے مخاطب گوناگوں ذہنیت اور علمی و فکری سطح کے لوگ ہوتے ہیں، ان کے اندر بیسیوں قسم کی کمزوریاں ہوتی ہیں جن سے انھیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا پیار ہوتا ہے، ان کے اندر مختلف نوعیت کی اندھی عصبیتیں ہوتی ہیں جن کے خلاف وہ ایک کلمہ سننا گوارا نہیں کرتے، ان کی محبتوں اور عقیدتوں کے کچھ مرکز ہوتے ہیں جن پر ذرا سی انگشت نمائی بھی ان کی برداشت سے باہر ہوتی ہے اس لیے ان لوگوں میں کام کرنے کے لیے بڑی حکمت و دانش کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر حالات ہمیشہ یک رنگ نہیں رہتے بلکہ بدلتے رہتے ہیں اور ہمیشہ یکساں اور جامد طریق کار کام نہیں آتا۔ داعی کو ان بدلتے ہوئے حالات کو سامنے رکھ کر حکمتِ عملی وضع کرنا پڑتی ہے اس طرح کہ دعوت کے اصولوں اور بنیادی طریق کار پر کوئی زد نہ پڑے اور دعوت اپنی صحیح شکل و صورت میں اپنا راستہ اس طرح بناتی چلی جائے جس طرح ایک ندی پہاڑوں کی چٹانوں، وادیوں اور میدانوں میں اپنا راستہ بناتے ہوئے چلی جاتی ہے اور حالات کی تبدیلی نہ تو اس ندی کی ہیئت کو تبدیل کر پاتی ہے اور نہ اس کو اپنی منزل کی طرف بڑھنے سے روک سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ پر ہم جب ان دونوں زاویوں سے نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان کی ذات پوری تاریخ انسانی میں منفرد دکھائی دیتی ہے۔ انفرادی کردار کے اعتبار سے حضورؐ عظمت و نور کا ایک ایسا مینار ہیں جن کے آگے دنیا کی ساری بلندیاں ہیچ اور سرنگوں ہیں۔ حضورؐ کی سیرت اخلاقِ عالیہ سے عبارت تھی جس کی طرف لوگوں کے دل بے اختیار کھنچتے اور دشمن دوست بن جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے، بلکہ درگزر سے کام لیتے اور معاف فرما دیتے۔ کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں انتقام نہ لیتے، نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہ کرتے، کسی غلام، لونڈی عورت، خادم یا جانور کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ مارتے۔ کسی کی درخواست رد نہ فرماتے الّا یہ کہ ناجائز ہوتی۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے آپؐ خندہ جبین، نرم خو اور طبیعت کے مہربان تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے، نہ عیب جو اور تنگ گیر تھے۔ کوئی بُرا کلمہ زبان مبارک سے نہ نکالتے۔ کسی کی کوئی بات ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے۔ سلام میں پیش دستی فرماتے، راستہ چلتے ہوئے مرد، عورتیں، بچے، جو سامنے آتے انھیں سلام کرتے۔ اپنوں سے محبت کے ساتھ پیش آتے اور دشمنوں پر احسان کرتے (یہی اخلاقِ عالیہ تھے جس نے ایک طرف اپنوں کو جاں نثار اور فدا کار بنایا اور انھوں نے اپنے قرابتداروں بلکہ والدین تک پر آپؐ کی معیت و رفاقت کو ترجیح دی اور دوسری طرف دشمنوں کے دل جیتے اور ان کی تلواروں کو حق کے مقابلے میں کُند کر دیا۔ زید بن حارثہ کا واقعہ کون نہیں جانتا، وہ بچپن میں اپنے والدین سے چھٹے، غلام بن کر لائے گئے اور فروخت کر دیے گئے۔ ان کے والد اور چچا ڈھونڈتے ڈھونڈتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ پہنچے، مگر زیدؓ جو مدتوں اپنے گھر کی یاد میں تڑپتے رہے تھے، والد کے ساتھ جانے کے بجائے حضورؐ کا دامن تھام لیتے ہیں۔ یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثالؓ گرفتار ہو کر آتے ہیں۔ حضورؐ کے حکم سے نفیس عمدہ کھانا مہیا کیا جاتا ہے۔ حضورؐ ان سے پوچھتے ہیں۔ ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ کہتے ہیں: مجھے قتل کریں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون کچھ قیمت رکھتا ہے اور احسان فرمائیں گے تو ایسے شخص پر جو احسان ماننے والا ہے اور (فدیہ میں) مال لینا چاہتے ہیں تو وہ بھی حاضر کر سکتا ہوں ۔ تین دن آپؐ ان سے یہی بات پوچھتے ہیں اور وہ یہی جواب دیتے ہیں ۔ آخر انہیں رہا کرنے کا حکم صادر فرما دیتے ہیں۔ ثمامہ رہا ہو کر جاتے ہیں اور نہا دھو کر واپس آ جاتے ہیں۔ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں آج سے پہلے کوئی شخص میری نظر میں آپ سے بڑھ کر اور آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مبغوض نہ تھا، مگر اب آپ کی ذات اور آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے کوئی اور محبوب نہیں ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے اپنے خون کے پیاسوں کو جس طرح معاف کیا اس نے پورے عرب کے دل مسخر کر لیے اور یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا سماں بندھ گیا۔ دو سال کے اندر اندر پورا عرب آپؐ کے آگے دل و جان سے ہتھیار ڈال چکا تھا۔

حضورؐ کی داعیانہ زندگی کا ایک اور پہلو اللہ پر توکل اور اس سے گہری لَو اور خشیت تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک لمحہ یادِ الٰہی میں کٹتا تھا۔ سفر ہوتا یا حضر، گھر میں ہوتے یا مسجد میں، دسترخوان پر ہوتے یا میدانِ جنگ میں، ہر حالت میں دل و جان ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے زبان پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی۔ رات کا بڑا حصہ شب بیداری میں گزرتا اور اس ذوق و شوق سے تہجد کی نماز پڑھتے کہ پوری پوری رات اللہ کی حضوری میں کھڑے کھڑے گزر جاتی۔ پائے مبارک پر ورم آ جاتا۔ جنگ کے میدان میں بھی یہی کیفیت ہوتی۔ خشیتِ الٰہی سے اکثر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اللہ پر توکل کا یہ عالم تھا کہ حالات چاہے کیسے ہی ناموافق ہوتے، فضا کیسی ہی ناسازگار ہوتی اور اسباب و وسائل کتنے ہی کم مایہ ہوتے، دعوت کے کام میں ذرا بھی حائل نہ ہوتے اور نہ دل پر مایوسی کے بادل چھاتے۔ سخت سے سخت مصائب و شدائد میں بھی آپ کا دل مطمئن اور اللہ کے توکل سے بہرہ ور رہتا۔ دعوت کے ان ایام کی بات ہے جب کفار ہر قسم کے حربے آزمانے پر تلے ہوئے تھے۔ ابو طالب آپؐ کو طلب کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں۔ "جانِ پدر! اس کام سے ہاتھ اٹھاؤ۔" آپؐ فرماتے ہیں "عم محترم! میری تنہائی کا خیال نہ کیجیے، حق زیادہ دیر تک بے کس و تنہا نہیں رہے گا۔ ایک دن عرب اور عجم اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہوں گے۔" ایک اور موقع پر کسی اور شخص کے جواب میں فرمایا: "خدا مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔" ایک بار کافروں کا مشقِ ستم بنتے ہوئے ایک صحابیؓ سے فرمایا خدا کی قسم! وہ وقت قریب ہے جب یہ دین اوجِ کمال کو پہنچے گا اور اہلِ ایمان کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں رہے گا۔ ہجرت کی رات جب کفار نے آستانۂ مبارک کا محاصرہ کر رکھا تھا، حضورؐ کا بے خوف و خطر نکلنا، غارِ ثور میں اپنے رفیقِ سفر حضرت ابوبکرؓ کو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے) کہہ کر تسلی دینا توکل علی اللہ ہی کا مظہر تھا۔ غزوۂ نجد سے واپسی کے دوران ایک بدّو کا آپ کو ایک درخت تلے سوتے ہوئے تنہا جا لینا اور اس کے اس سوال پر کہ اب بتاؤ مجھ سے تمھیں کون بچا سکتا ہے، آپ کا پوری طمانیتِ قلب سے اس ذاتِ پاک کا نام لینا جس نے آپ کو دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بنا کر بھیجا تھا، یہ بھی اسی توکل علی اللہ کا ایک رخ تھا۔ پھر اُحد اور حنین کے معرکوں میں جب کہ دشمن کے سخت دباؤ کی تاب نہ لا کر میدان جاں نثاروں سے خالی ہو گیا، آپ کا اپنی جگہ پر جمے کھڑے رہنا اسی توکل علی اللہ ہی کا رُخِ حسین تھا۔

حضورؐ کی ایک اور داعیانہ صفت یہ تھی کہ آپ کی پوری زندگی صبر سے مزین تھی۔ مخالفین نے کیا کچھ ظلم نہیں ڈھائے، ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہ تلواریں بے نیام کر کے میدان میں نکل آئے اور فتح مکہ تک چین نہ لینے دیا، پھر ادھر سے ذرا اطمینان نصیب ہوا تو قیصرِ روم سے کشمکش چھڑ گئی۔ بایں ہمہ حضورؐ نے ہر مرحلے پر صبر و استقامت سے کام لیا اور مخالفت کے طوفانوں اور انتہائی نامساعد حالات میں پہاڑ کی طرح قائم رہے۔ منکرینِ حق کے کسی دباؤ میں نہ آئے اور مخالف قوتوں کی ذرا پروا نہ کی۔

یہ تھے حضورؐ کے انفرادی کردار کے چند روح پرور پہلو جنھوں نے دعوتِ اسلامی کی کامیابی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اب ہم حضورؐ کے دعوتی طریقِ کار پر ایک مختصر نظر ڈالیں گے۔

حضورؐ رسالت مآبؐ نے جس وقت دعوتِ اسلامی شروع کی، عرب معاشرہ مسائل کا جنگل بنا ہوا تھا۔ طبقاتی، اقتصادی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی مسائل کا جھاڑ جھنکاڑ اس طرح اُگ آیا تھا کہ زندگی تلخ ہو کر رہ گئی تھی۔ حضورؐ نے شاخوں کی طرف متوجہ ہونے اور انھیں تراشنے کاٹنے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے جڑ کی طرف توجہ دی اور اپنی دعوت کا آغاز یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (اے لوگو! اس بات پر ایمان لاؤ کہ اللہ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں ہے) سے کیا اور فرمایا کہ ذاتِ واحد پر ایمان و یقین ہی تمھیں دنیا اور آخرت میں نجات بخشے گا، اس لیے کہ انسانی زندگی میں ساری خرابیاں اس تصور سے پیدا ہوتی ہیں کہ اللہ کا یا تو کوئی وجود ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کا انسانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کی رہنمائی اور ہدایت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ انسان آزاد ہے کہ اپنے لیے جیسا چاہے ضابطۂ حیات بنائے اور اپنی مرضی سے جب چاہے اس میں ترمیم و تغیر کرے اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالتا رہے۔ وہ اپنی دنیا کی زندگی کا کسی اعلیٰ تر ذات کے آگے جواب دہ نہیں ہے اور نہ یہ کہ اسے کسی ایسی ذات کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ انسان چاہے فردِ واحد ہو یا کسی معاشرے کے بہترین دماغوں پر مشتمل کوئی گروہ۔ بہرحال اس کی نظر بھی محدود ہے اور اس کے ذاتی میلانات، جذبات اور عواطف بھی ہیں جن سے اس کا ساختہ پرداختہ کوئی قانون اور ضابطہ ایک مخصوص رنگ لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس طرح ایسے قانون کی بنیاد ہی میں خرابی مضمر ہوتی ہے جو عمل کی کسوٹی پر اور زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لیے ایک نیا قانون اور ضابطہ نافذ کیا جاتا ہے، لیکن وہ بجائے خود خرابی سے خالی نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ اصرار کہ انسان اپنی زندگی کا ضابطہ خود بنائے خرابیوں پر خرابیاں جنم دیتا ہے اور ایک ایک خرابی کی کوکھ سے کئی کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے رفتہ رفتہ پوری انسانی زندگی داغ داغ ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ کے فرستادہ داعیانِ حق اپنی دعوت کا آغاز اس مقام سے کرتے ہیں جہاں پہلے ہی قدم پر خرابیوں کے منبع کا منہ بند ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا نظام اور ضابطہ دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ جس طرح اس کائنات کا تکوینی فرمانروا ہے اسی طرح تشریعی حکمران بھی ہے۔ انسانی معاشروں پر اسی کا قانون چلنا چاہیے کیونکہ وہ انسان کی فطرت کا خالق اور اس کے جذبات و عواطف کی کمزوریوں اور خوبیوں، اس کی ضروریات اور مفادات سے اچھی طرح باخبر ہے اس لیے اس کا قانون اور ضابطۂ حیات ان تمام نقائص سے پاکیزہ اور منزہ ہے جو انسان کے بنائے ہوئے قوانین اور نظامہائے زندگی میں پائے جاتے ہیں جن میں بار بار کی ترمیم و اضافہ سے نہ صرف یہ کہ پہلے سے موجود نقائص دور نہیں ہوتے بلکہ نئے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا نقطۂ آغاز بھی یہی تھا۔ حضورؐ نے اس انقلابی کلمہ کی بنیاد پر جس نے سنگ و خشت اور گوشت پوست کے سارے خداؤں کی نفی کر دی تھی ایک ایسا نیوکلس (NUCLEUS) وجود میں لانے کی طرف اپنی ساری توجہ مرکوز کر دی جس کے اردگرد آگے چل کر اسلامی معاشرہ اور اسلامی ریاست قائم کی جانے والی تھی۔ ایک ایسی جماعت کی تشکیل جو ان اصولی نظریات پر نہ صرف ایمانِ کامل رکھتی ہو جن کی دعوت حضورؐ دے رہے تھے بلکہ ان کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھال دے اور پھر انہیں پورے معاشرے اور ریاست پر نافذ کرے۔ حضورؐ نے مکہ کی زندگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا پورا عرصہ اس نیوکلس کی تعمیر، اس کی نظریاتی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اسی نیوکلس کے اردگرد اسلامی معاشرہ بنا اور یہی اسلامی معاشرہ دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت و توسیع کا سبب بنا۔ اسی نیوکلس نے اسلامی ریاست کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا جو قیامت تک دنیا کے کسی بھی حصے میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کا عملی نمونہ قرار پائی۔ مکہ کی زندگی میں کفار نے ایسی پیشکشیں کیں جن سے بظاہر مشکلات و مصائب سے نجات ملتی اور اقتدار کی باگ ڈور ہاتھ میں آتی تھی لیکن حضورؐ نے اس قسم کی ہر پیشکش ٹھکرا دی۔ اس لیے کہ اول تو باطل نظام اقتدار میں کسی حق پرست فردِ واحد کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، دوسرے اسے اس نظام کے ساتھ کسی نہ کسی حد تک مصالحت کر کے اور اپنے اصولوں میں لچک پیدا کر کے چلنا پڑتا ہے۔ تیسرے معاشرے کے فکر و نظر میں مطلوبہ تبدیلی لائے بغیر اوپر سے قانون کا نفاذ محض مصنوعی عمل ہوتا ہے اور اس طرح نافذ کردہ قانون عموماً ناکامی سے دوچار ہوتا ہے۔

پھر حضورؐ نے دعوت کی توسیع و اشاعت کا فطری راستہ اختیار کیا اور مرحلہ وار اقدامات کیے۔ دعوت کا آغاز اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور قریبی ساتھیوں سے کیا۔ پھر اس کا دائرہ بتدریج پھیلتا چلا گیا، پہلے مختلف قبائل میں پھیلی، پھر گرد و نواح کے علاقے کی طرف توجہ دی، جب اپنے شہر نے شدید مخالفت کی، سعید روحیں اس دعوت پر ایمان لے آئیں اور شوریدہ پشتوں اور ان لوگوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا جو کسی دعوت پر اس کے کامیاب ہونے کے بعد ہی ایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں نے حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کا مکہ میں رہنا دوبھر کر دیا، تو ہجرت کر کے مدینے چلے آئے۔ یہاں آزاد فضا میں اسلامی معاشرہ اور اسلامی ریاست قائم ہوئی جو دس سال کی سخت کشمکش کے بعد اپنے مخالفین کو زیر کرنے اور تمام عرب کو زیرِ نگیں لانے میں کامیاب ہو گئی۔ حضورؐ کا یہ تدریجی عمل امت کے داعیانِ حق کے لیے نمونہ ہے اس بات کا کہ اسلامی ریاست کسی مصنوعی طریقہ سے نہیں بلکہ فطری طریقے سے بتدریج جدوجہد کرتے ہوئے وجود میں آتی ہے اور انھیں تدریجی عمل ہی اختیار کرنا چاہیے۔ اسی طرح پوری دعوت ایک ہی مرتبہ نہیں دے دی بلکہ اس میں بھی تدریج کا خیال رکھا ہے۔ توحید، رسالت اور عقائد ایسے بنیادی امور پہلے ذہن نشین کرائے۔ پھر عبادات اور معاملات زندگی میں رہنمائی کی۔

داعیٔ حق صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلامی پھیلانے میں حکمتِ تبلیغ کو ہمیشہ مدِنظر رکھا، حضورؐ مخاطب کی نفسیات، ذہنیت، سمجھ بوجھ اور حالات کو نگاہ میں رکھ کر اور موڈ بھانپ کر موقع و محل کے مطابق بات کرتے تھے۔ تبلیغ سے پہلے خطابِ عام پر نظر ڈالیے۔ کوہِ صفا پر چڑھ کر حضورؐ کا اپنی قوم کو اس انداز میں پکارنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کسی بہت بڑے خطرے سے متنبہ کرنے کے لیے اس عہد کا معمول تھا، پھر قریشی اکابر کی زبان سے اپنے صادق و امین ہونے کا اعتراف کروانا اور اس بہت بڑے خطرے کو دشمن کی غارت گری سے تعبیر کر کے اس حق کی دعوت دینا جس سے محروم رہ کر انسان کی زندگی دنیا اور آخرت میں غارت ہو جاتی ہے، اس اندازِ تخاطب کی ایک ایک کڑی بتاتی ہے کہ بلانے والا انسانی نفسیات و جذبات اور ذہنی کیفیات کا کتنا ماہر اور حکمت و دانش کی گہرائیوں سے کس قدر باخبر تھا۔ اس پہلے خطابِ عام ہی نے صدیوں سے سوئے ہوئے معاشرے کو جھنجھوڑ ڈالا۔ ہر ذہن سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ جن لوگوں نے مخالفت کی انہوں نے گویا نظریات کی اس جنگ میں ابتداء ہی میں اپنی اخلاقی شکست تسلیم کر لی کہ جس شخص کی صداقت و امانت کی وہ خود گواہی دے رہے تھے اس کی دعوت جھٹلانے کا ان کے پاس کوئی جواز نہ تھا۔ وہ محض ہٹ دھرمی اور اندھے تعصب سے کام لے رہے تھے۔

حضورؐ مخاطب کی کمزوریوں کا خیال رکھتے اور اس کی جاہلی عصبیت کو بھڑکانے والی بات سے ہمیشہ اجتناب فرماتے۔ کٹر سے کٹر مخالفین کے ساتھ احترام سے پیش آتے، ان کی باتیں اطمینان اور حوصلے کے ساتھ سنتے اور الجھنے الجھانے کے بجائے ایسا جواب دیتے کہ مخالف سوچنے پر مجبور ہو جاتا۔ عتبہ بن ربیعہ کا واقعہ اس سلسلے کی محض ایک مثال ہے۔ اسے اکابرِ قریش، حضورؐ سے مصالحت کی بات چیت کے لیے بھیجتے ہیں اور پیشکش کرتے ہیں آپ جو فرمائیں ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔ مال چاہتے ہیں مال دیں گے، سرداری کی خواہش ہے اپنا سردار بنا لیں گے، بادشاہ بننے کی تمنا ہے یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو تاج بھی سر پر رکھ دیں گے حضورؐ لمبی چوڑی بحث کرنے کے بجائے سورۂ حٰم السجدہ کی ابتدائی ۲۸ آیات تلاوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ ہے میرا جواب۔ عتبہ واپس جاتا ہے تو اس کا چہرہ بدلا ہوا ہے، اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے ہم نے اس شخص کے بارے میں جو کچھ مشہور کر رکھا ہے ان میں سے کوئی بات نہیں۔ یہ شاعر ہے نہ ساحر اور کاہن۔ میرا خیال ہے جو کلام وہ سناتا ہے رنگ لا کر رہے گا۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ ناکام رہا تو دوسرے لوگ خود اس سے نبٹ لیں گے تمہیں اپنے بھائی سے لڑنا نہیں پڑے گا اور اگر کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی۔ قریشی اکابر کا عتبہ کے خیالات کی اس تبدیلی پر تبصرہ یہ تھا کہ ابوسعید! آخر تم پر بھی اس کا جادو چل گیا۔ عتبہ بدر کے میدان میں قتل ہوا، لیکن دراصل وہ اسی روز قتل ہو گیا تھا جب وہ حضورؐ کی دعوت کی عظمت و حقانیت تسلیم کرنے کے باوجود ایمان نہ لایا۔ وہ میدانِ بدر میں جب پہنچا ہو گا، تو یقیناً اس کا دل کہہ رہا ہو گا کہ تم ایک ایسی دعوت سے لڑنے آئے ہو جو حق ہے اور جس کے لیے کامیابی مقدر ہو چکی ہے۔

حضورؐ، مخاطب کی محبوب شخصیتوں اور دیوتاؤں پر ایسی تنقید نہ کرتے جو انہیں مشتعل کر کے قبولِ حق کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہ میں رکاوٹ بن جائے۔ جرائی پر تنقید برائی کی حیثیت سے کرتے۔ اس برائی میں ملوث کسی فرد کو براہِ راست ملعون نہ کرتے۔ اندازِ تخاطب نہایت شیریں اور نرم ہوتا۔ تلخ و ترش گفتگو سے پرہیز کرتے۔ جو بات بھی کہتے ایسے اچھے انداز میں کہتے کہ مخاطب کے دل میں گھر کر جاتی۔ اصولوں پر مصالحت اور مداہنت کی راہ اختیار نہ کرتے۔ قریش نے آپ سے مصالحت کی جو کوششیں کیں ان میں ایک شرط یہ تھی کہ وہ جو دعوت لے کر اٹھے ہیں اس میں ہمارے نظامِ زندگی اور نظریات کے لیے بھی تھوڑی سی گنجائش پیدا کر لیجیے۔ ایک سال ہم آپ کے خدا کی پرستش کرتے ہیں ایک سال آپ ہمارے دیوتاؤں کی پوجا کریں لیکن حضورؐ نے اس پیشکش کو خود مسترد کرنے کے بجائے وحی الٰہی کے ذریعے مسترد کروایا تاکہ مخالف دوبارہ ایسی پیشکش کرنے ہی نہ پائیں اور یہ خیال وہ اپنے دل و دماغ سے ہمیشہ کے لیے نکال دیں کہ اصولوں پر بھی کوئی مصالحت ہو سکتی ہے۔

حضورؐ کے دل میں کسی کے لیے نفرت نہ تھی۔ ہر ایک کے ساتھ محبت، ہمدردی، دل سوزی اور مشفقانہ جذبے کے ساتھ پیش آتے۔ ایسا جذبہ جو مریض کے لیے کوئی طبیب اپنے دل میں رکھتا ہے، بلکہ مریضوں کو خود اپنی صحت کے بارے میں اتنی فکر اور بے چینی نہ تھی، جتنی حضورؐ کو ان کے لیے پریشانی اور اضطراب تھا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ اپنے مقام، دعوت اور لوگوں کی ہدایت کے سلسلے میں اپنی فکر و پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک شخص نے الاؤ جلایا، آگ کے شعلے دیکھ کر پروانے اس پر ٹوٹ پڑے، اس شخص نے ہاتھ ہلا ہلا کر انھیں بچانے کی سر توڑ کوشش کی، مگر پروانے تھے کہ اندھا دھند اس الاؤ میں گر رہے تھے۔ یہی مثال میری ہے۔ میں تمھیں جہنم کی آگ میں گرنے سے تمھاری کمریں پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کرتا ہوں مگر تم ہو کہ اس آگ میں چھلانگ لگانے پر تلے ہوئے ہو (راوی کا قال)

حضورؐ، مخالفین کے سامنے جب بھی دعوت پیش کرتے جذباتی استدلال کے بجائے عقلی استدلال سے کام لیتے، جذباتی استدلال بے شک بڑا سریع الاثر ہوتا ہے، لیکن انسانی جذبات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے ان میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے اور اس اتار چڑھاؤ کے مطابق زندگی متاثر ہوتی ہے۔ جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں، تو جذباتی استدلال بھی دلوں میں اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے، یا کوئی نیا جذبہ اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس کے برعکس عقلی استدلال انسان کو اپنے موقف پر ہمیشہ قائم رکھتا ہے جب کوئی شخص کسی دعوت کو حق سمجھ کر شعوری طور پر قبول کرتا ہے تو پھر اس کے قدم کبھی متزلزل نہیں ہو پاتے۔ حضورؐ لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتے اور ذہنوں کو فکر و تدبر کے لیے آمادہ کرتے تاکہ حق کو قبول کریں تو شعوری طور پر۔ اسلام کی بنیادوں حتیٰ کہ توحید و رسالت تک کا تصور دل و دماغ میں جاگزیں کرنے کے لیے عقلی دلائل اور فکر سے کام لیتے اس کے لیے مشاہداتی دلائل دیتے، جن کا تعلق آفاق سے بھی ہوتا اور انسان کے اپنے نفس سے بھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ مناظرے اور بحث مباحثے سے ہمیشہ دامن بچاتے۔ مناظرہ اور بحث مباحثہ دراصل خود حق کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے اس لیے کہ مخالف احقاقِ حق سے زیادہ اپنی بات کی سچ کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتا ہے۔ اپنے دلائل کمزور پاکر اس کے اندر جھنجھلاہٹ اور تلخی پیدا ہو جاتی ہے، وہ مقابل کی بات پر سنجیدگی اور متانت سے توجہ دینے کے بجائے اس کی ہر حالت میں کاٹ کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس طرح فریقین ذہنی کشتی میں لگ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو پچھاڑنا ہی ان کا اوّل و آخر مقصود بن جاتا ہے۔ حضور قرآن کریم کے ارشاد تُجَادِلْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ پر عمل پیرا تھے۔ بڑے دھیمے انداز میں مخاطب میں جھنجھلاہٹ کی کیفیت پیدا کیے بغیر، اپنی دعوت اس طرح پیش کرتے کہ ذہن اور قلب دونوں اسے سننے پر آمادہ ہو جاتے۔ عقلی استدلال کے ساتھ اس کے قلب کے تاروں پر بھی ضرب لگاتے۔ انسان کی زندگی میں تبدیلی قلب کی تبدیلی سے آتی ہے۔ اس تبدیلی میں حضورؐ کا اسوۂ حسنہ اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔

دعوت دینے والے کے قول و عمل میں ہم آہنگی دعوت کی قبولیت کے لیے بہت ضروری ہوتی ہے۔ جس دعوت کے پیچھے عملی نمونہ نہ ہو وہ اپنے مخاطبین کو کبھی شاکر نہیں کرتی۔ کردار کا عملی نمونہ ہی دل کی دنیا میں انقلاب برپا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اس دعوت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی جس کی طرف آپؐ دنیا کو بلا رہے تھے۔ آپؐ کی عملی زندگی ہر آنکھیں رکھنے والے کو پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ داعیٔ حق صلی اللہ علیہ وسلم کسی سخن سازی سے کام نہیں لے رہے بلکہ اس دعوت پر اتنا یقین رکھتے ہیں کہ جو احکام لوگوں کو دیتے ہیں پہلے خود اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ قول و عمل کی اتنی مکمل اور حسین ہم آہنگی دنیا میں کسی اور ہستی میں نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کی جان کے دشمن اور دعوتِ حق کے شدید ترین مخالف جب آپؐ کو بالکل قریب سے دیکھتے، تو بے اختیار پکار اٹھتے کہ واقعی آپؐ اللہ کے سچے فرستادہ ہیں اور حلقۂ غلامی میں شامل ہو کر اپنا تن من دھن اس دعوت کے لیے وقف کر دیتے۔

حضورؐ کی داعیانہ زندگی کا ایک رخ یہ ہے کہ حالات چاہے کتنے روح فرسا اور مایوس کن ہوتے مخالف ہوا کتنی ہی تند و تیز ہوتی، آپؐ کا حوصلہ کبھی شکست نہ کھاتا۔ آپؐ کو اپنی دعوت کی کامیابی کا یقینِ کامل ہوتا۔ عین اس وقت جب مکہ کے لوگوں سے مایوس ہو کر مدینے جا رہے ہیں سراقہ آپؐ کا تعاقب کرتے ہوئے پہنچ جاتا ہے، لیکن گھوڑا پے بہ پے ٹھوکر کھاتا ہے یہاں تک کہ اس کے پاؤں ریت میں دھنس جاتے ہیں۔ سراقہ معافی کا خواستگار ہوتا ہے تو حضورؐ فرماتے ہیں سراقہ! میں تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ فارس کے طلائی کنگن دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت سراقہ کا جو بھی ردِّ عمل تھا اس نے اپنی زندگی میں دیکھا کہ مسلمانوں نے فارس کی سلطنت کے پرخچے اڑا دیے۔ اس کے صدیوں کے خزانے، مالِ غنیمت میں مدینۃ النبیؐ پہنچے۔ ان میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسریٰ کے طلائی کنگن بھی تھے اور سراقہ نے وہ کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنے۔ ایک مرتبہ فرمایا ایک زمانہ آئے گا جب صنعاء سے ایک محمل نشین عورت تنہا سفر کرے گی اور اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہو گا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد بھی پورا ہوا۔ ایسے مایوس کُن حالات میں مستقبل کے پردے چیر کر کامیابی و کامرانی کو قدم چومتے ہوئے دیکھنا در حقیقت اسی یقین و بیانی کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے جس دعوت کو دے کر حضورؐ کو مبعوث فرمایا تھا اسے وہ کامیابی سے ہمکنار بھی کرے گا۔ یہ غیر متزلزل یقین ہمیشہ آپؐ کے قلب میں نور کی طرح چمکتا دمکتا اور آپؐ کے ساتھیوں کے دلوں میں عزیمت واستقامت کی لو روشن کرتا رہا۔ اسی یقینِ کامل کے ساتھ آپؐ دعوت کی توسیع واشاعت کے منصوبے بناتے۔ اس دعوت کے نتیجے میں قائم ہونے والی ننھی منی اسلامی ریاست کے تحفظ اور دفاع کا سروسامان کرتے، دشمن کے مقابلے میں افواج بھیجتے اور اس کی معاندانہ سرگرمیوں کو کچلنے کی تدبیریں کرتے۔

ایک اور بات جو حضورؐ کی داعیانہ زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل یہ ہے کہ جہاں آپؐ نے مخالفین سے اصولوں کی قربانی دے کر کبھی مصالحت نہ کی، وہاں حیاتِ مبارکہ میں ایسے مراحل بھی آئے جب حضورؐ کو بیرونی خطرات کی روک تھام اور انسداد کے لیے بعض مخالف طاقتوں کے ساتھ معاہدے اور اشتراکِ عمل کرنا پڑا۔ تاہم حضورؐ نے ہمیشہ اس کا اہتمام رکھا کہ امتِ مسلمہ کا جداگانہ تشخص قائم رہے اور جو بھی اجتماعی ہیئت وجود میں آئے اس میں نہ صرف یہ کہ گم نہ ہو بلکہ ایک حق پرست جماعت ہونے کی حیثیت سے بالادستی اور قیادت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دور اور ہر زمانے میں ہر ملک کے اہلِ ایمان کے رہنما و قائد ہیں۔ حضورؐ کی زندگی کے جہاں دوسرے پہلو مسلمانوں کے لیے واجب الاتباع ہیں اسی طرح آپؐ کی داعیانہ زندگی بھی ان لوگوں کے لیے عملی نمونہ ہے جو دعوتِ حق کا پرچم لے کر اٹھیں۔ اس دعوت کے داعی افراد اور جماعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی جد وجہد کے ہر مرحلے میں قدم قدم پر حضورؐ کے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی طلب کرے۔ اس جماعت کے رہنما اور کارکن اپنی زندگیوں کو حضورؐ کے عملی کردار کے سانچے میں ڈھالیں اور اپنا طریقِ کار، اس طریقِ کار کی روشنی میں وضع کریں جو حضورؐ نے اپنایا تھا اور جس پر چل کر ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس نے تاریخ اور تہذیب وتمدن کا دھارا بدل کر رکھ دیا۔

"محدث"
گوجرانوالہ میں ملنے کا پتہ
کتب خانہ وہابیہ، ۳۰ النور مارکیٹ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

مدینہ میں اسلامی معاشرہ اور ریاست کی تشکیل

مدنی دَور

خصوصیات اور مسائل: ہجرت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیشتر خطاب مشرکینِ عرب سے تھا جن کے لیے اسلام کی آواز ایک نئی اور غیر مانوس آواز تھی۔ اب ہجرت کے بعد سابقہ یہودیوں سے پیش آیا۔ جن کی بستیاں مدینہ سے بالکل متصل ہی واقع تھیں۔ یہ لوگ توحید، رسالت، وحی، آخرت اور ملائکہ کے قائل تھے۔ اس ضابطۂ شرعی کو تسلیم کرتے تھے، جو خدا کی طرف سے ان کے نبی موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور اصولاً ان کا دین وہی اسلام تھا جس کی تعلیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے، لیکن صدیوں کے مسلسل انحطاط نے ان کو اصل دین سے بہت دور ہٹا دیا تھا۔ ان کے عقائد میں بہت سے غیر اسلامی عناصر کی آمیزش ہو گئی تھی، جن کے لیے تورات میں کوئی سند موجود نہ تھی۔ ان کی عملی زندگی میں بکثرت ایسے رسوم اور طریقے رواج پا گئے تھے، جو اصل دین میں نہ تھے اور ان کے لیے تورات میں کوئی ثبوت نہ تھا۔ خود تورات کو انھوں نے انسانی کلام کے اندر خلط ملط کر دیا تھا اور خدا کا کلام جس حد تک لفظاً یا معناً محفوظ تھا۔ اس کو بھی انھوں نے اپنی من مانی تاویلوں اور تفسیروں سے مسخ کر رکھا تھا۔ دین کی حقیقی روح ان میں سے نکل چکی تھی اور ظاہری مذہبیت کا محض ایک بے جان ڈھانچہ باقی تھا، جس کو وہ سینہ سے لگائے ہوئے تھے۔ ان کے علماء اور مشائخ ان کے سرداران قوم اور ان کے عوام سب کی اقتصادی، اخلاقی اور عملی حالت بگڑ گئی تھی۔ اور اپنے اس بگاڑ سے ان کو ایسی محبت تھی کہ وہ اصلاح قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ صدیوں سے مسلسل ایسا ہو رہا تھا کہ جب کوئی اللہ کا بندہ انھیں دین کا سیدھا راستہ بتانے آتا تو وہ اسے اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے اور ہر ممکن طریقے سے کوشش کرتے تھے کہ وہ کسی طرح اصلاح میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ لوگ حقیقت میں بگڑے ہوئے مسلمان تھے جن کے ہاں بدعتوں اور تحریفوں، موشگافیوں اور فرقہ بندیوں، استخوان گیری اور مغز افگنی، خدا فراموشی اور دنیا پرستی کی بدولت انحطاط اس حد کو پہنچ چکا تھا کہ وہ اپنا اصلی نام مسلم تک بھول گئے تھے۔ محض یہودی بن کر رہ گئے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ کے دین کو انھوں نے محض نسل اسرائیل کی آبائی وراثت بنا کر رکھ دیا تھا۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ نے اصل دین کی طرف دعوت دی، ان کی تاریخ اور اخلاق و مذہبی حالت پر تنقید کی اور اس کے بالمقابل حقیقی دین کے اصول پیش کیے۔

مدینہ پہنچ کر اسلامی دعوت ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی، مکہ میں تو معاملہ صرف اصول دین کی تبلیغ اور دین قبول کرنے والوں کی اخلاقی تربیت تک محدود تھا۔ مگر جب ہجرت کے بعد عرب کے مختلف قبائل کے وہ سب لوگ جو اسلام قبول کر چکے تھے ہر طرف سے سمٹ کر ایک جگہ جمع ہونے لگے اور انصار کی مدد سے ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی تو اب آپ کا کام یہ بھی تھا کہ تمدن، معاشرت معیشت، قانون اور سیاست کے دائروں میں نئے نظام زندگی کی تعمیر اسلام کی اساس پر کریں۔

ہجرت کے بعد اسلام اور کفر کی کشمکش بھی ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ ہجرت سے پہلے اسلام کی دعوت خود کفر کے گھر میں دی جا رہی تھی اور متفرق قبائل میں سے جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے وہ اپنی جگہ رہ کر ہی دین کی تبلیغ کرتے اور جواب میں مصائب و مظالم کا تختۂ مشق بنتے تھے مگر ہجرت کے بعد جب یہ منتشر مسلمان مدینہ میں جمع ہو کر ایک جتھا بن گئے اور انھوں نے ایک چھوٹی سی آزاد ریاست قائم کر لی، تو صورت حال یہ ہو گئی کہ ایک طرف ایک چھوٹی سی بستی تھی اور دوسری طرف تمام عرب اس کا استیصال کر دینے پر تلا ہوا تھا۔ اب اس مٹھی بھر جماعت کی کامیابی کا ہی نہیں بلکہ اس کے وجود و بقا کا انحصار بھی اس بات پر تھا کہ اولاً وہ پورے جوش و خروش کے ساتھ اپنے مسلک کی تبلیغ کر کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کرے، ثانیاً وہ مخالفین کا برسر باطل ہونا اس طرح ثابت و مبرہن کر دے کہ کسی ذی عقل انسان کو اس میں شبہ نہ رہے۔ ثالثاً بے خانماں ہونے اور تمام ملک کی عداوت و مزاحمت سے دوچار ہونے کی بنا پر فقر و فاقہ اور ہمہ وقت بے امنی اور بے اطمینانی کی جو حالت ان پر طاری ہو گئی تھی اور جن خطرات میں وہ چاروں طرف سے گھر گئے تھے ان میں وہ ہراساں نہ ہوں، بلکہ پورے صبر و ثبات کے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کریں اور اپنے عزم میں ذرا تزلزل نہ آنے دیں۔ رابعاً وہ پوری دلیری کے ساتھ ہر اس مسلح مزاحمت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں جو ان کی دعوت کو ناکام کرنے کے لیے کسی طاقت کی طرف سے کی جائے اور اس بات کی ذرا پروا نہ کریں کہ مخالفین کی تعداد اور ان کی مادی طاقت کتنی زیادہ ہے۔ خامساً ان میں اتنی ہمت پیدا ہو کہ عرب کے لوگ اگر اس نئے نظام کو، جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے، فہمائش سے قبول نہ کریں تو انھیں جاہلیت کے فاسد نظام زندگی کو بزور مٹا دینے میں بھی تامل نہ ہو۔ نبی اکرم کی مدنی زندگی ا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچوں تقاضوں کو بحسن و خوبی ادا کرنے ہی کا نام ہے۔

مدینہ آکر ایک نئے عنصر سے بھی واسطہ پیش آیا۔ یہ منافقین کا عنصر تھا۔ اگرچہ نفاق کے ابتدائی آثار مکہ کے آخری زمانہ میں بھی نمایاں ہونے لگے تھے مگر وہاں صرف اس قسم کے منافق پائے جاتے تھے جو اسلام کے برحق ہونے کے معترف تو تھے اور ایمان کا اقرار بھی کرتے تھے لیکن اس کے لیے تیار نہ تھے کہ اس کی خاطر اپنے مفاد کی قربانی اور اپنے اپنے دنیوی تعلقات کا انقطاع اور مصائب و شدائد کو بھی برداشت کریں، جو اس مسلکِ حق کو قبول کرنے کے ساتھ ہی نازل ہونے شروع ہو جاتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر اس قسم کے منافقین کے علاوہ چند اور قسموں کے منافق بھی اسلامی جماعت میں پائے جانے لگے۔ ایک قسم کے منافق وہ تھے، جو قطعاً اسلام کے منکر تھے اور محض فتنہ برپا کرنے کے لیے جماعت مسلمین میں داخل ہو جاتے تھے۔ دوسری قسم کے منافق وہ تھے، جو اسلامی جماعت کے دائرۂ اقتدار میں گھر جانے کے بعد اپنا مفاد اسی میں دیکھتے تھے کہ ایک طرف مسلمانوں میں اپنا شمار کرائیں اور دوسری طرف مخالفین اسلام سے بھی ربط رکھیں تاکہ دونوں طرف کے فوائد سے متمتع ہوں اور دونوں طرف کے خطرات سے محفوظ رہیں۔ تیسری قسم ان لوگوں کی تھی، جو اسلام اور جاہلیت کے درمیان متردد تھے۔ انھیں اسلام کے برحق ہونے پر کامل اطمینان نہ تھا۔ لیکن چونکہ ان کے قبیلے یا خاندان کے بیشتر لوگ مسلمان ہو چکے تھے اس لیے یہ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ چوتھی قسم میں وہ لوگ شامل تھے، جو اہل حق ہونے کی حیثیت سے تو اسلام کے قائل ہو چکے تھے مگر جاہلیت کے طریقے اور اوہام اور رسمیں چھوڑنے اور اخلاقی پابندیاں قبول کرنے اور فرائض اور ذمہ داریوں کا بار اٹھانے سے ان کا نفس انکار کرتا تھا۔

انقلابِ امامت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی تحریک دراصل اس تحریک کی تکمیل کر رہی تھی، جسے ابراہیم علیہ السلام نے برپا کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے پر مامور کیا تھا۔ انھوں نے پہلے خود عراق سے مصر تک اور شام و فلسطین سے ریگستانِ عرب کے مختلف گوشوں تک برسوں گشت لگا کر اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری (یعنی اسلام) کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ پھر اپنے اس مشن کی اشاعت کے لیے مختلف علاقوں میں خلیفے مقرر کیے۔ شرقی اُردن میں اپنے بھتیجے لوطؑ کو، شام و فلسطین میں اپنے بیٹے حضرت اسحاقؑ کو اور اندرونِ عرب میں اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو مامور کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ میں وہ گھر تعمیر کیا، جس کا نام کعبہ ہے اور اللہ ہی کے حکم سے وہ اس مشن کا مرکز قرار پایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں۔ ایک حضرت اسماعیلؑ کی اولاد جو عرب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رہی اور عرب کے بعض دوسرے قبائل کا تعلق اسی شاخ سے تھا اور جو عرب قبیلے نسلاً حضرت اسمٰعیل کی اولاد نہ تھے وہ بھی چونکہ ان کے پھیلائے ہوئے مذہب سے کم و بیش متاثر تھے۔ اس لیے وہ اپنا سلسلہ انھیں سے جوڑتے تھے۔ دوسرے حضرت اسحاق کی اولاد، جن میں حضرت یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یحییٰ، عیسیٰ اور بہت سے انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے اور چونکہ حضرت یعقوب کا نام اسرائیل تھا اس لیے یہ نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ ان کی تبلیغ سے جن دوسری قوموں نے ان کا دین قبول کیا۔ انھوں نے یا تو اپنی انفرادیت ہی ان کے اندر گم کر دی یا وہ نسلاً تو ان سے الگ رہے مگر مذہباً ان کے متبع رہے۔ اسی شاخ میں جب پستی و تنزل کا دور آیا تو پہلے یہودیت پیدا ہوئی پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اصل کام دنیا کو اللہ کی اطاعت کی طرف بلانا اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے مطابق انسانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا نظام درست کرنا تھا۔ وہ خود اللہ کے مطیع تھے۔ اس کے دیے ہوئے علم کی پیروی کرتے تھے، دنیا میں اس کا علم پھیلاتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ سب انسان مالک کائنات کے مطیع ہو کر رہیں۔ یہی خدمت تھی جس کے لیے وہ دنیا کے امام و پیشوا بنائے گئے تھے، ان کے بعد امامت کا یہ منصب ان کی نسل کی اس شاخ کو ملا، جو حضرت یعقوب اور حضرت اسحاق سے چلی اور بنی اسرائیل کہلائی۔ اسی میں انبیاء پیدا ہوتے رہے اسی کو راہ راست کا علم دیا گیا، اسی کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ اس راہِ راست کی طرف اقوامِ عالم کی رہنمائی کرے اور یہی وہ نعمت تھی جسے بار بار اس نسل کے لوگوں کو یاد دلایا جاتا ہے۔ اس شاخ نے حضرت سلیمان کے زمانے میں بیت المقدس کو اپنا مرکز قرار دیا اس لیے جب تک یہ شاخ امامت کے منصب پر قائم رہی، بیت المقدس ہی دعوتِ الی اللہ کا مرکز اور خدا پرستوں کا قبلہ رہا۔

بنی اسرائیل نے اس نعمت کی انتہائی ناقدری کی۔ ان کا حال یہ ہو گیا کہ نہ صرف یہ کہ انھوں نے منصبِ امامت کا حق ادا کرنا چھوڑ دیا۔ بلکہ خود بھی حق اور راستی سے پھر گئے اور ایک صالح عنصر کے علاوہ پوری امت میں کوئی صلاحیت باقی نہ رہی۔ نبی اکرمؐ کی بعثت اس امر کا اعلان تھی کہ امامت ابراہیم کے نطفے کی میراث نہیں ہے۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کو اس لیے عطا ہوئی کہ انھوں نے سچی اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنی ہستی کو گم کر دیا تھا۔ یہ امامت ان لوگوں کا حق ہے جو ابراہیمؑ کے طریقے پر خود چلیں اور دنیا کو اس طریقے پر چلانے کی خدمت انجام دیں، بنی اسرائیل اس رستے سے ہٹ گئے تھے اور اس خدمت کی اہلیت پوری طرح کھو چکے تھے لہٰذا انھیں امامت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے منصب سے معزول کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ امامت کی مستحق وہ امت ہے، جو اب اس رسول کی پیروی کرے۔ اس لیے کہ رسول کا طریقہ وہی ہے، جو ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ وہ اور اس کے پیرو ساری دنیا کو اسی راستے کی طرف بلاتے ہیں جس کی طرف سارے انبیاء دعوت دیتے چلے آئے ہیں۔

تبدیلیٔ امامت کے ساتھ ہی تحویلِ قبلہ کا اعلان بھی ضروری تھا۔ جب تک بنی اسرائیل کی امامت کا دور تھا، بیت المقدس مرکزِ دعوت رہا اور وہی قبلۂ اہلِ حق بھی رہا۔ خود نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیرو بھی بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رہے۔ مگر جب بنی اسرائیل اس منصب سے باضابطہ معزول کر دیے گئے تو بیت المقدس کی مرکزیت آپ سے آپ ختم ہو گئی اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ اب وہ مقام دینِ الٰہی کا مرکز ہے جہاں سے اس رسولؐ کی دعوت کا ظہور ہوا چنانچہ حکم ہوا ہے کہ،

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔

"مسجد حرام کی طرف رُخ پھیر دو، اب جہاں کہیں تم ہو اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔"

یہ حکم رجب یا شعبان ۲ھ میں نازل ہوا۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بن براء بن معرور کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے، وہاں ظہر کا وقت آ گیا اور آپ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکایک وحی کے ذریعہ سے یہ آیت نازل ہوئی اور اسی وقت آپ کی اقتدا میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کی طرف پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ اور اطرافِ مدینہ میں اس کی عام منادی کی گئی۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے حکم سنتے ہی سب کے سب اسی حالت میں کعبے کی طرف مڑ گئے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ بنی سلمہ میں یہ اطلاع دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت پہنچی۔ لوگ ایک رکعت پڑھ چکے تھے کہ ان کے کانوں میں آواز پڑی۔ خبردار رہو، قبلہ بدل کر کعبے کی طرف کر دیا گیا ہے۔ سنتے ہی پوری جماعت نے اپنا رُخ بدل دیا۔

خیال رہے کہ بیت المقدس مدینے سے عین شمال میں ہے اور کعبہ بالکل جنوب میں۔ نماز جماعت پڑھتے ہوئے قبلہ تبدیل کرنے میں لامحالہ امام کو چل کر مقتدیوں کے پیچھے آنا پڑا ہو گا اور مقتدیوں کو صرف رُخ ہی نہ بدلنا پڑا ہو گا بلکہ کچھ نہ کچھ انھیں بھی چل کر اپنی صفیں درست کرنی پڑی ہوں گی۔

قرآن نے یہ بھی کہا کہ ہم تمھارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں؛ اور یہ کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہم اسی قبلے کی طرف تمھیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منتظر تھے۔ آپ خود یہ محسوس فرما رہے تھے کہ بنی اسرائیل کی امامت کا دور ختم ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ بیت المقدس کی مرکزیت بھی رخصت ہوئی۔ اب اصل مرکزِ ابراہیمی کی طرف رخ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ مسجد حرام کے معنی ہیں حرمت اور عزت والی مسجد۔ اس سے مراد وہ عبادت گاہ ہے جس کے وسط میں خانہ کعبہ ہے۔

اُمتِ وسط: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

یہ امتِ محمدؐ کی امامت کا اعلان ہے۔ "اسی طرح" کا اشارہ دونوں طرف ہے۔ اللہ کی اس رہنمائی کی طرف بھی جس سے محمدؐ کی پیروی کرنے والوں کو سیدھی راہ معلوم ہوئی اور وہ ترقی کرتے کرتے اس مرتبہ تک پہنچ گئے کہ "امتِ وسط" قرار دیے گئے اور تحویلِ قبلہ کی طرف بھی کہ نادان محض اسے ایک سمت سے دوسری طرف کا پھرنا سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ دراصل بیت المقدس سے کعبے کی طرف سمتِ قبلہ کا پھرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو دنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ معزول کر دیا اور امتِ محمدیہ کو اس پر فائز کیا۔

"امتِ وسط" کا لفظ اس قدر وسیع معنویت رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجمہ کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔

پھر یہ جو فرمایا کہ تمھیں "امتِ وسط" اسی لیے بنایا گیا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو" تو اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوعِ انسانی کا حساب لیا جائے گا تو اس وقت رسول ہمارے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے تم پر گواہی دے گا کہ فکرِ صالح اور عملِ صالح اور نظامِ عدل کی جو تعلیم ہم نے اسے دی تھی وہ اس نے تم کو بے کم و کاست پوری کی پوری پہنچا دی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھا دیا۔ اس کے بعد رسولؐ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تم کو عام انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے اٹھنا ہو گا اور یہ شہادت دینی ہو گی کہ رسولؐ نے جو کچھ تمھیں پہنچایا تھا وہ تم نے انھیں پہنچانے میں اور جو کچھ رسولؐ نے تمھیں دکھایا تھا وہ تم نے انھیں دکھانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اسی طرح کسی شخص یا گروہ کا اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دنیا میں خدا کی طرف سے گواہی کے منصب پر مامور ہونا ہی درحقیقت اس کا امامت اور پیشوائی کے مقام پر سرفراز کیا جاتا ہے۔ اس میں جہاں فضیلت اور سرفرازی ہے وہیں ذمہ داری کا بہت بڑا بار بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح رسول اللہ اس امت کے لیے خدا ترسی کی زندہ شہادت بنے، اسی طرح اس امت کو بھی تمام دنیا کے لیے زندہ شہادت بننا چاہیے حتیٰ کہ اس کے قول اور عمل اور برتاؤ، ہر چیز کو دیکھ کر دنیا کو معلوم ہو کہ خدا ترسی اس کا نام ہے، راست روی یہ ہے، عدالت اس کو کہتے ہیں اور حق پرستی ایسی ہوتی ہے۔ پھر اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جس طرح خدا کی ہدایت ہم تک پہنچانے کے لیے رسول اللہ کی ذمہ داری بہت سخت تھی حتیٰ کہ اگر وہ اس میں ذرا سی کوتاہی بھی کرتے تو خدا کے ہاں ماخوذ ہوتے۔ اسی طرح دنیا کے عام انسانوں تک اس ہدایت کو پہنچانے کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم خدا کی عدالت میں واقعی اس بات کی شہادت نہ دے سکے کہ ہم نے تیری ہدایت جو تیرے رسولؐ کے ذریعے سے ہم تک پہنچی تھی، تیرے بندوں تک پہنچا دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے تو ہم بہت بری طرح پکڑے جائیں گے اور یہی امامت کا فخر ہمیں لے ڈوبے گا۔ ہماری امامت کے دور میں واقعی کوتاہیوں کے سبب سے خیال اور عمل کی جتنی گمراہیاں دنیا میں پھیلی ہیں اور جتنے فساد اور فتنے خدا کی زمین میں برپا ہوئے ہیں ان سب کے لیے ائمۂ شر اور شیاطین انس و جن کے ساتھ ہم بھی ماخوذ ہوں گے۔ ہم سے پوچھا جائے گا کہ جب دنیا میں معصیت، ظلم اور گمراہی کا یہ طوفان برپا تھا تو تم کہاں مر گئے تھے۔

یہاں سے حضورؐ اور حضورؐ کی جماعت دورِ جہاد میں داخل ہو گئی اور متعدد معرکہ ہائے جہاد بدر سے فتح مکہ تک پیش آئے۔ ان معرکوں کی تفصیل یہاں پیش کرنے میں صفحات کی تنگ دامانی مانع ہے۔

ضعف سے قوت تک: اب یہ وقت آ گیا تھا کہ عرب میں اسلام ایک ناقابلِ شکست طاقت نظر آنے لگا اور اسلامی ریاست ایک طرف نجد تک، دوسری طرف حدودِ شام تک، تیسری طرف ساحلِ بحرِ احمر تک اور چوتھی طرف مکہ کے قریب تک پھیل گئی۔ احد میں جو زخم مسلمانوں نے کھائے تھے وہ ان کی ہمتیں توڑنے کے بجائے ان کے عزم کے لیے ایک تازیانہ ثابت ہوا۔ وہ زخمی شیر کی طرح بپھر کر اٹھے اور تین سال کی مدت میں انھوں نے نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ان کی مسلسل جدوجہد اور سرفروشیوں کا ثمرہ یہ تھا کہ مدینہ کے چاروں طرف ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سو میل تک تمام مخالف قبائل کا زور ٹوٹ گیا۔ مدینہ پر جو یہودی خطرہ ہر وقت منڈلاتا رہتا تھا اس کا ہمیشہ کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استیصال ہوگیا۔ اور حجاز میں دوسرے مقامات پر بھی جہاں جہاں یہودی آباد تھے سب مدینہ کی حکومت کے باج گزار بن گئے۔ اسلام کو دبانے کے لیے قریش نے آخری کوشش غزوہ خندق کے موقع پر کی اور اس میں وہ سخت ناکام ہوئے۔ اس کے بعد اہل عرب کو اس امر میں کچھ شک نہ رہا کہ اسلام کی یہ تحریک اب کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی۔ اب اسلام محض ایک عقیدہ اور مسلک ہی نہ تھا جس کی حکمرانی صرف دلوں اور دماغوں تک محدود ہو، بلکہ وہ ایک ریاست بھی تھا جس کی حکمرانی عملاً اپنے حدود میں رہنے والے تمام لوگوں کی زندگی پر محیط تھی۔ اب مسلمان اس طاقت کے مالک ہو چکے تھے کہ جس مسلک پر وہ ایمان لائے تھے بے روک ٹوک اس کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور اس کے سوا کسی دوسرے عقیدہ و مسلک یا قانون کو اپنے دائرۂ حیات میں دخل انداز نہ ہونے دیں۔

پھر ان چند برسوں میں اسلامی اصول اور نقطۂ نظر کے مطابق مسلمانوں کی اپنی ایک مستقل تہذیب بن چکی تھی، جو زندگی کی تمام تفصیلات میں دوسروں سے الگ اپنی ایک امتیازی شان رکھتی تھی۔ اخلاق معاشرت، تمدن ہر چیز میں اب مسلمان غیر مسلموں سے بالکل ممیز تھے۔ تمام اسلامی مقبوضات میں مساجد اور نماز باجماعت کا نظم قائم ہوگیا تھا۔ ہر بستی اور ہر قبیلے میں امام مقرر تھے۔ اسلامی قوانین دیوانی و فوجداری بڑی حد تک تفصیل کے ساتھ بن چکے تھے اور اپنی عدالتوں کے ذریعہ سے نافذ کیے جا رہے تھے۔ لین دین اور خرید و فروخت کے پرانے معاملات بند اور نئے اصلاح شدہ طریقے رائج ہو چکے تھے۔ وراثت کا مستقل ضابطہ بن گیا تھا۔ نکاح اور طلاق کے قوانین، پردہ شرعی اور استیذان کے احکام اور زنا و قذف کی سزائیں جاری ہونے سے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی ایک خاص سانچے میں ڈھل گئی تھی۔ مسلمانوں کی نشست و برخاست، بول چال، کھانے پینے، وضع قطع اور رہنے سہنے کے طریقے تک اپنی ایک مستقل شکل اختیار کر چکے تھے۔ اسلامی زندگی کی ایک ایسی مکمل صورت گری ہو جانے کے بعد غیر مسلم دنیا اس طرف سے قطعی مایوس ہو چکی تھی کہ یہ لوگ جن کا اپنا ایک الگ تمدن بن چکا تھا۔ پھر ان میں کبھی آملیں گے۔

صلح حدیبیہ سے پہلے تک مسلمانوں کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ وہ کفار قریش کے ساتھ ایک مسلسل کشمکش میں الجھے ہوئے تھے اور انھیں اپنی دعوت کا دائرہ وسیع کرنے کی مہلت نہ ملتی تھی۔ اس رکاوٹ کو صلح حدیبیہ کی ظاہری شکست اور حقیقی فتح نے دور کر دیا۔ اس سے ان کو نہ صرف یہ کہ اپنی ریاست کے حدود میں امن میسر آگیا بلکہ اتنی مہلت بھی مل گئی کہ گرد و پیش کے علاقوں میں اسلام کی دعوت کو لے کر پھیل جائیں چنانچہ اس کا افتتاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران، روم، مصر اور عرب کے بادشاہوں اور رئیسوں کو خطوط لکھ کر کیا اور اسکے ساتھ ہی قبیلوں اور قوموں میں مسلمانوں کے داعی، خدا کے بندوں کو اس کے دین کی طرف بلانے کے لیے پھیل گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلیم تابانی

رسالتمآب ﷺ کی جنگی پالیسی اور دفاعی نقطۂ نظر

اسلام کے سلسلے میں دشمن عموماً یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ اسلام چونکہ ایک جارحانہ مذہب ہے اس لیے اس کی عمومی دعوت کو کامیابی سے ہمکنار ہونے میں کچھ زیادہ وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور دوسرے مذاہب کے مقابلے میں یہ قلیل عرصہ میں اقصائے عالم میں پھیل گیا۔ اس سراسر معاندانہ اور متعصبانہ اعتراض کے اگرچہ آج تک بہت کافی اور شافی جوابات دیے جا چکے ہیں لیکن دلوں کے امراض کا علاج جس طبیب مطلق کے پاس ہے وہی اس بیماری کو زیادہ کر دے تو پھر انسانی دلائل و براہین کیا کام دے سکتے ہیں اور حقیقت حال کی وضاحت اپنا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک چونکہ یہ پروپیگنڈہ یکسر بے بنیاد ہے اور اس کے پس پردہ عقل و فکر سے عاری اور تعصب و عناد کی ذہنیت کارفرما ہے اس لیے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ دعوتِ اسلام کی محیّر العقول کامیابی کے اصل محرکات کا سراغ لگائیں اور دیکھیں کہ آخر وہ کیا بات تھی جس نے اس تحریک کو دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نہ صرف پہنچا دیا بلکہ لوگوں کو اس کا گرویدہ بنا دیا اور وہ اسلام میں جوق در جوق اور فوج در فوج داخل ہونے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی حیرت انگیز کامیابی میں دو عنصر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور باقی تمام چیزیں انہی دو عناصر کا نورِ ظہور ہیں۔ پہلا عنصر تو خود اس دعوت کی نوعیت ہے کہ یہ دعوت فطرت انسانی کے عین مطابق اور کائناتِ انسانی کے مسائل و مصائب کے لیے نسخۂ کیمیا کا حکم رکھتی تھی اور دوسرے اس دعوت کے علمبردار کی اپنی شخصیت اس قدر محامد و محاسن کا مجموعہ تھی کہ عقل انسانی کے لیے اس سے آگے سوچنا بھی ممکن نہیں تھا اور فطرت سلیمہ اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھی۔

اس وقت چونکہ ہمارا موضوع محسن انسانیت، فاتح بدر و حنین کی شخصیت مقدسہ کے صرف ایک پہلو — حربی پہلو یا جنگی پالیسی کے بارے میں کچھ گزارشات کرنا ہے اس لیے ہم آپ ﷺ کی فوجی مہارت، عسکری قابلیت اور جنگی پالیسی کے متعلق چند شواہد پیش کرتے ہیں تاکہ اس حقیقت کی دنیا پر بارِ دگر وضاحت ہو جائے کہ اسلام، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے صلح و سلامتی کا مذہب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرب و قتال سے گریزاں رہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی کہ آپ فنونِ جنگ سے واقف نہیں تھے بلکہ اس کا حقیقی اور اصلی سبب آپ کی مصالحانہ روش تھی اور آپ کی مصالحانہ روش کے پس پردہ کارفرما آپ کے اندر کا انسانی ہمدردی اور شفقت کا جذبہ تھا اسی لیے بجز انتہائی ناگزیر صورتوں کے آپ نے جنگ کا آغاز کبھی نہیں کیا۔ با امرِ مجبوری اگر آپؐ کو جنگ کے لیے نکلنا ہی پڑا تو اس میں بھی آپ کا اساسی کلیہ ہمیشہ یہی رہا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کے بجائے اسے بے بس کر دیا جائے تو اس کے اندر ضعف و کمزوری کا احساس اس حد تک راسخ ہو جائے کہ یا تو وہ دستِ تعاون بڑھانے پر آمادگی کا اظہار کر دے یا مزاحمت چھوڑ دے اور ہمارے راستے سے ہٹ جائے۔ اردو کے مشہور سیرت نگار ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی نے حضورؐ کی سیرت مقدسہ کے اس پہلو پر خاص طور سے بڑا جامع اور وقیع کام کیا ہے وہ اپنی کتاب "عہدِ نبویؐ کے میدانِ جنگ میں" لکھتے ہیں کہ "اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کی جگہ مجبور کرنا پسند فرمایا" دوسری جگہ اپنی کتاب "عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی" میں رقمطراز ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں، بلکہ محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی"

فاضل محقق نے اپنے اس نظریے کو بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔ ان کے بیان کردہ تفصیلی سلسلہ واقعات اور ان پر تبصرے کا لب لباب یہ ہے کہ مؤلف "محسنِ انسانیت" نے اس طرح لکھا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پالیسی کے لیے حسبِ ذیل عملی خطوط اختیار فرمائے۔ اول یہ کہ آپ نے اپنی دفاعی طاقت کو تعداد، تنظیم، جفاکشی، جنگی تیاری اور اخلاقی تربیت کے لحاظ سے بڑی تیزی کے ساتھ نشو و نما دی، پھر اس کو مشین کی طرح نقل و حرکت میں رکھا اور مخالف طاقتوں کو مرعوبیت اور خوف کا ہدف بنایا۔ دوسرے یہ کہ اہلِ مکہ کی تجارتی شاہراہ کی ناکہ بندی (BLOKADE) کر کے ان کا زور توڑ دیا۔ پھر معاہداتی رابطوں کے ذریعے مختلف قبائل کو تدریجاً دشمن سے توڑ کر اپنے ساتھ لے لیا کبھی فوجی کارروائی کے لیے اچانک کسی متوقع پر دشمن کو تیاری کی مہلت دیے بغیر جا لیا جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر اظہار ہوا، کبھی غیر متوقع راستے اختیار کر کے اور نقل و حرکت کی منزل مقصود کو پردۂ راز میں رکھ کر مخالف طاقت کو غلط فہمی میں ڈال دیا جیسا کہ غزوہ بنی مصطلق کے واقعہ سے ظاہر ہے، کبھی اپنا نقشۂ جنگ اپنے حق میں بنا لیا جیسا کہ غزوۂ بدر میں ہوا اور کبھی کوئی ایسی نئی تدبیر اختیار کر لی جس کا دشمن کو تجربہ نہ رہا ہوا اور وہ اس تدبیر کے بروئے کار آنے پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی حیرت میں پڑ گیا ہو جیسا کہ غزوۂ احزاب یعنی جنگ خندق میں ہوا۔

آئیے اب حضورؐ کی دفاعی پالیسی کا ذرا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیں کیونکہ آپ کے عہد کی جنگیں نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تاریخ بلکہ انسانی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہیں اور دوست تو دوست مخالف بھی حضورؐ کی غیر معمولی دفاعی صلاحیت و استعداد سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں پاتے جیسا کہ نپولین کہا کرتا تھا کہ تعداد کی کمی کے باوجود اگر کسی فوج میں جنگجویانہ روح موجود ہو تو وہ اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر کے مقابلے میں فتح مند و سرخرو ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوتِ ایمانی سے تعبیر فرمایا کرتے تھے بلکہ قوتِ ایمانی کے مقابل کسی دیگر داعیہ اور سپرٹ کو رکھا ہی نہیں جا سکتا اور جسے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین۔ اگر تم سے سو آدمی ثابت قدم رہے تو وہ دو سو پر غلبہ پالیں گے۔" نپولین کی نظر میں تھا کہ عہد نبوی کی جنگوں میں مسلمانوں کا اکثر دگنی تگنی اور بعض اوقات دس گنی قوت سے مقابلہ ہوا اور قریب قریب ہمیشہ فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ فوجی قائدین کی نگاہ میں ریڈلف ہٹلر بھی بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ نپولین اور ہٹلر دونوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ دشمن کی سرگرمیوں کا پتہ چلتے ہی اس کی سرکوبی میں ذرہ بھر تامل نہیں کرتے تھے اور حالات کیسے ہی ناموافق ہوں کسی توقف کے بغیر دشمن کے سر پہ پہنچ کر اس کو سراسیمہ کر دیتے تھے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر یہی تدبیر اختیار نہیں فرمائی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ موسم یکسر ناموافق تھا اور حالات بھی قطعاً ناسازگار تھے لیکن اسلامی سرحدوں پر رومیوں کی سرگرمیوں کا حال سن کر آپؐ ایک بہت بڑے لشکر کی ہمراہی میں دشمنوں کی مدافعت کے لیے عین موقع پر پہنچ گئے اور ہرقل یا تو مکر و فریب کے ساتھ جنگی تیاریوں میں مشغول تھا اور یہ خبر سنتے ہی ہوش و حواس کھو بیٹھا اور اس کی فوج مسلمانوں کے پہنچنے سے قبل ہی منتشر ہو گئی۔ اسی طرح کے اور بہت سے جنگی اقدامات اور دفاعی تدبیریں ہیں جن میں دنیا کے مشہور ماہرین دفاع نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنا شعار بنایا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ حضورؐ کے عمل اور ان کے عمل میں ایک واضح فرق موجود ہے اور وہ یہ کہ حضورؐ کا مقصد انتہائی پاکیزہ تھا، آپ توحیدِ الٰہی، عدل و انصاف اور مکارمِ اخلاق کی نشر و اشاعت کے لیے میدانِ جنگ میں آنے پر مجبور کر دیے جاتے تھے اور نپولین اور ہٹلر کے پیشِ نظر ہوس ملک گیری کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود و مبارک میں غزوات[1] اور سرایا[2] کی ابتدا ہجرت کے بعد

---

[1] جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے۔

[2] جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا اور خود ساتھ نہ گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے اور دس برس میں باختلاف روایات ستائیس یا انتیس یا پچیس یا اس سے کم و بیش غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی۔ اور ساٹھ کے قریب سرایا بھیجے۔ اہل سیر نے سات غزوات کو خاص اہمیت دی ہے جن میں بدر، احد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور تبوک شامل ہیں۔ تمام غزوات و سرایا کا جنگی نقطۂ نظر سے جائزہ لیں تو حضورؐ کی کامیاب دفاعی پالیسی کا کمال اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس دس سال کی مختصر جنگی مدت میں دس لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ رقبہ آپؐ کے زیرِ اقتدار آچکا تھا گویا اسلامی مملکت دو سو چوہتر مربع میل روزانہ کے اوسط سے وسعت اختیار کر رہی تھی۔ اس میں ایک انتہائی اہم نکتہ یہ ہے کہ اس وسیع و عریض علاقے کی فتح میں جس میں یقیناً کروڑوں کی آبادی تھی دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے اور دس سال میں مسلمان فوج کا شکل سے ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ مفتوحہ علاقوں میں قبضے کا استحکام، مفتوحین کا ذہنی تزکیہ، اور ایسے افسروں اور سپاہیوں کی تعلیم و تربیت جنھوں نے آپ کی وفات کے بعد صرف پندرہ سال کے قلیل عرصے میں تین براعظموں ایشیا افریقہ اور یورپ پر پھیلے ہوئے علاقوں پر حکومتِ مدینہ کا تسلط قائم کر دیا۔ ایسے امور ہیں جو دنیا کے ہر جنگی قائد اور دفاعی سیاست کے ماہر کو آپ کے آگے زانوئے تلمذ طے کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

جمعیۃ اہل حدیث کا ترجمان — مسلک اہل حدیث کا ترجمان

ہفت روزہ "الاسلام"

زیرِ ادارت: جناب بشیر انصاری ایم۔ اے (علوم اسلامی) ایم۔ اے (ادبیات اردو)

"الاسلام" بلند پایہ مضامین کا مرقع — فتاویٰ اہل حدیث سے مزین

جماعتی کوائف کا آئینہ دار — اور — حالات حاضرہ کا مبصر ہے۔

سالانہ چندہ: ۔/۱۵ روپے — فی پرچہ: ۵۰ پیسے

نمونے کا پرچہ کارڈ لکھ کر مفت طلب فرمائیں

خط و کتابت اور ترسیل زر کے لیے پتہ

مینجر ہفت روزہ "الاسلام" جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ

فون نمبر: ۳۶۲۰

۶۰ محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالب ہاشمی

وفودِ عرب بارگاہِ رسالت میں

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے وطن اور گھر بار کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال فرمایا تو گلشنِ اسلام میں بہارِ تازہ آگئی۔ چند سال پہلے وادیٔ بطحا سے جو صدائے حق بلند ہوئی تھی وہ اب روز بروز بلند سے بلند تر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ یمن، بحرین اور حضرموت سے حدودِ شام و عراق تک پھیلے ہوئے لاکھوں مربع میل علاقے میں گھر گھر تک پہنچ گئی۔ معبودانِ باطل کے پجاریوں نے جب دیکھا کہ شمعِ رسالت کے پروانوں میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے تو ان پر ہیبتِ حق طاری ہوگئی اور وہ دنیائے عرب کے کونے کونے سے اپنے علاقوں اور قبیلوں کے نمائندہ وفد بنا کر جوق در جوق بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے لگے۔ کچھ اسلام قبول کرنے کے لیے، کچھ دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد احکامِ دین سیکھنے اور حضورؐ کی زیارت و بیعت سے مشرف ہونے کے لیے اور صلح و امن کا معاہدہ کرنے کے لیے وفود (سفارتوں) کا یہ سلسلہ ۵ھ میں شروع ہوا اور وصالِ نبوی سے چار ماہ قبل تک جاری رہا۔ ۹ھ میں تو اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی عام الوفود پڑ گیا۔ ان تمام وفود کی تعداد کے بارے میں اہلِ سیر میں اختلاف ہے۔ انھوں نے پندرہ سے لے کر ایک سو چار وفود تک کا حال لکھا ہے۔ ان میں سے بائیس وفود کے حالات ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوگا کہ اس زمانے میں قبائلِ عرب کی ذہنی کیفیت کیا تھی اور ہادیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تبلیغ و ہدایت کیا تھا۔ حضورؐ ہر وفد کے ساتھ، بلالحاظ اس کے کہ وہ کس غرض سے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، ایسے حسنِ اخلاق اور شفقت سے پیش آتے تھے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں اس سے ضرور متاثر ہوتا تھا۔ جن لوگوں کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہو جاتی، وہ واپس جا کر اپنے قبیلے میں ایسی تندہی اور خلوص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرتے کہ کوئی تیرہ بخت ہی ایمان لانے سے محروم رہ جاتا۔ جو لوگ پہلے ہی مسلمان ہوئے وہ بارگاہِ نبوی سے احکامِ دین سیکھ کر واپس جاتے تو ساری عمر اوامر و نواہی کی پابندی میں گزار دیتے۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے چند سال بعد قیصر و کسریٰ کے تخت اُلٹ ڈالے اور ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا کر دیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وفد ازد

فتح مکہ کے بعد ازد سے سات آدمیوں کا ایک وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کو ان کی وضع قطع اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ آپ نے ان سے پوچھا "تم لوگ کون ہو"؟ انہوں نے عرض کیا "ہم مومن ہیں"۔ حضورؐ مسکرائے اور فرمایا "ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے"۔

اہل وفد نے عرض کیا "ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں۔ ان میں سے پانچ تو ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں (مبلغین یا داعیانِ اسلام) نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان پر ایمان رکھیں اور پانچ ایسی ہیں جن کے متعلق ہدایت کی ہے کہ ان پر عمل کریں اور پانچ وہ ہیں جن کے ہم زمانہ جاہلیت سے پابند ہیں اور اب تک ان پر قائم ہیں"۔

حضورؐ نے پوچھا "وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر تمہیں ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

اہل وفد نے عرض کیا "یا رسول اللہ یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانیں اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین کریں"۔

حضورؐ نے پوچھا "وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر تمہیں عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے"۔

اہل وفد نے جواب دیا "یہ کہ ہم اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز پابندی سے پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں"۔

فرمایا "اچھا اب وہ پانچ باتیں بتاؤ جن پر تم زمانہ جاہلیت سے کاربند ہو"۔

اہل وفد نے عرض کیا "خوشحالی کے وقت شکر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، راضی برضائے الٰہی رہنا، آزمائش کے وقت راستبازی پر قائم رہنا اور دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا"۔

حضورؐ نے فرمایا "تم لوگ تو بڑے حکیم اور عالم نکلے۔ تمہاری حکمت و دانش گویا انبیاء کی حکمت و دانش ہے۔ اچھا تو اب پانچ باتیں میں تمہیں بتاتا ہوں تاکہ کل مجموعہ بیس باتیں ہو جائیں۔

۱۔ ضرورت سے زیادہ اشیائے خورد و نوش جمع (ذخیرہ) نہ کرو۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ مکانات نہ بناؤ (یا وہ مکان نہ بناؤ جن میں تمہیں بسنا نہ ہو)

۳۔ جس چیز کو چھوڑ کر کل تمہیں چلا جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کی طرف پھر تمہیں لوٹنا ہے۔ اور اس کے حضور جواب دہی کرنی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اہل وفد نے حضور کے ارشادات پر آمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہا اور وطن واپس جاکر ہمیشہ ان پر عمل کیا۔

۲۔ وفد اشعریین

اشعریین یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا۔ اس کے مورث اعلیٰ کا نام اشعر تھا۔ اس کا اصل نام تو کچھ اور تھا۔ لیکن ولادت کے وقت جسم پر بالوں کی کثرت کی وجہ سے اشعر مشہور ہو گیا۔ چنانچہ اس کی اولاد نے بھی اشعریین کے نام سے شہرت پائی۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اسی قبیلہ سے تھے۔ انہوں نے حضورؐ کی بعثت کا چرچا سنا تو یمن سے مکہ پہنچے اور سرورِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے اور پھر وطن کو معاودت کی۔ وہاں اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بڑے دلنشین انداز میں دعوت اسلام دی۔ چونکہ قبیلہ میں بڑی با اثر حیثیت کے مالک تھے اس لیے لوگوں نے ان کی باتیں بڑے دھیان سے سنیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً پچاس آدمی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت ابوموسیٰؓ اشعری انہیں ساتھ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضری کے لیے سمندر کے راستے یمن سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں بادِ مخالف چل پڑی جس نے ان کی کشتی کو ساحل حجاز پر پہنچانے کے بجائے ساحل حبش پر پہنچا دیا۔ طوعاً و کرہاً حبش میں اتر پڑے وہاں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب دوسرے مہاجرین حبشہ کے ساتھ موجود تھے۔ وہ ان کو ساتھ لے کر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا اور حضور وہیں مقیم تھے۔ یہ جماعت خیبر میں ہی حضور کی خدمت میں باریاب ہوئی۔ اس موقع پر حضور نے فرمایا "اہل یمن آتے ہیں جن کے دل بڑے گداز ہیں"۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ شرف باریابی حاصل کرنے سے پہلے اشعریین فرط ابتہاج سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

(ترجمہ) "کل ہم اپنے دوستوں سے ملیں گے

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے"

وفد سرورِ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ تفقّہ فی الدین حاصل کریں اور کائنات کے آغاز کے بارے میں دریافت کریں۔

حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا:

"سب سے پہلے اللہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا تخت پانی پر تھا۔ پھر اس نے زمین و آسمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا کئے اور ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا۔"

لسانِ رسالت سے تکوینِ عالم کی تشریح سن کر اہل وفد اتنے خوش ہوئے کہ ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

۳۔ وفد جہینہ

اس قبیلہ میں سب سے پہلے ایک سعید الفطرت شخص عمرو بن مرۃ الجہنی نے اسلام قبول کیا۔ وہ اپنے قبیلے کے بت خانہ کے متولی تھے اور بڑی عزت و حشمت کی زندگی گزار رہے تھے۔ ہادی اکرم نے مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بلا تامل اس دعوت پر لبیک کہی۔ اپنے بت خانے کو آگ لگا دی اور اس میں نصب بت کو ہتھوڑے سے توڑ کر وہیں پھینک دیا اس کے بعد سیدھے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے قبول اسلام کے بعد کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر حضرت معاذ بن جبل سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے پھر حضور کے ایما پر اشاعتِ اسلام کے لیے اپنے قبیلے میں واپس گئے اور ایسی تندہی کے ساتھ حق کی تبلیغ کی کہ بہت تھوڑی مدت میں سوائے ایک بدبخت شخص کے سارا قبیلہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ فتح مکہ سے پہلے اس قبیلہ کا ایک دوسرا وفد سرورِ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ وفد کے ایک رکن کا نام عبد العزیٰ ابن بدر تھا۔ حضورؐ اس قسم کے جاہلی ناموں کو سخت ناپسند فرماتے تھے چنانچہ آپ نے عبد العزیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم آج سے عبد اللہ بن بدر ہو۔" قبیلہ جہنیہ بنی غیان کی شاخ تھا۔ غیان کے معنی چونکہ سرکشی کے ہوتے ہیں اس لیے حضورؐ نے اس کا نام بھی بدل دیا اور فرمایا "آئندہ تمہارا قبیلہ "بنی رشدان" کہلائے گا۔" (یعنی ہدایت یافتہ لوگ) جس وادی میں ان لوگوں کا مسکن تھا اس کا نام غوی (یعنی گمراہی) تھا۔ حضورؐ نے فرمایا "آئندہ تم اس کو وادی رُشد کہا کرو۔" فتح مکہ کے وقت اس قبیلہ کے بہت سے افراد حضور کے ہمرکاب تھے اور قبیلے کا جھنڈا حضرت عبد اللہ بن بدر (مذکور) کے پاس تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے۔

علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضور نے ان لوگوں کو مسجد بنانے کے لیے بطور خاص زمین مرحمت فرمائی۔

۴۔ وفد اشجع

۵ھ میں قبیلہ اشجع کا ایک وفد معاہدہ صلح کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وفد باختلافِ روایت ایک سو یا سات سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ مدینہ آکر محلہ شعب سلع میں قیام پذیر ہوئے۔ حضور کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ نے اس بات کا انتظار نہ فرمایا کہ وہ خود بارگاہ نبوت میں حاضر ہوں بلکہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے، خیر و عافیت پوچھی اور بڑی دیر تک کمال اخلاق اور محبت کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے مہمانوں کی کھجوروں سے تواضع کرو۔ وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے تو آپ نے انھیں بڑی نرمی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے جواب دیا "محمدؐ ہم اسلام قبول کرنے کے نہیں آئے۔ ہماری آمد کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ سے امن اور صلح کا معاہدہ کریں۔ کیونکہ [illegible] کی اور آپ کی قوم کی آئے دن کی لڑائیوں نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے۔"

رحمت عالمؐ نے خندہ پیشانی سے فرمایا "جو تم کہتے ہو وہ ہمیں منظور ہے۔" چنانچہ صلح اور [illegible] کا ایک معاہدہ لکھا گیا جس کو فریقین نے منظور کر لیا۔ اس دوران میں اہل وفد حضورؐ کے [illegible] کریمانہ سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ معاہدہ صلح معرض تحریر میں آنے کے معاً بعد وہ سب [illegible] اٹھے۔ "اے محمدؐ! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کا دین برحق ہے۔" چنانچہ سب کے سب دولت اسلام سے بہرہ یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے۔

۵۔ وفد اسلم و غفار

اسی زمانے میں قبیلہ اسلم اور قبیلہ غفار کو بھی قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور ان کے بہت سے افراد عمیرہ بن افصٰی کی سرکردگی میں خدمت نبویؐ میں باریاب ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے دل و جان کے ساتھ اللہ کی اور آپ کی اطاعت اختیار کی ہمیں کوئی ایسی چیز عطا فرمائیں کہ ہم دوسرے قبائل کے سامنے اپنا سر عزت کے ساتھ بلند کر سکیں۔"

حضور نے ان کی درخواست کے جواب میں دستِ دعا اٹھا کر فرمایا "الٰہی اسلم کو سلامت [illegible] اور غفار کی مغفرت فرما" یہ دعا اہل وفد کے لیے اتنا بڑا اعزاز تھی کہ وہ فرطِ مسرت سے پھولے نہیں سماتے تھے۔

۶۔ وفد بنو اسد

۹ھ ہجری کے اوائل میں بنو اسد بن خزیمہ کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ دس آدمیوں پر مشتمل تھا اور ضرار بن الازور، وابصہ بن معبد اور طلیحہ بن خویلد جیسے مشہور لوگ اس میں شامل تھے۔ یہ قبیلہ بڑا جنگجو تھا اور کفر و اسلام کے معرکوں میں قریش کا حلیف رہا تھا۔ حضور نے ان کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف کوئی مبلغ نہیں بھیجا تھا اور وہ حالات سے مجبور ہو کر خود ہی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے تھے وفد کے کچھ اراکین نے فخریہ لہجے میں کہا کہ آپ نے کوئی ہم یا تبلیغی جماعت ہماری طرف نہیں بھیجی۔ بلکہ ہم نے خود ہی اسلام قبول کیا اور پھر دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کو ان کی تعلّی پسند نہ آئی اور یہ آیت نازل ہوئی

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (سورۂ حجرات)

(اے نبی) یہ لوگ تم پر یہ احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے کہہ دو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت کی اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔

رکنِ وفد حضرت ضرار بن الازور اپنے قبیلے کے اربابِ ثروت میں سے تھے ان کے پاس ایک ہزار اونٹوں کا گلہ تھا۔ دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے تو جہاں ہر قسم کے لہو و لعب سے توبہ کر کی وہاں سب مال مویشی بھی راہِ خدا میں دے دیئے اور خالی ہاتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے حضور کی خدمت میں یہ شعر پڑھے

ترکت الخمور وضرب القداح والّلهو تعلّلة وانتهالا

فیارب لا تغبنن صفقتی فقد بعت اھلی ومالی مرالا

رحمتِ عالم نے فرمایا "تمہاری تجارت خسارے میں نہیں رہی"

اراکینِ وفد نے حضور سے پوچھا "یارسول اللہ! جانوروں کی بولیوں سے شگون لینا کیسا ہے"

حضور نے فرمایا "ناجائز ہے"

پھر انھوں نے پوچھا "خط کشی (رمل) کے بارے میں کیا ارشاد ہے"۔

حضور نے فرمایا! "یہ بلاشبہ ایک علم ہے بشرطیکہ کوئی جانتا ہو"

ان لوگوں نے اپنے قبیلہ میں جا کر بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی بدقسمتی سے اس وفد کا ایک رکن طلیحہ بن خویلد اسدی اواخر رسالت میں فتنۂ ارتداد میں مبتلا ہو گیا۔ اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں حضرت خالدؓ بن ولید نے اسے کمر شکن شکست دی اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اللہ تعالیٰ نے اسے دوبا قبول اسلام اور توبہ کی توفیق دی اور اس نے دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر فاروق اعظم کی بیعت کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ میدان جہاد میں گزارا۔

۷۔ وفد بنی عذرہ

صفر ۹ھ ہجری میں قبیلہ عذرہ کے انیس (اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ) آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ان سے پوچھا "تم کون لوگ ہو" انہوں نے عرض کیا "ہم بنی عذرہ ہیں قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں ہم نے قصی کے انصار بن کر خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے نکالا تھا اس لیے ہم حضور کے قرابت دار بھی ہیں"

رسول اکرم نے ان کے جواب میں اہلا وسہلا و مرحبا فرمایا پھر انہیں بشارت دی کہ انشاءاللہ جلد ہی ان کا علاقہ ہر قسم کے جنگل سے آزاد ہو جائے گا۔

اہل وفد نے حضورؐ سے چند سوالات پوچھے۔ تسلی بخش جواب ملنے پر سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضور نے انہیں نصیحت فرمائی کہ (۱) کاہنوں سے سوال نہ پوچھا کرو اور (۲) جو قربانیاں تم اب دیتے ہو وہ سب منسوخ ہیں صرف عید الضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی ہے۔ استطاعت ہو تو ضرور دیا کرو۔

یہ لوگ چند روز بطور مہمان حضور کے پاس ٹھہرے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔

۸۔ وفد سلامان

سلامان کے سات (یا ایک دوسری روایت کے مطابق سترہ) آدمی شوال ۹ھ میں رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے قبول اسلام کے بعد خود بھی حضور کی بیعت کی اور پھر اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کی طرف سے بھی بیعت کی۔

انھوں نے حضور سے پوچھا "یا رسول اللہ افضل ترین عمل کون سا ہے"؟ حضورؐ نے فرمایا! "پابندی وقت سے نماز ادا کرنا" پھر انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہمارے ہاں خشک سالی ہے بارش کے لیے دعا کیجئے" حضور نے اسی وقت زبان مبارک سے یہ الفاظ ارشاد فرماتے

وفد کے ایک رکن حبیبؓ بن عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے مبارک ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں" حضور مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ یہ وفد اپنے وطن واپس گیا تو معلوم ہوا کہ جس دن حضورؐ نے دعا کی تھی اسی دن بارش ہو گئی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ وفد بنو حارث بن کعب

بنو حارث بن کعب نجران کا ایک نہایت معزز اور جنگجو قبیلہ تھا۔ سارے عرب میں شہرت تھی کہ اس نے کبھی دشمن سے شکست نہیں کھائی۔ رسول اکرمؐ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو تبلیغ اسلام کے لیے اس قبیلہ میں بھیجا تھا۔ ان کی مساعی سے یہ بہادر قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوگیا اور ان کا ایک وفد ۹ھ یا ۱۰ھ حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔

حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں جو تم سے لڑا وہ ہمیشہ مغلوب رہا اس کا کیا سبب ہے۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ اس کے تین سبب تھے۔

۱۔ ہم اپنی طرف سے کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کرتے تھے۔

۲۔ ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے تھے اور نہ لڑائی میں پہل کرتے تھے۔

۳۔ جب کوئی ہم پر لڑائی تھوپ دیتا تھا تو میدانِ جنگ میں ہم بنیان مرصوص بن جاتے تھے اور کبھی منتشر نہیں ہوتے تھے۔

حضورؐ نے فرمایا "بے شک تم سچ کہتے ہو۔ جو فوج یا جماعت ان اصولوں پر لڑے گی وہ ہمیشہ غالب رہے گی۔

جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حضورؐ نے عام اراکین وفد کو دس دس اوقیہ اور ان کے سردار قیسؓ بن الحصین کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔

۱۰۔ وفد بنو صدف

فتح مکہ کے بعد قبیلہ صدف کے انیس آدمیوں کی ایک جماعت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن بارگاہ نبوت میں پہنچ کر وہ بغیر سلام کیے بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا "کیا تم لوگ ابھی تک اسلام نہیں لائے اور کیا ہمارا کوئی داعی تمہارے پاس نہیں گیا"

انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اور آپ کا مبلغ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔

ہادیٔ اکرمؐ نے فرمایا "تو پھر تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟

یہ سن کر انھیں سخت ندامت ہوئی اور سب نے کھڑے ہو کر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ کہا۔ حضورؐ نے جواب میں "وعلیکم السلام" فرمایا اور حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ پھر آپؐ نے انھیں اوقاتِ نماز اور فرائض اسلام کی تعلیم دی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ وفد بنی سعد ہذیم

بنو سعد ہذیم قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ تھے۔ اس قبیلہ کے چند حضرات مسجد نبوی میں پہنچے تو دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں یہ لوگ اگرچہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن انھوں نے نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی اور الگ ہو کر بیٹھے رہے۔ حضور نماز جنازہ سے فارغ ہوتے تو ان سے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" انھوں نے عرض کیا کہ ہم سعد ہذیم کے آدمی ہیں حضور نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو" انھوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور بیعت کے لیے حاضر ہوتے ہیں" حضور نے فرمایا "پھر تم اپنے بھائی کی نماز جنازہ میں شریک کیوں نہ ہوئے" انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم سمجھتے تھے کہ بیعت کئے بغیر ہمیں نماز میں شریک ہونے کا حق نہیں ہے"

حضور نے فرمایا "ایمان لانے اور بیعت کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے" یہ لوگ اپنے ایک ساتھی ساتھی کو سواریوں کے پاس بٹھا آئے تھے، اتنے میں وہ بھی آگئے اہل وفد نے حضور کو بتایا کہ یہ ہم میں سے کم عمر ہیں اس لیے ہماری خدمت کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا "اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ" (چھوٹا اپنے بڑوں کا خادم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ اسے برکت دے۔ اس کے بعد یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حضور نے انھوں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا آپ لوگ ٹھہریں۔ اتنی جلدی واپسی کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ وفد تین دن مدینہ منورہ میں ٹھہرا اور حضور نے اس کی بے حد خاطر مدارات کی یہ لوگ وطن واپس آگئے تو ان کی تبلیغ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ جس نوجوان کو حضور نے دعائے برکت دی تھی وہ کلام اللہ کے عالم اور اپنی قوم کے امام بنے۔

۱۲۔ وفد بلی

قبیلہ بلی کا ایک وفد ربیع الاول ۹ھ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس کے قائد ابو الضباب تھے حضور نے ان کے سامنے محاسن اسلام بیان کئے اور انھوں نے کچھ باتیں آپ سے دریافت کیں۔ ہر ایک کا تسلی بخش جواب پا کر سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور حضور کی بیعت کی آپ نے ان کے لیے کھجوروں کا ایک بوجھ خود اٹھا کر لاتے اور ان سے فرمایا "کھاؤ" وہ لوگ حضور کا خلق عظیم دیکھ کر ششدر رہ گئے حضور نے ان کو تین دن مہمان رکھا اور پھر ہر ایک کو انعام دے کر رخصت کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ وفد بنو تمیم

فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد بنو تمیم کا وفد بڑی شان و شوکت اور جاہلی ٹھاٹھ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا۔ یہ ستر یا اسی آدمیوں پر مشتمل تھا اور اس میں قبیلہ کے بڑے بڑے رؤسا شعلہ بیان خطیب اور سحر البیان شاعر شامل تھے۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں مفاخرت اور مقابلت کا جذبہ بہت شدید تھا اور وہ لوگ ہر وصف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے۔ (اسلام نے مفاخرۃ کو مذموم قرار دیا اور فضیلت کی بنیاد تقویٰ کو ٹھہرایا) بنو تمیم کے دماغوں میں بھی خاندانی فخر و غرور کا نشہ سمایا ہوا تھا۔ وہ آتے ہی مسجد نبوی میں گھس پڑے۔ حضورؐ اس وقت گھر کے اندر تھے ان لوگوں کی بیباکی اور اکھڑپن کی یہ کیفیت تھی کہ انھوں نے نہ تو حضورؐ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کیا اور نہ اس بات کا لحاظ کیا کہ حضورؐ کس درجہ کی شخصیت ہیں۔ بلکہ آستانہ اقدس پر جا کر بے تحاشا آوازیں دینی شروع کر دیں "محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر آؤ اور ہماری بات سنو"۔ حضور کو ان کا اکھڑپن ناگوار تو گزرا لیکن آپؐ باہر تشریف لے آئے۔ آپ چاہتے تو ان لوگوں کو سخت سزا دے سکتے تھے لیکن آپؐ کی شانِ عفو و کرم دیکھئے کہ ان سے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی۔ وفد کے ایک رئیس اقرع بن حابس نے حضورؐ سے کہا محمدؐ میں وہ ہوں کہ خدا کی قسم میری مدح انسان کی عزت کو بڑھا دیتی ہے اور میری ہجو انسان کو داغ لگا دیتی ہے"۔ حضورؐ نے فرمایا یہ تو خدا کا کام ہے۔ انھوں نے کہا "ہم سب سے زیادہ معزز ہیں"۔ حضور نے فرمایا "تم سے زیادہ معزز یوسفؑ بن یعقوبؑ تھے"۔

اگرچہ قبول اسلام کے لیے یہ شرط بڑی نامعقول تھی لیکن حضورؐ چاہتے تھے کہ یہ لوگ کسی ہی ڈھب سے دعوتِ حق کو سمجھ جائیں چنانچہ آپ نے فرمایا "میں فخاری اور شعر بازی کے لیے مبعوث نہیں ہوا لیکن اگر تم اسی کے لیے آئے ہو تو یونہی سہی تم اپنا کمال دکھاؤ ہم جواب دیں گے"۔

بنو تمیم میں ایک شخص عطارد بن حاجب تھے وہ ایک شعلہ بیان خطیب تھے اور ایک دفعہ نوشیراں کے دربار میں اپنی خطابت کے جوہر دکھا کر کمخواب کا خلعت حاصل کر چکے تھے۔ حضورؐ سے اجازت پا کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور مفاخرہ کا آغاز اپنی اس تقریر سے کیا۔

"تعریف اس خدا کی جس نے اپنے فضل و کرم سے تاج و تخت کا مالک بنایا۔ اہل مشرق میں ہمیں سب سے زیادہ معزز کیا۔ ہمارے خزانے سیم و زر سے بھرے ہوئے ہیں جنھیں ہم فیاضی سے خرچ کرتے ہیں۔ لوگوں میں ہمارا مثل و نظیر نہیں۔ کیا ہم آدمیوں کے سردار اور ان میں صاحب فضل نہیں ہیں؟ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو تو وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قول سے اچھا قول اور ہمارے حالات سے اچھے حالات پیش کرے۔ اب مجھ کو جو کہنا تھا کہا۔"

عطارد یہ تقریر کر کے بیٹھ گئے۔ حضور نے ان کا جواب دینے کے لیے حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ کو اشارہ کیا۔ انھوں نے یہ خطبہ دیا۔

"تعریف اس خدا تے عزوجل کی جس نے زمین اور آسمان پیدا کئے۔ ان پر اپنا حکم جاری کیا۔ اپنی کرسی اور اپنے علم کو وسعت دی۔ وہ قادر مطلق ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے۔ اسی کی قدرت سے ہوتا ہے۔ اس کی قدرتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی مخلوق میں سے ہمارے لیے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو سب سے زیادہ شریف النفس ہے۔ سب دنیا سے بڑھ کر راست گو اور سب سے زیادہ شریف الاخلاق ہے۔ پھر اس پیغمبر پر ایک کتاب نازل کی اور اپنی خلقت کا اسے امانت دار بنایا اور وہی وہ شخص ہے جسے خدا نے سارے عالم سے برگزیدہ کیا۔ پھر اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا تو اس کی قوم اور اقربا میں سے پہلے مہاجرین نے حق کو قبول کیا۔ جو نسب میں افضل ہیں ان کے چہرے سب سے زیادہ روشن ہیں اور ان کے اعمال سب سے اچھے ہیں پھر ان کے بعد سارے عرب میں سے ہم گروہِ انصار نے دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ لہٰذا ہم خدا کے انصار اور اس کے رسول کے وزیر ہیں اور لوگ جب تک ایمان نہ لائیں اور لا الہ الا اللہ نہ کہیں ہم ان سے لڑتے رہیں گے اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کو ماننے سے انکار کرے گا ہم اس کے خلاف راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور جہاد کرنا ہمارے لیے کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں تمام مومنین اور مومنات کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

تقریریں ہو چکیں تو اشعار کی باری آئی۔ بنو تمیم کی طرف سے ان کے سحر البیان شاعر زبرقان بن بدر کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کی شان میں ایک پُرزور قصیدہ پڑھا جس میں خود ستائی، تعلّی اور نخوت کے سوا کچھ نہ تھا تاہم اس کے زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت میں کوئی کلام نہ تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ زبرقان کے اشعار سن کر خود جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے۔

ان من البیان لسحراً یعنی بعض بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے

زبرقان بیٹھے تو حضورؐ نے حضرت حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ ان کا جواب دیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسانؓ اقلیم سخن کے بادشاہ تھے۔ زمانہ جاہلیت میں شاہان غسان کے درباروں میں اپنے حسن کلام اور طلاقت لسانی کا لوہا منوا چکے تھے۔ قبول اسلام کے بعد ان کی شاعری کے جوہر اور بھی چمک گئے تھے۔ کیونکہ انھوں نے محض رضائے الٰہی کو اپنا مقصود بنا لیا تھا اور اپنی شاعری کو مدحت رسول کے لیے وقف کر دیا تھا۔ انھوں نے حضور کا اشارہ پاتے ہی اٹھ کر زبرقان ہی کے بحر اور قافیہ میں فی البدیہہ ایسے فصیح اور بلیغ اشعار سنائے کہ بنی تمیم انگشت بدنداں ہو گئے۔ لیکن وہ آسانی سے کب ہار مانتے تھے۔ زبرقان (اور بروایتِ دیگر عطارد) پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور چند اشعار اپنی فضیلت میں پڑھے۔ حضرت حسانؓ نے ان اشعار کا بھی برجستہ جواب دیا۔ اب بنو تمیم کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ اقرع بن حابس جو خود بڑے فصیح البیان شاعر اور خطیب تھے اور جن کی اصابت رائے کا سارا عرب معترف تھا۔ یہاں تک کہ متحارب قبائل اپنے جھگڑوں میں ان کو حکم (جج یا ثالث) بنایا کرتے تھے بے ساختہ پکار اٹھے "باپ کی قسم محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے افضل ہے۔ ان کا کلام ہمارے کلام سے زیادہ فصیح اور ان کی زبان ہماری زبان سے زیادہ شیریں ہے" اہل وفد نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور سب اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ یہ لوگ چند دن مدینہ منورہ میں ٹھہرے اور قرآن اور عقائد دین کی تعلیم حاصل کی عطاردؓ بن حاجب اسلام سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے نوشیرواں سے انعام میں پایا ہوا کمخوابی خلعت مدینہ کے بازار میں فروخت کر دیا (اس لیے کہ یہ ریشمی تھا)۔

حضرت عمر فاروقؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا "یا رسول اللہ عطاردؓ اپنا خلعت جو اس نے نوشیرواں کے دربار سے حاصل کیا تھا، فروخت کر رہا ہے، آپ اُسے خرید لیں" حضورؐ نے فرمایا یہ ریشم کا بنا ہوا ہے اسے وہ مرد استعمال کرے گا جس کا عاقبت میں حصہ نہ ہو" یہ وفد رخصت ہونے لگا تو حضورؐ نے ہر شخص کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔

۱۴۔ وفد کندہ

سنہ ۱۰ھ میں کندہ (حضرموت) سے اسّی آدمیوں کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اس کے سردار معدی کرب المعروف بہ اشعث بن قیس تھے وہ اپنے علاقے کے حکمران تھے اور ان کے ساتھی بھی صاحبِ حیثیت لوگ تھے۔ یہ سب اصحاب اگرچہ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن ابھی انھوں نے وہ سادگی اختیار نہیں کی تھی جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ مدینہ میں اس شان سے وارد ہوئے کہ سب نے اپنے کندھوں پر حریر کی زریں چادریں ڈال رکھیں تھیں جن کے سنجاف حریر کے تھے حضورؐ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے انھیں دیکھ کر استعجاب کا اظہار فرمایا۔ اور پوچھا "کیا تم اسلام قبول نہیں کر چکے؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اللہ کے فضل سے نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو چکے ہیں۔"

حضور نے فرمایا "پھر یہ حریر کیسا؟"

اہلِ وفد اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور سب نے فوراً چادریں پھاڑ پھاڑ زمین پر پھینک دیں۔ حضور ان کا جذبہ اخلاص دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضور نے رئیس وفد اشعث کو بارہ اوقیہ اور دوسرے لوگوں کو دس دس اوقیہ چاندی بطور انعام مرحمت فرمائی۔

۱۵- وفد خولان

شعبان سنہ ۱۰ھ میں خولان کے دس مسلمان بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم خدا اور رسول کے اطاعت گزار ہیں اور طویل سفر طے کر کے محض حضور کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

رسول اکرم نے فرمایا "مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ"

(جس نے مدینہ آ کر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا)

اس قبیلہ کے لوگ "عم انس" نامی ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضور نے پوچھا "تم نے عم انس کا کیا کیا؟" انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی پرستش ترک کر دی ہے البتہ چند بوڑھے لوگ ابھی تک اس کی پوجا کیے جاتے ہیں۔" پھر انھوں نے جاہلیت کے زمانے کے چند واقعات سنائے کہ وہ کس طرح عم انس پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور خود بھوکے ننگے رہ کر ہر چیز سے اس کا حصہ نکالتے تھے۔

حضور نے ان لوگوں کو فرائض دین سکھائے اور بطور خاص یہ نصیحتیں فرمائیں۔

۱- عہد کو پورا کرو۔

۲- امانت میں خیانت نہ کرو۔

۳- پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔

۴- کسی شخص پر ظلم نہ کرو کیونکہ قیامت کا دن ظالم کے لیے اندھیری رات ثابت ہوگا۔

وفد محارب

قبیلہ محارب کے دس آدمی سنہ ۱۰ھ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نہایت اخلاق سے ان کو ٹھیرایا اور حضرت بلالؓ کو ان کی خاطر مدارات پر مامور فرمایا۔ ایک دن حضور نے ظہر سے عصر تک کا وقت ان کے لیے وقف کر دیا۔ دوران گفتگو میں حضور نے ایک شخص کی طرف غور سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا اور فرمایا "میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے"۔ وہ بولے "حضور نے بالکل درست فرمایا۔ آج سے سالہا سال پہلے حضورؐ بازار عکاظ میں تشریف لاتے تھے۔ آپ نے مجھے وہاں دیکھا تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی۔ میں نے آپ کو نہایت گستاخانہ جواب دیا تھا"۔

حضور نے فرمایا "ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے یاد آگیا"۔

انھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ اس دن مجھ سے زیادہ بدبخت کوئی نہ تھا۔ میں نے سب سے بڑھ چڑھ کر حضور کی مخالفت کی تھی۔ میرے سب ساتھی تو اپنے آبائی مذہب پر مر گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اب تک زندہ رکھا اور ایمان لانے کی توفیق بخشی۔

حضور نے فرمایا "سب کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں"۔

انھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ میری گزشتہ لغزشوں کے لیے معافی کی دعا فرمائیے"۔

حضور نے فرمایا "اسلام لاتے ہی وہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو حالتِ کفر میں سرزد ہوتے ہوں۔

۱۷۔ وفد نجیب

بنی نجیب کے تیرہ آدمیوں کا ایک وفد ۹ھ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے قبیلے کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے۔ حضور نے فرمایا "اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے فقراء میں بانٹ دو"۔ انھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ حاجت مندوں کو دے کر جو کچھ بچ رہا ہے ہم وہی لاتے ہیں"۔ حضور ان کے جذبۂ اخلاص پر بہت خوش ہوئے۔ ان لوگوں نے دین کے بارے میں حضور سے چند سوالات پوچھے۔ آپ نے ان کے جوابات لکھوا دیئے۔ یہ لوگ کچھ دن حضورؐ کے مہمان رہے لیکن ان کو واپسی کی بڑی جلدی تھی۔ صحابہؓ نے پوچھا "تم یہاں سے جلد جانے کے لیے کیوں بے تاب ہو"۔ انھوں نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ان کی خبر اپنے اہل قبیلہ کو جلد از جلد پہنچائیں"۔

جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضور نے ہر ایک کو فرداً فرداً انعام عطا فرمایا اور پھر پوچھا کہ تم میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا۔ انھوں نے عرض کیا "ایک نوجوان کو ہم اسباب کی نگرانی پر مقرر کر آئے تھے وہ باقی ہے"۔ حضور نے اس کو بھی بلا بھیجا تاکہ تحفہ دیں۔ اس نے عرض کیا "یارسول اللہ میرے لیے تو فقط دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو غنی بنا دے اور مجھے بخش دے"۔ حضورؐ نے اس کے لیے یہی دعا فرمائی۔ حجۃ الوداع میں اس قبیلے کے سولہ آدمی حضورؐ کی خدمت میں آئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ان سے پوچھا کہ اس نوجوان کا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ اس کے استغنا کا یہ حال ہے کہ سارے جہان کی دولت اس کے قدموں پر ڈھیر کر دی جاتے تو وہ آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا"۔ حضورؐ نے فرمایا "میں اللہ سے آرزو کرتا ہوں کہ ہم سب کا خاتمہ اسی حالت پر ہو"۔

۱۵۔ وفد بنو سعد بن بکر

سنہ ۹ھ میں بنو سعد بن بکر کی نمائندگی ایک "یک رکنی" وفد نے کی، یہ صاحب تھے حضرت ضمام بن ثعلبہ۔ وہ اپنے قبیلہ کے سربراہ اور نہایت دانا آدمیوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس لیے دربارِ رسالت میں اہل قبیلہ نے اپنی وکالت کے لیے صرف انھیں ہی بھیجنا کافی سمجھا۔ وہ بدوی سادگی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور اپنی ناقہ کی مہار تھامے بلا تکلف مسجد نبوی میں جا گھسے۔ حضورؐ اس وقت صحابہ کرامؓ کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ ضمام نے سانڈنی کو ایک کونے میں بٹھایا اور مجمع کے قریب پہنچ کر سلام و کلام کے بغیر یوں گویا ہوتے۔

"آپ لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا بروایت دیگر ابن عبدالمطلب کون صاحب ہیں؟"

صحابہؓ نے حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگاتے بیٹھے ہیں"

ضمام نے کہا "اے ابن عبدالمطلب آپ کا داعی ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے چند باتیں آپ کی طرف سے ہمارے سامنے پیش کیں ہیں ان کی آپ سے تصدیق کرانا چاہتا ہوں۔ آپ میرے بدوی لہجے کی شدت سے دل میں غبار تو نہ لائیے گا"

حضورؐ نے فرمایا "تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو بلا تکلف پوچھو"

ضمام: آپ کے داعی نے ہم سے کہا کہ آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے"

رسول اکرمؐ: "اس نے سچ کہا"

ضمام: "آسمان کس نے بنایا؟

رسول کریمؐ: "اللہ نے"

ضمام: "اور زمین"؟

رسول کریمؐ: "اللہ نے"

ضمام: اچھا تو ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا اور اس میں قسم قسم کی چیزیں کس نے بنائیں"

رسول اکرمؐ: "اللہ نے"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر ضمام بولے " اسی کی قسم جس نے زمین و آسمان بنائے اور ان پہاڑوں کو قائم کیا سچ بتائیے کیا واقعی اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے "؟

رسول اکرمؐ : "ہاں"

ضمام : "آپ کے داعی نے یہ بھی کہا تھا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں "

رسول اکرمؐ : "اس نے سچ کہا"

ضمام : "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا سچ بتائیے کیا واقعی اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے ؟"

رسول اکرمؐ : "ہاں"

ضمام : "آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے مالوں پر زکوٰۃ بھی واجب ہے "

رسول اکرمؐ : "اس نے سچ کہا"

ضمام : "اس ذات کی قسم سچ بتائیے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے "

رسول اکرمؐ : "ہاں"

ضمام : آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے ذمہ ایک سال میں ماہِ رمضان کے روزے ہیں

رسول اکرمؐ : "ہاں اس نے سچ کہا "

ضمام : "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ٹھیک بتائیے واقعی اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا "

رسول اکرمؐ : "ہاں"

ضمام : "آپ کے قاصد کا یہ بھی خیال ہے کہ ہم میں جس کے پاس سواری اور زادِ راہ ہو اس پر بیت اللہ کا حج کرنا بھی فرض ہے "

رسولِ اکرمؐ : "اس نے سچ کہا "

یہ سوال و جواب ہو چکے تو ضمامؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا : "میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے میں اپنی قوم کا قاصد ہوں جو میرے پیچھے ہے اور میں بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں ۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنایا ہے ۔ میں ان باتوں پر جو آپ نے مجھے بتائی ہیں ذرہ برابر کمی بیشی نہ کروں گا "

یہ کہہ کر وہ اسی وقت واپس چل پڑے ۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا " اگر یہ شخص سچ کہہ رہا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اصابہ" میں حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ "میں نے ضمام سے بہتر اور موثر گفتگو کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا"

ضمامؓ اپنے قبیلے میں واپس گئے تو سب سے پہلے جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے وہ یہ تھے۔ "بئست اللات والعزیٰ" "لات اور عزیٰ دونوں ذلیل و خوار ہیں" ان کے قبیلے والے یہ سن کر پہلے تو بہت جھلائے لیکن جب ضمام نے دلنشین انداز میں اس ساری گفتگو کی روئداد سنائی جو اُن کے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہوئی تھی تو سارا قبیلہ شام ہونے سے پہلے پہلے مشرف باسلام ہوگیا۔

۱۹۔ وفد عبد القیس

قبیلہ عبد القیس بحرین کا رہنے والا تھا۔ یہ سعید الفطرت لوگ تھے اور فتح مکہ سے بہت پہلے دعوت اسلام پر لبیک کہہ چکے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ عبد القیس ہی کی مسجد میں قائم ہوا جو انھوں نے بحرین کے مقام جواثی میں تعمیر کی تھی۔ اس قبیلہ کے نمائندے احکام دین سیکھنے کے لیے دو مرتبہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۸ھ میں یا اس سے کچھ پہلے یا بعد اور دوسری مرتبہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں۔ پہلی مرتبہ ان کے وفد میں تیرہ آدمی تھے اور دوسری مرتبہ بیس (بقول علامہ ابن سعد) یا چالیس (بقول حافظ ابن حجرؒ اور قسطلانی) ان کے پہلی مرتبہ ورود مدینہ کے بارے میں زرقانیؒ نے "شرح مواہب" میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اکرم نے فرمایا کہ ابھی تمھارے پاس کچھ لوگ آرہے ہیں جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔ حضرت عمرؓ فاروق نے حضورؐ کا ارشاد سنا تو فرطِ اشتیاق سے ان لوگوں کو دیکھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مجلس نبوی سے باہر نکلے تو انھیں تیرہ آدمیوں کا ایک قافلہ ملا۔ انہوں نے اہل قافلہ کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آگاہ کیا اور پھر انھیں ساتھ لے کر دربارِ رسالت کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں نے دور سے حضورؐ کو دیکھا تو اپنا سامان وہیں چھوڑ چھاڑ دیوانہ وار حضور کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کے دستِ مبارک چومنے لگے تاہم اس وفد کے سردار عبد اللہ بن عوف الاشج (معروف بہ عبد الاشج یا اشج) پیچھے رہ گئے۔ وہ اگرچہ نوجوان تھے لیکن بڑے بردبار اور زیرک تھے۔ انہوں نے اپنے گرد آلود لباس میں ہادی اکرم کی خدمت میں حاضر ہونا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے پہلے تو اپنے قافلے کے اونٹ باندھے۔ پھر اپنی گٹھڑی کھول کر سفر کے کپڑے اتارے اور دوسرا صاف ستھرا لباس پہنا۔ پھر نہایت اطمینان کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست اقدس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بوسہ دیا۔ اشج کی شکل وصورت یونہی سی تھی اور اس میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔ حضور نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو انھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ آدمی کی قدر وقیمت اس کے قد وقامت اور شکل وصورت سے نہیں ہوتی۔ اس کی قیمت صرف اس کے دو چھوٹے سے اعضاء سے ہوتی ہے زبان اور دل"۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر خود رسول اکرمؐ نے یہ الفاظ ارشاد فرماتے "انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی البتہ اس کی دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک اس کی زبان دوسرے اس کے دل کی"۔ پھر آپؐ نے اشجؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے دانائی اور بردباری یا بروایت دیگر علم اور وقار"۔ انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ دونوں خصلتیں پیدائشی اور خلقی ہیں" حضورؐ نے ان لوگوں کو رملہؓ بنت حارث کے مکان پر ٹھہرایا اور دس دن تک مہمان رکھا اس دوران میں عبداللہ الاشج حضورؐ سے قرآن اور دینی مسائل سیکھتے رہے۔

صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں وفد عبدالقیس کی آمد کا حال اور طریقے سے مذکور ہے۔ اس میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اس قبیلہ کے لوگ دو مرتبہ بارگاہ رسالت میں باریاب ہوئے۔ علامہ شبلیؒ نے سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے کہ ابن مندہؒ اور دولابیؒ نے اس قبیلہ کے دو وفدوں کا ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر علامہ قسطلانیؒ اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کے دو وفد قرار دیتے ہیں۔ صحیح مسلم اور دوسری کتب صحاح کی روایتوں کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب عبدالقیس کا وفد مدینہ آیا تو حضورؐ نے پوچھا "یہ وفد کس قبیلہ کا ہے"۔ جواب ملا "قبیلہ ربیعہ کا" (عبدالقیس کا دوسرا نام ربیعہ بھی تھا) حضورؐ نے فرمایا "مرحبا۔ (تم لوگ خوشی سے مسلمان ہو کر آئے ہو اس لیے) تم لوگ نہ دنیا میں رسوا ہو گے نہ آخرت میں شرمندہ"۔ انھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ آپ کے اور ہمارے علاقے کے درمیان کفار مضر کا جنگجو قبیلہ بستا ہے اس لیے ہم صرف ان ہی مہینوں میں آپ تک پہنچ سکتے ہیں جن میں کفار کے نزدیک (بھی) لڑائی حرام ہے۔ دوسرے مہینوں میں سفر ممکن نہیں ہے لہٰذا ہمیں اختصار کے ساتھ دین کے چند ایسے احکام بتا دیں جن پر عمل کر کے ہم جنت کے مستحق قرار پائیں اور جو لوگ ہم سے پیچھے رہ گئے ہیں واپس جا کر ان کو بھی آپ کے ارشادات سے آگاہ کر دیں۔

حضورؐ نے فرمایا میں تمھیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ امر کی چار باتیں یہ ہیں ۱۔ خدائے واحد پر ایمان لانا یعنی زبان سے کلمہ شہادت اور دل سے اس پر یقین رکھنا۔ ۲۔ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۳۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ ۴۔ مال غنیمت میں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرنا۔ اور جن چیزوں سے تمھیں بچنا ہے وہ یہ ہیں

۱۔ دُبّا (کدو بنی) ۲۔ حنتم (روغنی) ۳۔ نقیر (کاٹھ کا بنا ہوا) ۴۔ مزفت (رال سے پکا ہوا) قسم کے برتنوں کے استعمال کو ترک کرنا ہوگا (ان برتنوں میں عرب شراب ڈال کر پیا کرتے تھے۔ چونکہ بنو عبدالقیس شراب پینے کے سخت عادی تھے اور شراب کا ذخیرہ انہیں برتنوں میں رکھتے تھے۔ اس لیے حضورؐ نے ان کے استعمال سے منع فرمایا۔)

انہوں نے سوال کیا "حضورؐ آپ کو علم ہے کہ نقیر کسے کہتے ہیں؟"

حضور نے فرمایا "ہاں جانتا ہوں۔ کھجور کی موٹی لکڑی کو اندر سے کھود کر تم اس میں کھجور رکھتے ہو اور ان پر کھجور کے درخت کا رس ڈال دیتے ہو۔ پھر اس میں پانی ملاتے ہو۔ رس اور پانی مل کر جوش کھاتا ہے۔ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد تم اسے پیتے ہو اور پھر نشہ میں چور ہو کر اپنے ہی بھائی پر تلوار چلاتے ہو۔" حضورؐ کا ارشاد سن کر اہل وفد ہنس پڑے۔ حضورؐ نے ہنسی کا سبب پوچھا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ہاں ایسا حادثہ رونما ہو چکا ہے۔ ہم میں یہ صاحب موجود ہیں جن کو ان کے بھائی نے نشہ میں چور ہو کر زخمی کر دیا تھا۔" پھر انہوں نے پوچھا "یا رسول اللہ ہمارے لیے کون سے ظروف کا استعمال جائز ہے۔" فرمایا "چمڑے کے ڈول، مشکیزے اور کپے وغیرہ۔"

انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہمارے ہاں چوہے بہت ہیں وہ ایسی چیزوں کو کتر دیتے ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا "کترا کریں ہاں اگر تم نگرانی رکھو گے تو وہ بھاگ جائیں گے۔"

اس وفد میں ایک عیسائی صاحب ابو منذر بشیر المعروف بہ جارود بن عمرو بھی تھے۔ انھوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا "یا رسول اللہ میں تو پہلے ہی آسمانی مذہب کا پابند ہوں کیا میرے تبدیل مذہب سے آپ میرے ضامن ہوں گے؟" حضور نے فرمایا "ہاں میں تمھارا ضامن ہوں اللہ نے تم کو تمھارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی ہے۔" یہ سن کر جارود اور ان کے ساتھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو عرض کیا "یا رسول اللہ میرے پاس سواری نہیں ہے راستے میں ہمیں دوسروں کی بہت سی سواریاں ملیں گی کیا ہم ان پر قبضہ کر لیں" حضورؐ نے فرمایا نہیں انھیں آگ سمجھو آگ۔" رخصت کے وقت وفد کے سب اراکین انعام سے سرفراز ہوئے۔

۲۰۔ وفد بنو ثقیف

رمضان المبارک ۹ھ ہجری میں اسی آدمیوں پر مشتمل بنی ثقیف کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس وفد کی آستانہ اسلام پر حاضر ہونے کی تاریخ اسلام میں خاص اہمیت ہے۔ ثقیف طائف کا بڑا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامور اور جنگجو قبیلہ تھا۔ سنہ نبوت میں قبیلہ کے سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب نے نہ صرف دعوت حق کو رد کر دیا تھا بلکہ حضورؐ سے ایسا نازیبا سلوک بھی کیا تھا کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔ تاہم رحمت عالمؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی کہ "خدایا بنی ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور ان کو میرے پاس بھیج"۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر اسی قبیلہ کے ایک رئیس عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے سفیر ہو کر حضورؐ کے پاس آئے تھے۔ جب واپس گئے تو قریش کو بتایا:

"میں دنیا کے بہت سے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں لیکن محمدؐ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کو جو عقیدت ہے وہ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ محمد وضو کرتے ہیں تو لوگ پانی پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ اس کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے پاتا۔ محمد تھوکتے ہیں تو لوگ فرط عقیدت سے اسے ہاتھوں اور چہرے پر مل لیتے ہیں۔ محمدؐ بولتے ہیں تو لوگ ساکت و صامت ہو جاتے ہیں۔ محمدؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کی تعمیل کے لیے دیوانہ وار لپکتا ہے"۔

عروہؓ اسلام سے متاثر تو اسی وقت ہو گئے تھے لیکن قبول اسلام کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب حضورؐ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اسلام لا کر واپس گئے اور اپنے قبیلے کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ جواب تیروں کی بوچھاڑ کی صورت میں ملا اور وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد بنو ثقیف نے غزوہ حنین میں ہوازن کا ساتھ دیا۔ ہوازن کی شکست کے بعد حضورؐ نے طائف کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے اپنے قلعے کی برجیوں سے مسلمانوں پر آگ اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔ لیکن جب حضورؐ نے ان کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا تو انھوں نے آپؐ کو پیغام بھیجا "خدا کے لیے ہمیں ہماری روزی سے محروم نہ کریں"۔

حضورؐ نے ان خوف ناک دشمنوں کی استدعا قبول فرمائی اور محاصرہ اٹھا کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اہل طائف کو اب اپنی قدر عافیت معلوم ہو گئی تھی قریب قریب سارا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ اب مسلمانوں سے مقابلہ ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اسی بے بسی کے احساس نے انھیں وفد کی صورت میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ عبد یالیل کی قیادت میں جب یہ وفد مدینہ کے قریب مقام ذی حرض میں پہنچا تو ان کی ملاقات حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی جو وہاں اونٹ چرا رہے تھے۔ انھیں وفد کے آنے کی غرض و غایت معلوم ہوئی تو اس قدر خوش ہوئے کہ حضورؐ کو اطلاع دینے کے لیے مدینہ کی طرف دوڑ پڑے۔ راستے میں ابو بکر صدیقؓ مل گئے۔ انھوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے پوچھا "خیر تو ہے اس طرح بے تحاشا کیوں بھاگ رہے ہو" حضرت مغیرہؓ نے واقعہ بیان کیا تو صدیق اکبرؓ نے انھیں قسم دے کر کہا کہ یہ خوش خبری مجھ کو پہنچانے دو۔ چنانچہ انھوں نے جب حضورؐ کو بنو ثقیف کے آنے کی اطلاع دی تو آپ بھی بے حد مسرور ہوئے اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو مسجد نبوی میں خیمے نصب کر کے ٹھہرایا جائے۔ تاکہ قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی رہے اور مسلمانوں کی نماز میں معیت دیکھ کر ان پر اثر پڑے۔ یہ لوگ فی الواقع حضورؐ کی اس تدبیر سے اسلام سے بڑے متاثر ہوئے۔ سرور عالمؐ خود بھی عشاء کی نماز کے بعد ان کے پاس تشریف لے جاتے اور بڑی بڑی دیر تک ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ ایک دن انھوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ ہم سے تو اپنی رسالت کا اقرار کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن خود آپ خطبے میں اپنا نام نہیں لیتے۔ حضورؐ نے فرمایا "میں سب سے پہلے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ نے مجھے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس کی طرف سے میں خلقت کی ہدایت اور اصلاح کے لیے مبعوث ہوا ہوں"۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ چند شرطوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ اور رئیس وفد عبد یالیل کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ اس طرح تھی۔

عبد یالیل: ہمارے ہاں مرد عام طور پر مجرد رہتے ہیں اس لیے وہ زنا کاری پر مجبور ہیں۔ کیا اس کی اجازت ہوگی؟

حضورؐ: زنا قطعاً حرام ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا

(زنا کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکنا۔ کیوں کہ وہ بے حیائی ہے اور بہت برا چلن ہے)

(۱۷: ۳۲ - سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۳)

عبد یالیل: اور سود کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ یہ تو ہمارا اپنا ہی مال ہے۔

حضورؐ: تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو لیکن سود تو بالکل حرام ہے۔ اللہ کا حکم ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا

(اے لوگو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی ہے اس کو چھوڑ دو) سورہ بقرہ - رکوع ۳۶ - ۲: ۲۷۸)

عبد یالیل: اور شراب کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ پشت ہا پشت سے شراب کے عادی ہیں کہ یہ ہمارے ملک کے انگوروں کا عرق ہے اس کی اجازت تو مرحمت فرمائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ : اللہ تعالیٰ نے شرک اور جوئے وغیرہ کے ساتھ شراب بھی حرام کر دی ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ (۵ : ۹۲ سورہ مائدہ رکوع ۱۱)

(اے ایمان والو۔ شراب، جوا، انصاب و ازلام ناپاک شیطانی کام ہیں ان سے بچتے رہو تاکہ فلاح پاؤ)

عبدیالیل : یا رسول اللہ ہمیں نماز سے تو معاف فرما دیں۔

حضور : جس دین میں خدا کی عبادت نہ کی جائے وہ دین فطرت نہیں۔

یہ درخواستیں نامنظور ہو گئیں تو اہل وفد نے زکوٰۃ اور جہاد سے استثنا کی درخواست کی۔ (حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب یہ لوگ صدقِ دل سے سلام قبول کریں گے تو جہاد بھی کریں گے اور زکوٰۃ بھی دیں گے)

اس کے بعد اہل وفد نے حضورؐ نے پوچھا کہ ہمارے بت لات کے بارے میں آپ کا کیا ارادہ ہے۔

حضور نے فرمایا "اسے توڑ دیا جائے گا"

یہ لوگ اپنے بت سے اتنے خوف زدہ تھے کہ حضور کا ارشاد سن کر بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے "اس بت کو توڑنا تو بربادی کو دعوت دینا ہے۔" حضرت عمر فاروقؓ اس موقع پر موجود تھے ان سے ضبط نہ ہو سکا اور ان لوگوں کو ملامت کرنے لگے کہ تم ایک بے جان پتھر سے اتنا ڈرتے ہو۔ اہل وفد نے برہم ہو کر کہا "عمر تم نہ بولو ہم تمہارے پاس نہیں آئے" حضرت عمرؓ خاموش ہوئے تو انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا "لات کو گرانے کا کام ہم سے تو نہیں ہو سکے گا۔ آپ خود اپنے آدمی بھیج کر یہ کام کرا لیں۔"

حضور نے تبسم ہو کر فرمایا "اچھا تو یہ بت شکنی ہمارے ذمہ ہی رہی تم لوگ یہ کام نہ کرنا" اس کے بعد سب اہل وفد مسلمان ہو گئے اور واپس جا کر سارے قبیلے کو بھی دائرہ اسلام میں لے آئے وفد واپس چلا تو رسول اکرمؐ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور ابو سفیانؓ کو طائف بھیج کر لات اور اس کے معبد کو منہدم کروا دیا۔

۲۱۔ وفد نجران

نجران مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ جو سارے عرب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز تھی (بعض مورخین کے بیان کے مطابق یہ ریاست حدود یمن کے اندر واقع تھی) اس ریاست کا یمن کی حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ یہ براہ راست قیصر روم کے ماتحت تھی، نجران کا علاقہ نہایت سرسبز اور شاداب تھا اور اس کے باشندے جو عیسائی عرب تھے، صنعت و حرفت اور تجارت کی بدولت بڑے خوشحال تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا تھا جو کعبہ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ ریاست کا نظم و نسق تین شعبوں میں منقسم تھا۔ ہر شعبے کا اعلیٰ عہدیدار الگ تھا۔ دینی معاملات کا افسر اعلیٰ "اسقف" کہلاتا تھا۔ خارجی اور جنگی امور کا نگران "سید" اور داخلی امور کا نگران "عاقب" کہلاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ایک نامہ مبارک بھیجا جس میں انھیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی ان لوگوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا۔ البتہ ساٹھ آدمیوں کا ایک وفد ۹ھ میں تحقیق احوال کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں اسقف، سید اور عاقب سمیت نجران کے بڑے بڑے معززین اور شرفاء شامل تھے۔ ان لوگوں کے لیے مسجد نبوی کے صحن میں خیمے لگا دیئے گئے اور انھوں نے وہیں قیام کیا۔ یہ لوگ غالباً اتوار کے دن مدینہ منورہ پہنچے تھے جو ان کا یوم عبادت تھا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے طریقے پر مسجد نبوی میں نماز پڑھنی چاہی تو صحابہ نے اعتراض کیا۔ حضور نے فرمایا "پڑھنے دو" اجازت ملنے پر انھوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی نماز پڑھی۔ ان لوگوں نے خاصی مدت مدینہ منورہ قیام کیا اس دوران میں حضور ان کو برابر حق کی طرف بلاتے رہے اور ان کے طرح طرح کے سوالوں کا جواب وحی کی رو سے دیتے رہے لیکن ان لوگوں کی زبان پر ایک ہی رٹ تھی۔ "ہیں نہ مانوں" مفسرین نے لکھا ہے کہ سورہ آل عمران کی ابتدائی اسی آیتیں وفد نجران کے قیام کے دوران ہی نازل ہوئیں۔ ایک دن حضور نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تم لوگ صلیب کے پجاری ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہو حالانکہ ان کی حالت اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام جیسی تھی اور وہ بھی ان کی طرح مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ پھر وہ خدا کس طرح ہو گئے۔ اہل وفد نے حضور کی کوئی بات نہ مانی اور برابر کٹ حجتیاں کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل عمران ع)

(اور جو کوئی تم سے علم آنے پیچھے بھی جھگڑا کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بچوں، مردوں اور عورتوں کو بلا لیتے ہیں۔ تم اپنے بچوں، مردوں اور عورتوں کو بلا لو۔ پھر ان کے ساتھ ہم اور تم خدا سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت پڑے۔)

چنانچہ اتمامِ حجت کے طور پر حضورؐ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسین کو ساتھ لے کر عیسائیوں سے مباہلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ (بعض روایات میں اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی حضورؐ نے اپنے ساتھ لیا تھا۔ عیسائیوں کو مباہلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی کیوں کہ ان میں سے بعض دور اندیش لوگوں نے رائے دی کہ اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ ہم نہ مباہلہ کرتے ہیں اور نہ اسلام قبول کرتے ہیں البتہ ہمیں جزیہ دینا منظور ہے آپ ہمارے ساتھ ایک دیانت دار آدمی کو بھیج دیں جس کو ہم خراج کی رقم جو آپ مقرر کریں گے، ادا کر دیا کریں گے۔ حضور نے ان کی بات مان لی اور فریقین کے مابین اسی کے مطابق معاہدہ صلح طے پا گیا۔ جب یہ وفد رخصت ہونے لگا تو حضور نے ابو عبیدہ بن الجراح کو خراج کی وصولی کے لیے اس کے ساتھ بھیج دیا۔ اور فرمایا یہ ہماری امت کے امین ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ نجران سے یکے بعد دیگرے دو وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ پہلا وفد تین آدمیوں پر مشتمل تھا اور اسی وفد کے ساتھ بحث کے دوران میں آیت مباہلہ نازل ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے مباہلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول کر کے واپس چلے گئے۔ اس وفد کے بعد دوسرا وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا مدینہ منورہ آیا اور وہ بھی حضور سے فرمانِ امن لے کر واپس گیا۔

۲۲۔ وفد بنو کلب

بنو کلب سے دو دو آدمیوں کے دو وفد یکے بعد دیگرے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے پہلے وفد کے سامنے حضور نے فرمایا "میں سچا نبی ہوں اور پاکیزگی کے ساتھ آیا ہوں۔ خرابی اور پوری خرابی اس شخص کی ہے جس نے مجھے جھٹلایا، مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی اور بھلائی اور پوری بھلائی اس شخص کی ہے جس نے میری مدد کی مجھ پر ایمان لایا میری تصدیق کی اور میرے ساتھ ہو کر جہاد کیا"۔ عاصمؓ اور عبد عمروؓ (جن پر یہ وفد مشتمل تھا) دونوں نے عرض کیا "بے شک ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں"۔

بعد میں اس قبیلے کے دو اور آدمی ابن سعدانہ اور ربیعہ بن ابراہیم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے حضورؐ نے ان کو ہدایت فرمائی "نماز اپنے وقت پر پڑھا کرو اور زکوٰۃ اپنے حق کے موافق ادا کیا کرو"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالماجد دریا بادی

انقلابِ عظیم (فتح مکّہ)

مہینوں کی تپش و تابش، لو اور لپٹ، تڑاقے اور جلاپے کے بعد جب برسات کی ہوائیں چلتی ہیں تو کالے کالے بادل امنڈا امنڈ کر آتے ہیں اور جل تھل بھر جاتے ہیں۔ سالہا سال کی سختیوں اور آزمائشوں امتحانات اور ابتلآت کے بعد جب مشیتِ مطلقہ کو، اس مشیت کو جس کے اوپر کوئی مشیت نہیں منظور ہوا کہ مردہ میں جان پڑ جائے اور سوکھی ہوئی کھیتی لہلہانے لگے تو نیتوں کے رُخ پلٹ دیے اور دلوں کی اقلیم میں انقلاب برپا کر دیا۔ جو گردنیں اکڑی ہوئی تھیں وہ جھکیں اور جو زبانیں انکار پر اڑی ہوئی تھیں وہ اقرار کا حکم پڑھنے لگیں۔ جو قلوب اپنی سختی و قساوت میں پتھر کو شرمار ہے تھے وہ پانی ہو ہو گئے اور جو جہنم کے شعلوں کے لیے تیار ہو رہے تھے وہ جنت کے ٹکٹ کی خریداری کو لپک لپک کر بڑھے۔ مکّہ کی سرزمین جو توحید کی منادی کرنے والے پر تنگ ہو چکی تھی۔ اب اسی بے بس اور بے کس یتیم کے جاہ و جلال، فتح و اقبال کے سامنے اپنی ساری وسعتوں اور پہنائیوں کے ساتھ پیش ہوئی اور خانہ کعبہ کا دروازہ اسی ہجرت کر جانے والے پردیسی کے ہاتھوں نہیں بلکہ اس کے خادموں اور خدمت گزاروں کے ہاتھوں کھل کر رہا جس اللہ کا نام زبان پر لانا منع تھا اب اسی کی بڑائی کی پکار عرب کے گوشہ گوشہ میں گونجی اور اس کے جس بندہ کو مکّہ نے حقیر جانا اور طائف نے تمسخر کیا تھا اس کی سچائی اور عظمت کی شہادت دینے پر اب مکّہ و طائف، نجد و حجاز، یمن و عمان، دشت و جبل کے پیر و جوان، زن و مرد، غول کے غول، خیل کے خیل، جھپٹ جھپٹ کر آگے بڑھنے لگے۔ جس مجبور و بے کس کو اپنا عزیز و محبوب وطن بہ الفاظ گبن لہٰ ”اول رات صرف ایک رفیقِ طریق کی معیت میں چھوڑنا پڑا تھا“ لہٰ وہ اس شہر میں جس کے در و دیوار تک اس کی عداوت کا عہد کر چکے تھے

لہٰ گبن (GIBBON) مشہور انگریز مؤرخ ہے۔ روما کی ضخیم تاریخ (FALL AND DECLINE OF ROMAN EMPIRE) میں اسلام اور شارعِ اسلام کا بھی ذکر کیا ہے۔ واقعہ ہجرت کے سلسلہ میں (باقی اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے آٹھویں ہی برس اس شان سے داخل ہوا کہ دس ہزار آہن پوش جاں باز اس کے جلو میں تھے اور سوکبۂ نبوی کا منظر اس جاہ و جلال کا تھا کہ بڑے سے بڑے دشمنِ اسلام کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ ایک مؤرخ ان الفاظ میں نقشہ کھینچتا ہے۔

لشکرِ اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیانؓ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو کہ افواجِ الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم شروع ہوا۔ قبائلِ عرب کی موجیں جوش جوش مارتی ہوئی بڑھیں، سب سے پہلے غفار کا پرچم نظر آیا۔ پھر جہینہ، پھر ہذیم، پھر سلیم ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے، تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر دفعہ مرعوب ہو ہو جاتا تھا۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سروسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ابوسفیان نے متحیر ہو کر پوچھا یہ کون لشکر ہے؟ حضرت عباسؓ نے نام بتایا۔ دفعتہً سردارِ خزرج سعدؓ بن عبادہ ہاتھ میں علم لیے ہوئے برابر سے گزرے اور ابوسفیانؓ کو دیکھ کر پکار اٹھے

اليوم يوم الملحمة   اليوم تستحل الكعبة

(آج گھمسان کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لکھتا ہے: "اب مکہ کی سرداری امیہ کے خاندان میں آئی اور ابوسفیان کو ملی جو خاندان بنی ہاشم کا جانی دشمن اور مذہبِ شرک کا زبردست علمبردار تھا۔ اس نے پیغمبر کی قسمت کے فیصلے کے لیے ایک مجلسِ قریش اور ان کے حلیفوں کی منعقد کی ...... فیصلہ قتل کا ہوا اور قرار یہ پایا کہ ہر ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص ان کے قلب میں تلوار بھونکے تاکہ قصاص لینا بنی ہاشم کے لیے آسان نہ رہ جائے۔ کسی فرشتہ یا جاسوس نے سازش کی مخبری کر دی۔ اب پیغمبر کے لیے بجز ترکِ وطن کے کوئی چارہ نہ تھا۔ رات کی تاریکی میں محض ابوبکر کو ساتھ لے کر چپکے سے اپنے گھر سے نکلے (باب: ۵۰) مکہ میں فاتحانہ داخلہ بھی اسی کی زبان سے سنیے:

"جوش و خروش اور نظم و باقاعدگی نے کوچ کو بھی جاری رکھا اور دراز کو بھی قائم رکھا تا آنکہ دس ہزار تلواروں کی چمک دمک نے حیرت زدہ قریش کو پر قوت دشمن کی آمد پر چونکا دیا۔ مغرور ابوسفیان نے شہر کی کنجیاں لا کر حوالہ کر دیں اور اس کے سامنے سے پرچموں اور ہتھیاروں کے جو جلوس پہ جلوس گزر رہے تھے۔ انھیں دیکھ دیکھ کر غش غش کرتا رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے آخر کو کبۂ نبوی نمایاں ہوا۔ جس کے پرتو سے سطح خاک پر نور کا فرش بچھتا جاتا تھا۔

حضرت زبیر بن العوام علمبردار تھے۔ لہ"

چند سال کے اندر دیکھتے دیکھتے دنیا کی کایا پلٹ چکی تھی۔ اب، راج تھا تو مکہ کے اس اُمّی کا۔ اور جیت تھی تو بنی ہاشم کے اس یتیم کی۔ ابوجہل کی مختاری، عتبہ کی سرداری، ابولہب کی ریاست سب نسیاً منسیاً ہو چکی تھی اور عاص بن وائل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ کے بھائی اور بھتیجے، پوتے اور پوتی اگر کہیں تھے تو اس آرزو اور تمنا میں دوڑتے ہوئے کہ اللہ کے رسولؐ کی رکابوں کو چومیں اور خاک پا کو آنکھوں سے لگائیں۔

یہ عجیب وغریب نظارہ، عالم رؤیا ومنام میں نہیں۔ نگاہ کشفی اور عرفانی سے نہیں۔ اسی عالم حس وبیداری میں ان ہی مادی آنکھوں سے دکھایا گیا اور دکھانے کے ساتھ ہی جتا بھی دیا گیا کہ یہ جو کچھ ہوا۔ محض نصرتِ الٰہی سے ہوا۔ نصرت کا وعدہ شروع ہی سے تھا۔ نصرت علم باری میں مقدر ہو چکی تھی۔ جب اس کی گھڑی آئی، نصرت اپنے عین وقت پر ظاہر ہو کر رہی۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح — ورنہ کوئی بڑے سے بڑے انسان بھی اپنے عزم وہمت، اپنی سعی وزور بازو سے ممکن نہ تھا کہ اتنا زبردست اور عظیم الشان انقلاب پیدا کر سکتا اور فتح اسی نصرتِ الٰہی ہی کے نتیجہ کے طور پر ظاہر ہو کر رہی۔ نصرت کا رنگ تو لطیف ومخفی ہوتا ہے۔ اس کا ادراک تو صرف صاحب بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔ فتح کا ظہور ایسا مادی اور اس قدر نمایاں اور کھلا ہوا ہو کر رہا کہ عامی سے عامی نے بھی اسے دیکھا اور غبی سے غبی بھی اس کو سمجھ کر رہا۔ پھر نری "فتح" تو دوسروں کے لیے بھی ممکن ہے۔ جیسوں کے فاتح تو دنیا میں اور بھی ہوئے ہیں۔ یہ نبی کی "فتح" تھی۔ اللہ کے سب سے بڑے پرستار کی فتح تھی۔ سکندر اور چنگیز، نپولین اور ہنڈن برگ کی فتح نہ تھی۔ یاد رہے نہیں دلایا جاتا کہ ملک کا رقبہ اتنا وسیع ہوا۔ خراج کی رقم میں اتنے کا اضافہ ہوا۔ رعایا کی گنتی اتنی بڑھی بلکہ مخاطب کے خاص مذاق پیغمبری

لہ سیرت النبی۔ شبلیؒ جلد اول ص۵۳۲

ٹہ فتح عربی میں چیز کے کھل جانے اور دشواری کے حل ہو جانے کو کہتے ہیں۔ الفتح ازالۃ الاغلاق والاشکال۔ راغب نے لکھا ہے کہ اس کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک وہ جو مادی آنکھوں سے نظر آتی ہے مثلاً دروازہ کا کھلنا قفل کا کھلنا وغیرہ اور دوسری قسم وہ ہے جو صرف چشم بصیرت سے نظر آتی ہے۔ پھر خود اس کی متعدد قسمیں ہیں اور ہر معنی کے استشہاد میں کلام مجید کی آیات پیش کی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روایت سے ارشاد یہ ہوتا ہے کہ اس فتح کے آثار میں تم نے سب سے بڑا اور نمایاں اثر یہ دیکھ لیا۔ (وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا) کہ جس میں شامل ہوتے لوگ اکا دکا بھی ڈرتے تھے اس میں اب فوج کی فوج، جوق در جوق، گھرانے کے گھرانے، محلے کے محلے، قبیلے کے قبیلے کھلے خزانے ہانکے پکارے بے دھڑک اور بلا جھجک شامل ہو رہے ہیں اور شامل کاہے کو ہو رہے ہیں کسی انسانی جتھے کی تقویت کے لیے نہیں۔ قبیلہ، قوم، ملک، رنگ، نسل، وطن کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے نہیں۔ نیشنلزم کے نام پر جینے اور مرنے کے لیے نہیں بلکہ فی دین اللہ، محض اللہ کے نام کی پاکی اور بلندی کے لیے، توحید کی پرستاری کے لیے لوگ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ہتھیار نہیں رکھ رہے تھے۔ سیاسی محکومی کے اقرار نامے نہیں لکھ رہے تھے۔ مسلمان ہو رہے تھے۔ توحید کا کلمہ پڑھ رہے تھے، جسموں اور زبانوں سے نہیں دل و جان سے اسلام کی حلقہ بگوشی میں آ رہے تھے۔ نجات و مغفرت کے پروانے حاصل کر رہے تھے اور کل تک جس نورِ حق کے خون کے پیاسے تھے آج اسی شمع کے گرد پروانہ وار خود نثار ہو جانے کو آگے بڑھ رہے تھے۔

دنیا نے "فتوحات" بہت سی دیکھی ہیں ایسی حیرت انگیز فتح" بھی چشمِ تاریخ نے نہیں دیکھی ہے؟ اس عجیب و غریب فتح کو بجز نصرتِ الٰہی کے اور کس شئے پر محمول کرنا ممکن ہے؟

دنیا جب فتح مند ہوتی ہے تو عام طور پر کیا کرتی ہے؟ اچھلتی ہے، کودتی ہے، ناچتی ہے گاتی ہے، باجے بجاتی ہے، جشن مناتی ہے، کھاتی ہے، کھلاتی ہے، پیتی ہے پلاتی ہے۔ یہ فتح" جس طرح اپنی ذات میں بے نظیر تھی اپنے ثمرات و عواقب کے لحاظ سے بھی بے نظیر دکھی گئی۔ حکم یہ نہیں ملتا کہ اس فتح کی خوشی میں شہر میں چراغاں کیا جائے، کوئی جلوس نکالا جائے۔ جلسے اور مظاہرے کر کر کے تجاویز پاس کی جائیں بلکہ ارشاد یہ ہوتا ہے کہ اسے پیمبر!

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا

— دین کی تکمیل ہو چکی، فرائضِ نبوت تمام ہو چکے، پیام کی منادی تم کر چکے۔ حق کے لیے اور خالق کے حکم سے، خلق کی جانب اپنے دل پر جبر کر کے بہت رجوع رہ چکے۔ بس اب وقت ہے کہ اپنے اصلی ذوق کے مطابق صورۃً بھی تمام تر حق ہی کی طرف رخ کر لو۔ خالق ہی کی جانب رجوع ہو جاؤ۔ اسی کی حمد کی تسبیح میں لگ جاؤ۔ اسی سے استغفار شروع کر دو۔ اسی سے اپنی حفاظت کی دعائیں کرنے لگو۔[۱] وہ تمہارا

---

[۱] استغفار کے معنی لغت میں حفاظت طلب کرنے کے بھی آئے ہیں۔ بعض مفسرین نے استغفار سے امت کے لیے استغفار مراد لیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...ب، جو تمہارا اور سب کا مربی حقیقی ہے، بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا بڑا ہی رجوع بہ رحمت کرنے ...ا ہے۔

سبحان اللہ کیا شانِ بے نیازی ہے اور کس درجہ تکمیلِ عبدیت مقصود ہے۔ استغفار کا حکم اسے ...رہا ہے جو خود دوسروں کی مغفرت کرے گا اور توبہ قبول ہونے کی بشارت اسے دی جا رہی ہے جو ...معصوم ہی نہیں معصوموں کا سردار ہے لیکن صلِ علیٰ بندہ بھی کیسا تھا؟ اپنے مولا کا عاشقِ زار۔ حکم کی تعمیل معناً ...س طرح کی ہو گی۔ اس کا حال اہلِ معنی ہی جان سکتے ہیں۔ لفظاً اس طرح کی کہ اٹھتے اور بیٹھتے، آتے اور ...اتے کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ زبان سبحان اللہ وبحمدہ کے ورد سے ناآشنا رہنے پائی ہو اور کلماتِ استغفار ...غفرت اس کے علاوہ۔ احکام میں مخاطب گو پیمبر ہوتے ہیں لیکن مراد امت ہوتی ہے۔ جب فتح و ...صرت غلبہ و کامرانی کے موقع پر رسول تک کو حکم تسبیح و استغفار کا ہے تو غیر معصوم افرادِ امت کے لیے ...ن احکام کی تعمیل کتنے زائد درجوں میں ضروری ہو گی۔

ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور

- طاغوتی طاقتوں اور الحادی قوتوں پر ضرب کاری
- دین حقیقت کا علمبردار
- اسلامی ثقافت و نظام کا داعی
- سلفی عقائد کا نقیب
- روحانی اقدار کا پیامبر
- ہر شمارہ پاکستان کے نامور اہلِ قلم کی نگارشات سے آراستہ و پیراستہ

اور

- مدیر اعلیٰ کے قلم سے ہر ماہ تازہ حالات پر بصیرت افروز تبصرہ

○ قیمت فی پرچہ: ۷۵ پیسے ○ سالانہ چندہ: ۹/- روپے

بیرون ممالک سے ۹/ روپے علاوہ محصول ڈاک

منیجر ترجمان الحدیث ۲- ایبک روڈ۔ انارکلی لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہناز اختر ایم اے

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جہاد میں

اغیار نے ہم مسلمانوں پر جو ان گنت "احسانات" کیے ہیں۔ ان میں سے ایک "احسانِ عظیم" دین اسلام کے بارے میں لوگوں کو شکوک وشبہات کے گرداب میں پھنسانا ہے۔ انھوں نے اسلام دشمنی کی زہریلی گولیوں کو شکر کی تہ چڑھا کر بڑے خوب صورت رنگوں میں یوں پیش کیا کہ نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان بھی انھیں خوشی خوشی نگل کر لڑکھڑا گئے ہیں۔ مستشرقین، معترضین کے بوئے ہوئے بیج ان کی ہمہ وقت آبیاری کی بدولت یوں پروان چڑھے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی یہ خیال سر اٹھاتا ہے کہ "اسلام کی سرعتِ اشاعت کا راز مسلمانوں کی قوت بازو اور شمشیر زنی میں مضمر ہے"۔ اعدائے دین نے غزوات کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے اور اس کا یا پلٹ دین کی مخالفت میں اندھے ہو کر لوگوں کو اس دائرے میں داخل ہونے سے باز رکھنے کی کوشش میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے وہ یہ نہیں سوچ سکے کہ اگر خاتم المرسلین، سید النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فداکاروں نے تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلایا تو پیشتر ازیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تیغ زن ساتھیوں کو کس نے اور کس تلوار سے مسلمان بنایا گیا؟

قرآن عظیم واضح اعلان کرتا ہے۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔

دین میں کسی پر جبر نہیں ہے (البقرہ، رکوع ۳۲، آیت ۳)

روزِ روشن کی طرح واضح اس اعلان کے بعد کیا رحمۃ للعالمین کی ذات اقدس جو کہ احکاماتِ ربانی کی عملی تصویر اور قرآنی تعلیمات کا چلتا پھرتا شاہکار تھی، کیونکر کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی خاطر تلوار اٹھا سکتی تھی۔ ان کے دستِ مبارک تو اس وقت تلوار کی طرف بڑھے جب قادرِ مطلق کا یہ فرمان جاری ہوا۔

"اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ" جن سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑائی کی جاتی ہے ان کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا جا رہا ہے اور خدا ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

یہ آیت اس حقیقت کی ضامن ہے کہ ظالموں نے ہی مسلمانوں کو لڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خون کے دھبے اشکوں سے نہیں خون سے ہی دھوئے جا سکتے ہیں۔ وحشت و بربریت کا انسداد بے کسی اور کمزوری سے نہیں بلکہ طاقت اور قوت ہی سے ہو سکتا تھا۔ معترضین، اسلام سے قبل اور فی زمانہ ہونے والی جنگوں کا موازنہ غزوات اور جنگ کے اسلامی تصوّر سے کریں تو آگ میں جلتے ہوئے زندہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں، ضعیفوں، کمزوروں کی سڑاند شاید انھیں دیدۂ بینا دے دے۔ آئیے ذرا دیکھتے چلیں کہ رسولِ عربیؐ کی بعثت سے قبل جنگ کی رسومات کیا تھیں اور دورِ اسلام کیا انقلاب لایا۔

تاریخ کے اوراق اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ اسلام سے قبل صورتِ حال یہ تھی کہ

۱۔ اسیروں کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دیتے تھے
کنویں کے منہ پہ سِل پتھر کی لا کر ڈال دیتے تھے
کبھی سُوکھا ہوا ٹکڑا کبھی بد ذائقہ پانی
کیا کرتے تھے فاتح اس طرح قیدی کی مہمانی

۲۔ نیند کے مزے لوٹتے ہوئے لوگوں پر دفعتاً حملہ بولتے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔

۳۔ معصوم بچوں کو تیروں سے چھلنی کیا جاتا تھا۔ دشمن کو گرفتار کر کے اسے کسی درخت سے باندھ کر تیروں کا نشانہ بناتے۔

۴۔ قتل کا یہ طریقہ تھا کہ:

پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے
زمیں میں گاڑ کر پھر ان پہ کُتّے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں
سلاخیں گرم کر کے جسم پر برسائی جاتی تھیں
کبھی پٹوایا جاتا تھا انھیں پُرخار کوڑوں سے
کبھی رُندوایا جاتا تھا اونٹوں اور گھوڑوں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ انتقام کا جذبہ یوں دلوں میں ٹھاٹھیں مارتا تھا کہ زندہ تو زندہ مردوں کے بھی ہاتھ پاؤں، ناک کان وغیرہ کاٹ لیے جاتے۔ مقتول کا کلیجہ نکال کر چبانا کوئی مشکل بات نہ تھی۔

۶۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیے جاتے۔

۷۔ منتیں یوں مانی جاتیں کہ فلاں دشمن پر غلبہ پائیں گے تو اس کی کھوپڑی میں شراب نوشی کریں گے

رسولِ عربی نے جنگ کی حقیقت میں جو انقلابِ عظیم برپا کیا اس میں سب سے نمایاں کارنامہ جنگ کے مقصد کو متعین کرنا اور اسے محض خون آشامی و غارت گری کے دائرے سے نکال کر ایک اعلیٰ اخلاقی اور مذہبی نصب العین کی سطح تک لانا ہے۔ آپؐ سے قبل جنگ کسی نیک مقصد کے لیے نہیں لڑی جاتی تھی۔ عرب میں جنگ کے لیے جو الفاظ، محاورے، ترکیبیں اور استعارے استعمال ہوتے تھے وہ سب کے سب صرف ایک وحشیانہ جنگ کا تصور پیش کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے تمام رائج الوقت الفاظ و اصطلاحات کو موقوف کر کے "جہاد فی سبیل اللہ" کی اصطلاح وضع کی۔ لغت کے اعتبار سے جہاد کے معنی ہیں کسی کام کے حصول میں انتہائی کوشش صرف کرنا" مراد یہ کہ مجاہد کا اصل منشا مضرت کو دور کرنا ہے۔ اور اس کے لیے وہ اتنی کوشش کرنا چاہتا ہے جتنی مضرت کو دور کرنے کے لیے درکار ہے۔ اس لیے اس نے جہاد کے ساتھ فی سبیل اللہ کی بندش عائد کر دی تاکہ نفس کی کسی خواہش، کسی ملکی تسخیر، کسی ذاتی عداوت کے انتقام یا شہرت و ناموری کے حصول کی خاطر کوشش کرنا اس میں داخل نہ ہو سکے یعنی فی سبیل اللہ یہ جنگ تو وہ جنگ ہے جو اللہ کے احکام کے اندر رہ کر خالص اللہ کے لیے لڑی گئی ہو جس میں

ع نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

کا جذبہ کارفرما ہو۔ چنانچہ مذکورہ نصب العین کے پیش نظر جانِ کائنات جناب رسولِ خدا کا یہ دستور تھا کہ جب کسی مہم پر فوج بھیجی جاتی تو امیرِ فوج کو خصوصی طور پر ہدایت کی جاتی کہ لَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا وَّلَا طِفْلًا وَّلَا صَغِیْرًا وَّلَا امْرَاَۃً (کسی بوڑھے، بچے، کمسن اور عورت کو قتل نہ کرو) اسیرانِ جنگ سے جو تیروں کا نشانہ نہ بنا کرتے تھے، آنحضورؐ نے ان سے اچھا برتاؤ کرنے کی طرح ڈالی۔ لڑائیوں میں عہد کی پابندی کا خاص خیال رکھا گیا، قاصدوں کو قتل کرنا ممنوع قرار دیا۔ دشمن کے مال اور جائداد کی لوٹ، مار کا رواج ختم کر دیا گیا۔ مختصر یہ کہ اسلام نے مدافعت، حقوق کی حفاظت، ظلم کے انسداد، راہِ حق کی حفاظت، فتنہ و فساد کے انسداد، عہد شکنی، اسلامی مملکت کے اندر بدامنی اور خلفشار پیدا کرنے والے کفار اور منافقین کے شر سے چھٹکارا پانے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قیامِ امن کی کوشش اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کی خاطر تلوار اٹھانے کی اجازت دی تاکہ مسلمان بیرونی اور اندرونی دشمن کے حملوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہو کر اس فرض کی تکمیل کے لیے کوشاں رہیں جو کہ اہلِ جہاں کی فلاح و بہبود کے لیے خداوند عالم کی طرف سے ان پر عائد کیا گیا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جنگ کے حکم کے ساتھ ساتھ ایک یہ شرط عائد کی گئی کہ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ یعنی (لڑائی میں) حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اللہ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حد سے تجاوز کرنے والوں کو یاد دہانی کرادی گئی۔

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔

(مت مارو کسی جان کو جو اللہ نے منع کردی ہے بغیر کسی حق کے)

ورنہ جان لو کہ "قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور پہلی چیز جس کا فیصلہ لوگوں کے درمیان کیا جائے گا وہ خون کے دھوے ہیں"

چنانچہ مذکورہ شرائط کے ساتھ قرآن مجید جہاد کو مسلمانوں پر فرض قرار دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔

تم (لوگوں) پر جنگ کو فرض کردیا گیا ہے۔

لہٰذا جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ۔

(اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص نے زندگی میں نہ جہاد کیا اور نہ کبھی راہِ خدا میں لڑنے کی نیت کی تو وہ منافقوں کی حالت میں مرا"

ایک مرتبہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ "سب لوگوں میں بہتر کون ہے"؟ تو آپؐ نے فرمایا "جو کوئی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے"۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دو طرح کی آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی اوّلاً وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوم وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات بھر حفاظت کے لیے جاگتی رہے"

جہاد جب کبھی فرض ہوتا ہے تو وہ پورے کرۂ ارضی کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے مگر افسوس صد افسوس! آج جس قدر شدت سے یہ فریضہ ہم پر لاگو ہو رہا ہے ہم اتنے ہی اس سے غافل ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تمہید طولانی ہوتی جا رہی ہے۔ اب اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی یوں تو سراپا جہاد تھی مگر مدینہ منورہ میں ہجرت کرنے کے بعد جب ملت کی منظم اجتماعی زندگی کی قیادت آپ نے سنبھالی تو پھر آپ نے قیامت تک کے لیے امت کی رہنمائی کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے انتظام و انصرام سے لے کر جنگ کے اصولوں، لشکر کی صف بندی اور تزویرات و تدبیرات، حربی مہارت، عسکری صلاحیت، ذاتی شجاعت تک کے اہم نکات میں عملی طور پر رشد و ہدایت کی جو مثالیں چھوڑی ہیں ان کی مختصر روئیداد یوں ہوگی۔

سپہ سالارِ اعظم کی جنگی تیاری۔ فنِ حرب اور سیاست دفاع کے چوٹی کے ماہرین و مبصرین کے نزدیک جنگ کی تیاری میدانِ جنگ سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور جنگ کی تیاری کے سلسلے میں درج ذیل امور خصوصی طور پر اہم ہیں۔

۱۔ اندرونی استحکام
۲۔ عوام کی اخلاقی تشکیل
۳۔ ہمسایہ ممالک سے خوشگوار تعلقات
۴۔ جنگ کی نوعیت کا صحیح اندازہ اور اس کی تیاری
۵۔ مادی وسائل کی فراہمی
۶۔ اسلحہ کی تیاری
۷۔ اسلحہ کے استعمال کی تعلیم
۸۔ منصوبہ جنگ کا سادہ ہونا
۹۔ میدانِ جنگ کے نقشہ کی صحیح تربیت۔
۱۰۔ حکمتِ عملی اور تدبیر
۱۱۔ صحیح اشخاص کا انتخاب۔
۱۲۔ پروپیگنڈہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی تیاری کے ان تمام اصولوں کو مدِ نظر رکھا۔ ایک شہری مملکت قائم کر کے اسے مستحکم کیا۔ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر کی تاکہ سب مسلمان یکجا ہو کر علانیہ خدا کے حضور سربسجود ہو سکیں، آپس میں تبادلۂ افکار کر سکیں اور ان کے مواعظ و نصائح سے مستفید ہو سکیں۔ بے سروسامان اور بے خانماں مہاجرین کا مسئلہ اس مملکت کے لیے بہت نازک صورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کر سکتا تھا۔ لیکن آپؐ نے اسے خوش اسلوبی سے سلجھایا۔ مہاجرین و انصار کو اخوت و مساوات کی لڑیوں میں پرو دیا۔ جس سے نہ صرف اقتصادی مسائل حل ہو گئے بلکہ یگانگت، محبت اور ہم آہنگی کے چشمے بہہ نکلے۔ علاوہ ازیں آپؐ نے اپنے اور اپنے جملہ متبعین کے حقوق و فرائض کا تعین کر کے ان کو احاطۂ تحریر میں لا کر ایک دستاویز کی شکل دی۔ مدینے کے یہودی قبائل سے حربی اور سیاسی معاہدات کیے جن کی رو سے انھوں نے رسولِ عربیؐ کو اپنا مشترک فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اور مدینے کو حرم اور شہری مملکت کا درجہ حاصل ہوا۔ جغرافیائی اور تجارتی اعتبار سے مدینے کو مکے پر فوقیت حاصل تھی۔ تجارتی قافلوں کو مدینے کا راستہ پانا پڑتا تھا۔ اہلِ مکہ کے لیے مدینہ کے باشندوں سے مخالفت مول لینا بہت مہنگا سودا تھا کیونکہ مدینے کا راستہ بند ہونے کی صورت انھیں تجارت کے لیے لمبا اور دشوار گزار راستہ اختیار کرنا پڑتا اور حملہ آور ہونے کے لیے بھی یہ خورد و نوش کی قلت اور نقل و حمل کی دشواریوں سے پُر علاقہ تکالیف کا باعث ہوتا گویا مدینے کو بڑی دفاعی اہمیت حاصل تھی۔ پیغمبرِ اسلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی حدودِ حرم قائم کر کے اس کے جغرافیائی محلِ وقوع کو مسلمانوں کے لیے مفید تر بنا دیا کیونکہ اب جو قافلہ وہاں سے گزرتا اسے شاہِ مدینہ سے اجازت لینی پڑتی اور وہاں کے قوانین کا پابند ہونا پڑتا۔ اگر یہ حدودِ حرم قائم نہ کی جاتیں تو مکہ والوں سے جنگ کی صورت میں مدینہ کی حفاظت کے لیے بڑی فوج رکھنی پڑتی جس پہ کافی خرچ اٹھتا۔ اس تدبیر سے مزید برآں یہ فائدہ ہوا کہ مکہ والوں کو مدینہ پر حملہ کرنا مشکل ہو گیا کیونکہ مدینے پہ حملہ کر کے حدودِ حرم میں تیغ آزمائی کرنا خود مکے کی سلامتی کے لیے خطرے کا باعث ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کے لیے حدودِ مکہ میں شمشیر زنی کا جواز پیدا ہو سکتا تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال سرکارِ دو عالمؐ نے بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ مقرر کیا جس کا مقصد مسلمانوں کی منزل اور حربی کشمکش کے جواز کے لیے ایک نصب العین متعین کرنا تھا۔

قرآن پاک کی تعلیمات نے مسلمانوں کو اتحاد کی نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ ذاتی رنجشیں اور عداوتیں دھل گئیں۔ باہمی اعتماد کی فضا بحال ہوئی۔ تمدنی اور معاشرتی طور طریقے بدل گئے اقدار میں انقلاب آ گیا۔ خاندانی جھگڑے اپنی موت آپ مر گئے۔ اقتصادی حالات سدھرنے لگے اور اخوت اور محبت کے جذبے میں سرشار ہو کر لوگ استحکام پا گئے۔ اندرونی استحکام کے بعد آپ نے امورِ خارجہ کی طرف توجہ دی۔ گرد و نواح کے قبائل میں تبلیغ شروع کی اور پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور افتادہ علاقوں میں تشریف لے گئے۔ ان کے پیام کی صداقت، اوصاف اور حُسنِ اخلاق کا جادو بیرونی قبائل کو مسخر کر گیا۔ بہت سے قبیلے حلقۂ دوستی میں آ گئے اور انھوں نے بھی ہر موقع پر ساتھ دینے کا عہد کیا۔

جنگ کا محور سپہ سالار کی شخصیت ہوا کرتی ہے۔ سپہ سالار کی دانشمندی الجھے ہوئے معاملات کو سلجھاتی اور اس کی دور اندیشی آنے والے خطرات کا انسداد کرتی ہے۔ اس کے پائے اثبات طوفانوں کے رخ پھیر دیا کرتے ہیں۔ اس کی انصاف پسندی اور مردم شناسی موزوں اشخاص کو میدانِ جنگ میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع فراہم کراتی ہے۔ سپہ سالاروں کا عزم آہنی سپاہیوں کا جذبہ اس درجہ بلند کر دیتا ہے کہ وہ دنیوی خوف و ہراس سے بے نیاز ہو کر موت پر کمندیں پھینکنے لگتے ہیں۔ اس کی بصیرت کامیابی کی ضامن، اس کی نگاہِ تیز دشمنوں کے سینوں اور دماغوں میں اتر کر وہاں پلنے والی سازشوں، وہاں جنم لینے والے ارادوں اور منصوبوں کو عریاں کر دیتی ہے اور اس کے خلوص سے سپاہیوں کی رگ رگ میں بجلیاں رقصاں ہو جاتی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اعلیٰ صفات میں ایک عظیم ترین سپہ سالار کی بہترین خصوصیات جمع تھیں۔ قدرت نے بڑی فراخ دلی سے آپ پر ذہانت و تدبر کے خزانے لٹائے تھے۔ زندگی کی سختیوں سے نبرد آزما ہونا سکھایا تھا۔ آپ کے اخلاق و کردار، امانت و دیانت، انصاف پسندی، خدا خوفی، خدا ترسی کے دشمن بھی معترف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کے یوں گرویدہ ہو گئے تھے کہ ان کا جینا، ان کا مرنا، ان کے اک اشارے کا منتظر تھا۔

سپہ سالار خود مجسم صفات ہو تو اس کی سپاہ کیونکر نہ اخلاقی قدروں کی حامل ہوگی؟ کسی فوج کے کردار میں اگر عزم اور حوصلہ، شجاعت و پامردی، بے نفسی و خود اعتمادی، جفاکشی و ایثار، ضبط و نظم، اطاعت شعاری اور فرمانبرداری، اخوت و مساوات، خلوص و ہمدردی، پاکیزہ افکار اور یقین محکم جیسے اوصاف نہ ہوں تو وہ کیونکر فتح کے پرچم لہرا سکتے ہیں۔ سرورِ کائنات نے اس حقیقت کو ملحوظِ خاطر رکھا اور لشکریانِ اسلام کی اخلاقی تربیت اور ذہنی اصلاح پر خصوصی توجہ مرکوز کی۔ آپ نے نیکی کا ایک بلند معیار قائم کیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پاکیزہ تصور اپنی امت کو دیا۔ روزہ رکھنے کا حکم دے کر سپاہیوں کو نہ صرف تزکیہ نفس کی تربیت دی بلکہ اس کے ذریعے بھوک، پیاس اور تکالیف سہنے کا بھی عادی بنا دیا۔ نماز کا عادی بنا کر یک سوئی اور نظم و ضبط کا درس دیا اور اطاعت و فرمانبرداری کے جذبے سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشناس کیا۔ آپ نے ایک واضح نصب العین لشکریانِ اسلام کے سامنے رکھا اور اس کے لیے ایسا یقین محکم پیدا کیا کہ وہ اپنے بڑے سے بڑے دشمن سے بلا خوف و خطر ٹکرا گئے۔ سپہ سالار اس حقیقت سے باخبر تھے کہ میدانِ جنگ میں قوتِ بازو سے زیادہ ایمان کی طاقت کام آتی ہے۔ سپہ سالارِ کامل نے لشکریانِ اسلام کے سامنے جو نصب العین رکھا وہ صرف اتنا تھا کہ خدا کی زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کیا جائے۔ خداوند عزوجل فتنہ و فساد کو ناپسند کرتا ہے۔ اسے یہ گوارا نہیں کہ اس کے بندوں کو بے قصور ستایا جائے، نوعِ انسانی کے امن و چین کو خطرے میں ڈالا جائے۔ اسی لیے وہ چاہتا ہے کہ مسلمان اس ظلم کے انسداد اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے زندگی کے عیش و آرام اور اپنی جان و مال کو قربان کر کے یہ نصب العین پورا کریں۔ یہی وہ نصب العین ہے جس کے لیے قرآن عظیم پکارتا ہے "اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچائے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو۔ یہ تمھارے لیے بہترین کام ہے اگر تم جانو۔

اور پھر یہ نوید جانفزا سنائی کہ "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں وہ مرتے نہیں بلکہ حیاتِ جاوید پا لیتے ہیں"۔ یہ سپہ سالار محمد عربی تھے جنھوں نے اسرارِ موت و حیات کو فاش کیا۔ شہادت کے حسین چہرے سے موت کے تاریک اور ہیبت ناک نقاب کو اٹھا دیا۔ اور سپاہی کے دل میں وہ جذبہ ابھارا جو اسے سرفروش بنا دیتا ہے، جو اس سے سپہ سالار کے لائحہ عمل کی تکمیل کرواتا، اس کی تلوار کی نوک سے قوم کے مستقبل کی تصویر کھنچواتا اور اس میں اپنے خون کا رنگ بھرواتا ہے۔ یہ سپاہی ہے جو اپنے خون سے ملت کی آبیاری کرتا ہے اور اپنی ہڈیوں سے مملکت کی بنیادیں مستحکم کرتا ہے۔ ایک سپاہی کے دل میں اطاعتِ امیر کا جذبہ، اس پر اعتماد کامل اور اس کی عظمت کا احساس موجزن ہونا چاہیے۔ نظم و ضبط، ٹیکنیکل حربی صلاحیت، جسمانی صحت، اسلحہ کے استعمال کی مہارت، پھرتی اور مستعدی، نقل و حرکت کی استعداد اور اپنے نصب العین کی بلندی کا احساس اس کا خاصا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ نظم کا نتیجہ تھا کہ لشکریانِ اسلام ان تمام خصوصیات سے لیس تھے۔ آپؐ نے اپنے سپاہیوں کو اسلحہ کا استعمال بتایا، سخت مزاحمت کے باوجود منزلِ مقصود تک پہنچنے کی صلاحیت ان میں پیدا کی۔ فوجی ترانوں کا امین ہونا سکھایا، فوجوں کی صف بندی کو اہمیت دی۔ معرکۂ کارزار میں آپ خود ہاتھ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھڑی لیے ہوئے صفوں کو استوار کرتے تھے اور بہ نفسِ نفیس تمام دستوں کا معائنہ فرماتے تھے۔ جاسوسی کا انتظام بھی مکمل کر لیا گیا تھا۔ جنگ کی کامیابی کے لیے یہ امر ناگزیر ہے کہ فوجیں جنگی علاقہ کے جغرافیہ سے واقف ہوں اور ان میں نقل و حرکت کی بہترین صلاحیت موجود ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فوجوں کی نقل و حرکت کی اہمیت کا بخوبی اندازہ تھا۔ آپ اوائلِ جوانی میں تجارتی قافلوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے حجاز میں گھوم چکے تھے، جس کی بنا پر آپ اس کے جغرافیائی حالات سے آگاہ تھے، مدینہ کے انتخاب میں اسی واقفیت نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ نے مدینہ سے مکہ تک مختلف راستوں سے اپنی فوجوں کو دورہ کرایا تھا تاکہ وہ تمام مشکل راستوں اور ان کے نشیب و فراز سے واقف ہو جائیں۔

بات ہو رہی تھی جنگی تیاریوں کی۔ آئیے اب غزوۂ بدر، غزوۂ بنی قینقاع، غزوۂ احد غزوہ السویق، غزوۂ خندق، غزواتِ بنی لحیان و بنی مصطلق کو ذہن میں رکھ کر میدان کارزار میں سرورِ کونین رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مصروفِ عمل دیکھیں۔

جنگی اصول اور غزوات۔ دورِ جدید کے ماہرینِ حرب نے جنگ کے مندرجہ ذیل بنیادی اصول قرار دیے ہیں۔

۱۔ اصل مقصد کا پیشِ نظر رکھنا۔
۲۔ اقدام
۳۔ اچانک حملہ
۴۔ لشکر کشی
۵۔ حفاظت
۶۔ قوت کے استعمال میں کفایت
۷۔ نقل و حرکت
۸۔ تعاون

ملاحظہ فرمائیے کہ شاہِ امم سپہ سالارِ اعظم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس قبل غزوات میں کس طرح ان اصولوں کی بنیاد رکھی تھی۔ ذکر ہوگا خصوصی طور پر بدر کے میدانِ جنگ کا جہاں چراغِ مصطفوی شرارِ بولہبی سے پہلی مرتبہ باقاعدہ طور پر ستیزہ کار ہوا۔

اصل مقصد۔ ایک دور اندیش سپہ سالار کے پیشِ نظر اہم ترین مقصد دشمن کی اصل فوج جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرچشمۂ قوت ہوتی ہے اس پر غلبہ پانا ہوتا ہے۔ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کو غزوۂ بدر میں یوں برتا کہ بقول ابوالاثر حفیظ جالندھری

نظر آیا کہ مٹی ایک دستِ نور نے پھینکی ۔۔۔ خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے مامور نے پھینکی
پریشت خاک اُڑ کر جا پڑی ناپاک چہروں پر ۔۔۔ اداسی چھا گئی پُر ہول دہشتناک چہروں پر
ہوا کا ایک تند و تیز جھونکا دوڑ کر آیا ۔۔۔ اڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا
کیا ان ریت کے ذروں نے حملہ جنگجوؤں پر ۔۔۔ الٹ کر جا پڑا دامانِ صحرا زشت روؤں پر
لہو نتھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں ۔۔۔ گڑھے مٹی سے جیسے پٹ گئے یوں پٹ گئیں آنکھیں
مجاہد جا پڑے کفار پر گھبرا گئے کافر ۔۔۔ ہوا کا رخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے کافر
بھری تھی خاک آنکھوں میں سجھائی کچھ نہ دیتا تھا ۔۔۔ سوا اللہ اکبر کے سنائی کچھ نہ دیتا تھا
دلوں پر ہیبتِ حق چھا گئی کفار بھاگ اٹھے ۔۔۔ پڑی جب دونوں جانب سے خدا کی مار بھاگ اٹھے

دشمن کی اصل قوت کو تباہ کرنے کے لیے آپ نے ممکنہ تدابیر اختیار کیں اور جب ریت کے طوفان سے دشمن میں ابتری پھیلی تو آپ نے ٹھیک موقع پر حملہ کر کے اس کے قلبِ لشکر کو تباہ کر دیا یہاں ایک اور جنگی اصول اقدام کارفرما نظر آتا ہے۔ اقدام کے بغیر کوئی جنگ فیصلہ کن نتائج سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ دفاعی طریقۂ جنگ زخم پر مرہم کا پھاہا تو رکھ سکتا ہے لیکن زخم کو مندمل نہیں کر سکتا۔ دفاعی جنگ میں آگے بڑھنے کا جوش و خروش اور منزل تک پہنچنے کا کوئی جذبہ نہیں ہوتا صرف اپنا دفاع مقصود ہوتا ہے اور اس مقصد کی خاطر وہ اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے دیکھتا رہتا ہے کہ وہ کس طرف سے نشانہ بنتا ہے، کس طرح وار روکنا ہے۔ نرغے میں آنے کا فکر لاحق رہتا ہے۔ نقل و حرکت کی آزادی اسے میسر نہیں ہوتی۔ جبکہ اقدام کرنے والی فوج جوش و خروش اور آگے بڑھنے کے جذبے سے معمور ہوتی ہے۔ اسے نقل و حرکت کی پوری پوری آزادی ہوتی ہے۔ جنگِ بدر میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محدود فوج کے پیشِ نظر دفاعی خطہ قائم کیا تھا مگر مناسب وقت پر اچانک اقدام بھی کیا اور دشمن کے دائیں بازو پر اپنے دستوں کو لاجع کیا۔ اس طرح آپ نے نہ صرف دفاعی جنگ ہی کے اصول پر عمل کیا بلکہ اقدام کے اصول کو بھی پوری طرح برتا۔

لشکر کشی: فنِ لشکر کشی کے مندرجہ ذیل اصول ہوا کرتے ہیں۔

۱۔ ایسی جگہ دشمن کو لڑنے پر مجبور کیا جائے جو اپنے لیے مفید ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ منتخب کردہ میدانِ جنگ میں پہلے پہنچا جائے تاکہ لڑائی کے شروع ہونے تک تازہ دم ہونے کا موقع مل سکے۔

۳۔ اپنے دشمن کو اس بات کا اندازہ لگانے کا موقع نہ دیا جائے کہ اسے کس چیز کی مدافعت کرنی ہے اور کس جگہ حملہ آور ہونا ہے۔

۴۔ دشمن کے مقصد سے آگاہ ہونا۔

۵۔ غیر متوقع راستوں سے حملہ آور ہونا۔

مذکورہ اصولوں کی روشنی میں اسلامی لشکر کو بدر تک اور پھر بدر کے میدان میں آنے تک دیکھیے۔ رسولِ عربی ایسے راستوں سے بدر تک پہنچے کہ دشمن کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی اور نہ اس امر کا ان پر انکشاف ہو سکا کہ آپؐ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا لشکرِ قریش سے مقابلہ کے لیے بڑھ رہے ہیں۔ نیز آپ کس جگہ مقابلہ کرنے والے ہیں۔ اس کا بھی اسے اندازہ نہیں ہو سکا۔

حفاظت۔ لڑائی میں تحفظ کی بہترین شکل یہ ہے کہ اپنے ارادوں کو دشمن پر مسلط کر دیا جائے جنگِ بدر میں آپ نے حفاظت کی تمام صورتیں اختیار فرمائی تھیں۔ اگلی صفوں کی حفاظت کے لیے بہترین جگہ پر تیر اندازوں کو مقرر کیا تھا۔

قوت کا محتاط استعمال۔ فوجوں کی تقسیم ایسی ہو جس سے ہر سپاہی کو اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرنے کا موقع ملے تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے۔ حالات کے مطابق فوج کی تقسیم برائے محاذ اور برائے عقب کی جائے۔ دشمن کو نرغے میں لینے کے بعد اپنی قوت اور اپنے وسائل کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اگر اسے کچلنا بس میں ہو تو صفایا کر دیا جائے ورنہ اسے بے جگری سے لڑنے پر مجبور نہ کیا جانا چاہیے بلکہ ایک طرف سے نکل جانے کا راستہ دے دینا چاہیے۔ سپہ سالارِ اسلام نے جنگِ بدر میں اپنی مختصر سی قوت کا استعمال بڑی احتیاط سے کیا۔ ۳۱۳ سپاہیوں کو نہ صرف محاذ اور عقب کے دستوں میں منقسم کیا بلکہ محفوظ دستے بھی علیحدہ رکھے تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔ دشمن پر اس وقت تک تیر اندازی نہیں کی جب تک وہ پوری طرح زد میں نہیں آ گیا۔ اور تیروں کے ضائع ہونے کا احتمال باقی نہیں رہا۔

جنگ کے خاتمے پر آپ نے ساری طاقت کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ اپنے پاس اونٹوں کی بہت قلت ہے۔ اسی لیے آپؐ نے اسے گھیرے میں لینے کی بجائے پسپا ہونے کا موقع دیا۔ یہ قوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا محتاط استعمال تھا جس کی وجہ سے جنگِ بدر میں آپ کے صرف بارہ سپاہی شہید ہوئے اور اس کے مقابلے میں دشمن کے ستر آدمی ہلاک اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔

حرکت پذیری اور تعاون۔ یہ دو اصول جنگ میں اہم کردار ادا کیا کرتے ہیں۔ لشکریانِ اسلام کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی کہ وہ تیزی سے آتے، نہایت سُرعت سے اپنے مورچے قائم کرتے اور لڑائی کے میدان میں برق رفتاری سے دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑتے۔ یہ باہمی تعاون کی طاقت تھی جس کی بنا پر تیر اندازوں نے ٹھیک وقت پر اس طرح تیر برسائے۔ اقدام کرنے والے دستوں نے مناسب وقت پر اس طرح پیش قدمی کی کہ دشمن کو کثرتِ تعداد کے باوجود نقصان اٹھانا پڑا۔

مذکورہ اصولوں کے علاوہ بھی کچھ امور ہیں جو جنگ کی کایا پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ مثلاً زمین کا ماہرانہ استعمال، حربی چالیں، جاسوسی کا نظام اور منصوبہ سادہ ہونا۔

زمین کے استعمال کو لیجیے۔ لڑائی میں نشیبی زمین کا انتخاب نقصان دہ ہوتا ہے۔ روشنی اور دھوپ کا خیال رکھنا پڑتا ہے تاکہ لشکر میں بیماریاں نہ پھوٹ پڑیں۔ اس بات کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ بوقت مقابلہ سورج سپاہیوں کے منہ پر پڑ کر ان کی آنکھوں کو چندھیا نہ دے۔ اس امر کا دھیان رکھنا ہوتا ہے کہ دفاع اور پیش قدمی ہر دو صورتوں میں سدِ راہ بننے والی کوئی چیز نہ ہو۔

قافلہ سالار سردارِ دو عالم جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں زمین کا ماہرانہ استعمال کیا۔ آپ نے چشمہ پر پوری طرح قبضہ کر لیا۔ تیر اندازوں کو بہترین جگہ متعین کیا۔ اور اس بات کا بھی لحاظ رکھا کہ جنگ کے وقت سورج کی شعاعیں مجاہدین کی آنکھوں تک رسائی پا کر خلل انداز نہ ہوں۔ نیز اپنی نقل و حرکت سے دشمن کو ایسی جگہ پڑاؤ ڈالنے پر مجبور کیا جو ریتلی ہونے کے باعث اس کے لیے مشکلات کا سبب بنی۔

وادیٔ بدر کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ سیلِ سیہ کاری کے مقابلے میں جب نورِ خدا بہرِ ضیا باری صف آرا ہوا تو اس وقت ایک طرف آہن پوش سوار اور زرہ پہنے ہوئے گھوڑے تھے ریشم کی کمندیں اور لوہے میں گوندھے ہوئے کوڑے تھے۔ اونٹوں کی قطاریں اور خیمہ خرگاہیں تھیں تو دوسری طرف نہتے مسلمان تھے۔ ایک طرف چنگ و دف اور رقص و نغمہ کی طرب کوشی تھی تو دوسری طرف ذکرِ خدا سے معمور دل، ایک طرف بھوکی نگاہیں تھیں تو دوسری طرف استغنا، اتنے واضح فرق کے باوجود کامیابی جو مسلمانوں کا مقدر بنی اس کا باعث جہاں نمازِ عجز کے سجدوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تڑپتی ہوئی جبینیں اور سینے میں چٹانوں کی طرح مضبوط ارادے تھے۔ وہاں دانشمندانہ حربی چالیں، فنی مہارت اور کمال تدبر بھی تھا، دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع دینا اور پھر اچانک ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دینا اس حقیقت کا بین ثبوت ہے۔

فوج خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو بغیر جاسوسوں کی مدد کے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ فتح پانے کے لیے دشمن کے وسائل، ارادوں اور نقل و حرکت کا علم ہونا ضروری ہے۔ لشکر اسلام کے لیے جاسوسی کا مکمل انتظام تھا۔

جہاں تک منصوبے کی سادگی کا تعلق ہے ہر اچھے سپہ سالار کی طرح پیغمبر اسلام نے بھی اس امر کا خیال رکھا کہ جنگ کا منصوبہ ان کے وسائل اور بساط سے باہر نہ ہو۔ نیز منصوبہ بدلتے حالات کا ساتھ دے سکے، بوقت ضرورت اس میں ترمیم یا اضافہ کیا جا سکے۔ آپؐ کی جنگی چالوں سے دشمن کو نہ صرف محاذ کی سمت بدلنی پڑی بلکہ ایسی جگہ محاذ قائم کرنا پڑا جہاں نہ پانی تھا اور نہ جانوروں کے لیے چارہ۔ سورج منہ کی طرف تھا، ہوا مخالف سمت سے تھپیڑے لگا رہی تھی۔ زمین ریتلی اور دلدلی تھی۔

جنگ اُحد میں گو مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ تاہم سپہ سالار اسلام کی شخصیت حربی مہارت اور ان کے آہنی عزم کا یہ روشن ثبوت تھی۔ تیر انداز سپہ سالار کی واضح ہدایت کے خلاف پہاڑی سے نیچے اتر آئے تھے جس کی بنا پر خالد بن ولید کو موقع مل گیا تھا کہ اپنے پسپا ہونے والے لشکر کو یکجا کر کے منتشر مسلمانوں پر حملہ بول دے لیکن ان نازک حالات میں آپؐ کی شخصیت نے جوہر نمایاں انجام دیئے۔ آپؐ اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک مورچہ بنا کر دشمن پر سنگ باری شروع کر دی۔ آپؐ زخمی ہو گئے اور دندان مبارک شہید ہو گئے لیکن ہمت نہیں ہاری۔ بدستور دشمن کی مزاحمت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دشمن کو میدان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ جنگیں محض مادی وسائل کے ذریعے ہی نہیں جیتی جا سکتیں۔ بعض اوقات فتح کا کوئی امکان نہ ہونے کے باوجود کوشش اور آہنی عزم کامیابی کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ سرکار مدینہ نے اس جنگ میں سکون اور استقلال کا دامن مضبوطی سے تھام کر حالات کو سنبھالا دیا۔ مسلمانوں کے میدانِ جنگ سے اکھڑتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر بھی آپ نے راہِ فرار اختیار نہیں کی بلکہ مورچہ بندی کر کے مقابلہ کیا۔ یہ آپ کی بصیرت کا ثبوت تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ کم و بیش تمام جنگیں اقدام کرنے والی فوج نے جیتی ہیں اور دفاعی جنگ بالعموم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناکام رہی مگر غزوہ خندق ان مثالوں کا شاندار استثنیٰ ہے۔ یہ جنگ دفاعی جنگ تھی۔ مسلمانوں کے تین ہزار سپاہی دشمن کے سات ہزار سپاہیوں کے مقابلہ میں صف آرا تھے۔ محسنِ انسانیت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر یہ امر بھی تھا کہ دھرتی کا سینہ انسانی خون سے جہاں تک ممکن ہو رنگا نہ جائے۔ چنانچہ حملہ آوروں کی راہ میں خندق کھود کر آپ نے نہ صرف دشمن کے عددی تفوق کو زائل کیا بلکہ خون آشامی سے بھی حتی الوسع گریز کیا۔

اپنی مہارتِ فنی کی بدولت آپ نے موسم کی تبدیلی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ آپ نے دیر تک دشمن کو مصروف رکھا اور جب موسم خراب ہوگیا تو اسے اپنا محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔ آپ نے نہایت احتیاط کے ساتھ جنگ کا نقشہ ترتیب دیا۔ مدینے پر بڑا حملہ شمال اور مغرب ہی کی طرف سے ہو سکتا تھا لہٰذا ان اطراف میں خندق کے ذریعے دفاعی حصار قائم کیا۔ جنوب اور مشرق کے تنگ راستوں سے پیادہ فوج شہر میں داخل ہو سکتی تھی وہاں آپ نے قلعہ بندی کر کے تیراندازمتعین کیے تاکہ دشمن آگے نہ بڑھ سکے۔ ان سمتوں کی پہاڑیوں پر چوکیاں قائم کیں تاکہ دشمن کی راہ میں رکاوٹیں حائل رہیں۔

یہی تدبّر، یہی بصیرت، یہی عزم و استقلال غزوۂ خیبر میں بھی ہے اور دیگر چھوٹے چھوٹے معرکوں میں بھی۔ فتح مکہ کا جائزہ لیں تو رسولِ عربی کے دردمند دل سے رحمت کی اٹھتی ہوئی گھٹائیں فضا کا تکدّر اور انسانی غلطیوں کی پردہ داری کرتی نظر آئیں گی۔ اس کا عفوِ عام دہشت دور کرتا اور حیاتِ نو مژدہ سناتا نظر آئے گا۔

میدانِ جنگ میں شہنشاہ دوجہاں کا ایک اور رُخ بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب رات کی سیاہی تمام افواج کو تھپک تھپک کر سلا دیتی تھی یا سلام کا ہادی درگاہِ باری میں سجدہ ریز ہوتا تھا۔ اس کی روشن جبین طاعت گزاری میں مصروف ہوتی تھی۔ اس کی پُرانوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں۔ ایک طرف افرادِ امت خوابِ راحت کے مزے لوٹتے تھے تو دوسری طرف فکرِ امت میں محمدؐ کی زبان وقفِ دعا ہوتی تھی..... اور دن کے اجالے میں یہ سالار اور لشکریانِ اسلام اس حکمِ ربانی کا عملی مجسمہ ہوتے تھے۔

"اے ایمان والو! جب تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے کسی دشمن فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو۔ امید ہے تم فلاح یاب ہو گے۔ (انفال)

کفار اور دیگر اعدائے دین نے ہمیشہ مسلمانوں کی مخالفت کی ہے اور وہ آئندہ بھی مسلمانوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف جنگ آزما ہوتے رہیں گے۔ ان کے فتنہ سے بچنے کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیائے اسلام متحد ہو کر کفارِ عالم اور دشمنانِ دین کے مقابلہ پر اتر آئے۔ احکامِ خداوندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ مثالوں کو مشعلِ راہ بنائے۔ اگر یوں نہ کیا گیا تو سن لیجیے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا

اگر تم میدانِ جنگ کی طرف اپنی فوجوں کے ساتھ کوچ نہیں کرو گے۔

یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا

تو تم پر بہت بڑا عذاب ڈالا جائے گا۔

وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

اور تمہاری جگہ تمہارے علاوہ دوسری قوم کو دے دی جائے گی۔

ماخذ

۱۔	قرآن کریم	
۲۔	جہاد	از بریگیڈیر گلزار احمد
۳۔	اسلام اور رواداری	مولانا رئیس احمد جعفری ندوی
۴۔	شاہنامہ اسلام	حفیظ جالندھری
۵۔	حدیثِ دفاع	میجر جنرل محمد اکبر خان
۶۔	رسولؐ میدانِ جنگ میں	میر واجد ترمذی
۷۔	اسلامی جنگیں	میر نعیم احمد جامعی

ایک عظیم طباعتی اور اشاعتی ادارہ

جو معیاری اور بلند پایہ علمی، تحقیقی، دینی، سماجی، ادبی، سیاسی اور تاریخی کتب شائع کرنا اور اہلِ ذوق کو پہنچانا اپنا مشن سمجھتا ہے۔ آپ کے مطالعہ اور ذاتی لائبریری کے لیے معیاری کتب پیش کرنے کا ہمیں موقع دیں۔

ہر قسم کے ویڈنگ کارڈ، شادی کارڈ، لیٹر پیڈ، کیش میمو، بل بک، لیجر، لفافوں، رسید بکوں اور دیگر ہر قسم کی معیاری چھپائی کے لیے ہماری خدمات حاصل کریں۔

گلستان پبلیکیشنز، ۴۰۔ اردو بازار۔ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزیز زبیدی، وار برٹن (ضلع شیخوپورہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظامِ حکومت

اسلامی ریاست کے سیاسی سربراہ کی حیثیت سے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ
کے لیے ضروری ہے کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ:

(ا) اسلام اور غیر اسلامی مذاہب میں کیا فرق ہے؟

(ب) محمدی تصورِ مملکت کیا ہے؟

(ج) نبوی مملکت کا دائرہ کار کیا ہے؟

(د) مقامِ نبوت کیا ہے؟

تاکہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے سیاسی پہلو کے سمجھنے میں آسانی رہے۔

اسلام اور غیر اسلامی مذاہب گنے چنے چند معتقدات پر یقین رکھنا، رسم پرستی اور دیر و کلیسا کے سلسلہ کی کچھ خوش فہمیوں پر سر دھننا، برہمنیت اور پاپائیت کی حکمرانہ روحانی سیادت کو تسلیم کرنا اور بعض جزوی کارِ خیر کے مفروضوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنا، غیر اسلامی مذاہب کا سارا طول و عرض ہے۔ اس کے برعکس اسلام ان جزوی عقیدتمندیوں میں طاغوت کے ساجھے، وقتی اور فرضی خوش فہمیوں، رہبانی اور استحصالی طرز کی ساری شرمناک حیلہ سازیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسلام کے نزدیک اخروی جوابدہی کے احساس کے ساتھ اپنی دنیا کو منشاءِ الٰہی کے تابع رکھ کر سفرِ حیات کی منزلیں طے کرنے کا نام روحانیت ہے، اسلام ہے، دین ہے اور ایمان ہے، اس میں "دین و دنیا" کی تفریق اور "روحانیت اور مادیت" میں دوئی کا وہ تصور اور احساس بالکل مفقود ہے۔ جو نحوست قسمت سے غیر اسلامی مذاہب میں رواج پا گیا ہے اور یہ وہ غیر اسلامی تصورِ روحانیت ہے جس میں "رحمٰن اور شیطان" کو ایک ساتھ راضی رکھنے کی گنجائش نکل آتی ہے۔

نبوی تصوّرِ مملکت اسی طرح نبوی تصورِ مملکت اور دوسری اقوام کے تصورِ ریاست میں بھی فرق ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر اسلامی ریاست کا حاکمِ اعلیٰ بادشاہ، اس کے آئین کا ماخذ ارباب اقتدار کی مرضی ہوتی ہے یا اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں۔ اس میں خدا ریاست کے تابع ہوتا ہے۔

ملک خدا کا، حاکم اعلیٰ احکم الحاکمین، ملکی آئین اور قانون کا سرچشمہ اور ماخذ رب العلمین کی مرضی اور منشاء، حکمران اسلامی آئین کے محافظ، اس کے نفاذ کے ضامن اور کتاب وسنت سے مستفید ہونے کے لیے خلق خدا کی حکیمانہ اور مشفقانہ رہنمائی کرنا اور ان کو اپنا مخلصانہ اور ناصحانہ تعاون پیش کرنا نبوی تصورِ مملکت کے بنیادی عناصر ہیں۔ اس میں ریاست، خدا کی مرضی اور منشاء کی قانوناً پابند ہوتی ہے۔

محمدی نظامِ ریاست اسی طرح محمدی ریاست کا دائرہ کار بھی دوسروں سے کافی مختلف اور وسیع ہے۔ محمدی ریاست انسان، جن، پرند، چرند اور شجر و حجر کی صلاح و فلاح عافیت اور مناسب احترام کی بنیاد پر ان سب کو محیط اور حاوی ہے۔ محمدی نظامِ ریاست، رب کی ربوبیتِ عامہ کا مظہر ہوتا ہے اس کے برعکس دوسری اقوام کے نظامِ ریاست صرف لوگوں کے مفاد کے تابع ہوتے ہیں انسان سے باہر کی دنیا ان کی توجہ اور دلچسپی کا مرکز نہیں ہوتی الا یہ کہ ان کی وہم پرستی کا کوئی داعیہ موجود ہو۔

مقامِ نبوت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ کی مرضی اور منشا کے بے خطا ترجمان، اس کے بے داغ مبلغ، نوعِ انسان کے لیے دردمند مصلح مگر ان سب سے بڑھ کر اپنے رب کے غلام، وفادار اور عبد صالح ہوتے ہیں، وہ خدا کی طرف سے بندوں کے لیے "مطاعٍ برحق" تو ہوتے ہیں مگر معبود نہیں ہوتے، وہ الوہیت کے شائبہ سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ ان کی دعوت رب کی عبادت اور سچی غلامی کے لیے ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی ریاست بھی عبدیت کا کامل نشان ہوتی ہے۔

یہ وہ چار عناصر ہیں، اگر آپ نے ان کو ملحوظ رکھا تو یقیناً آپ کو یہ بات بھی سمجھ میں آجائے گی کہ ایک سیاسی سربراہ کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سیاسی اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ بالکل قدرتی ہے۔

تمکن فی الارض سیاسی تنظیم دینی فریضہ ہے: علیکم بالجماعۃ والعامۃ (مسند احمد) ملی سیاسی تنظیم سے علیحدگی، دین وایمان میں خلل کا موجب ہے۔ من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (ایضا) ملی تنظیم سے باہر انسان شیطان کا نوالہ ہوتا ہے اس لیے اس سے بچو۔ ان الشیطان .. ... یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناصیۃ وایاکم (ایضا) ملی تنظیم سے علیحدہ ہو کر غیر مسلم اقوام سے ناطے جوڑنا رسم جاہلیت کا احیا ہے دین نہیں ہے لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ جاہلیۃ (بخاری ومسلم) ملتِ اسلامیہ کو ایک سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ حکومتوں میں تقسیم کرنا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔ مسیلمہ کذاب نے مطالبہ کیا تھا کہ ملک کو بانٹ لیا جائے نصف آپ کا ہو اور نصف اس کا تو حضورؐ نے رد کر دیا تھا (ابن اثیر) بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک تو بڑی بات ہے آپؐ نے فرمایا تھا۔

لو سألتنی ھذہ القطعۃ ما اعطیتکھا (بخاری جلد اول) اگر تو مجھ سے چھڑی کا یہ ٹکڑا بھی مانگے تو میں تجھے نہیں دوں گا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار کی الگ الگ حکومتوں کی تجویز بھی بالاتفاق رد کر دی گئی تھی (ابن جریر طبری)

افسوس! ہم ملت اسلامیہ کی وحدت کی دینی حیثیت کو نظر انداز کر کے ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی حکومتوں پر نہ صرف قناعت کر رہے ہیں، بلکہ ان کو خاصہ طول بھی دے رہے ہیں۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ ایک اکائی ہے، اس کی حکومت بھی واحد ہونی چاہیے، چند سیاسی بوالہوسوں کی ضیافت طبع کے لیے جداگانہ حکومتوں کا قیام ملتِ اسلامیہ کی تذلیل ہے اس کو ختم ہونا چاہیے۔ دین و سیاست میں تفریق، دراصل بے خدا سیاسی شاطروں کی ایک بھونڈی سازش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمکن فی الارض (حکومت) اور سیاسی غلبہ کو سچے اسلامی علم و عمل کا قدرتی نتیجہ اور حاصل قرار دیا ہے: بنو عامر کے ایک بوڑھے رئیس نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ اگر میں اسلامی ذمہ داریوں کو پورا کروں تو مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا؟ فرمایا: اخروی نجات، عرض کی: حضورؐ! یہ تو کل کی بات ہوئی، آج کیا ملے گا؟ فرمایا:

نعم النصر والتمکین فی البلاد (کامل لابن الاثیر۔ مختصرا) عمدہ فتوحات اور دنیا کی حکومت۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

لا الٰہ الا اللہ جہاں کلمہ توحید اور ایمان ہے وہاں یہ حلف وفاداری بھی ہے۔ عرب کو دعوت دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں پیش کیں۔ جئتکم بخیر الدنیا۔ میں تمہارے لیے دنیا کی بہتری کا پیغام لایا ہوں، تقولوا معی لا الٰہ الا اللہ وان تفلحوا، میرے ساتھ مل کر خدائے واحد کا نعرہ بلند کرو، انسانوں کی اجتماعی بہتری کا نظام بروئے کار آجائے گا۔ (اسلام کا نظام حکومت)

خود آپؐ مکلف تھے

"معی" (میرے ساتھ) کا لفظ اس لیے فرمایا کہ اس حلفِ وفاداری کے مکلف آپ خود بھی تھے۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمع المؤذن یتشھد قال وانا وانا

(باب ما یقول اذا سمع المؤذن)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موذن کو شہادتین پڑھتے سنتے، فرماتے، میں بھی میں بھی (گواہی دیتا ہوں)

علماء نے لکھا ہے کہ آپ اپنی رسالت کے اقرار کے اسی طرح مکلف تھے، جس طرح آپ کی امت، کیونکہ رسالت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرکاری حیثیت اور منصب کا نام ہے، جس کی شہادت دینے کے آپ بحیثیت محمد بن عبداللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکلف تھے۔ اس اعتراف کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کی مشیت کے تابع تھے۔ آپ کی مشیت اللہ کی مشیت کے مساوی تھی نہ اس سے آزاد تھی۔

ایک دفعہ ایک صحابی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، دورانِ گفتگو کہہ دیا ما شاء اللہ وشئت جو خدا چاہے اور جو آپ چاہیں۔ آپ نے فرمایا جعلت للہ ندا، تم نے (تو مجھے) خدا کا ہمسر اور شریک بنا دیا، ماشاء اللہ وحدہ (احیب المفرد باب قول الرجل ماشاء اللہ وشئت) (بلکہ کہو) جو تنہا خدا چاہے۔"

اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام، مقام تشریع نہیں تھا، تشریح و توضیح تھا ــــ لیکن یہ بات کہ آپ کی یہ بات از قسم تشریح ہے، تشریع نہیں ہے، خدا جانے ہمیں اس میں امتیاز کیسے بغیر آپ کا اتباع کرنا ہے، ہمارے لیے وہ تشریع بھی ہے اور تشریح بھی ــــ ما امرتکم بہ فخذوہ وما نھیتکم عنہ فانتھوا (کنز العمال)

بادشاہت غیر اسلامی دنیا میں اقتدار کو بادشاہت اور سلطنت کو شہنشاہیت کہا جاتا ہے اور اسے شخصی اور نجی اغراض کی تکمیل اور فوز و فلاح کا ایک عظیم ذریعہ تصور کیا جاتا ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک وہ تو بہت بڑا ہی بدنصیب ہے گویا کہ اسے تو چھری کے بغیر ہی ذبح کیا گیا ہے۔

من ولی القضاء فقد ذبح بغیر سکین (ترمذی، ابن ماجہ)

مزہ تو اس کا عمدہ ہے مگر تاثیر بری۔ نعمت المرضعۃ وبئست الفاطمۃ (بخاری)

شریح بن ہانی کے والد کی کنیت "ابو الحکم" تھی۔ آپ نے سنا تو ناپسند کیا، فرمایا:

ان اللہ ھو الحکم والیہ الحکم (ابوداؤد)

حکم (فیصلے کرنے والا) تو اللہ کی ذات ہے اور جہانِ دنیا کے سارے مقدمات کا مرجع بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کی ذات ہے، شہنشاہ کا لقب، حضور کے نزدیک بہت ہی شرمناک لقب ہے۔

اخنی الاسماء یوم القیامۃ عند اللہ رجل یسمی ملک الاملاک (بخاری)

قیامت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بے شرم وہ انسان ہے جس کا نام "شہنشاہ" ہے۔

مسلم میں ہے:

اغیظ رجل علی اللہ یوم القیمۃ واخبثہ رجل کان یسمی ملک الاملاک لاملک الا اللہ۔ اللہ کے نزدیک قیامت میں سب سے زیادہ مبغوض ترین اور خبیث ترین شخص ہوگا جس کا نام شہنشاہ اور شاہانِ شاہ رکھا گیا حالانکہ (حقیقی) بادشاہ صرف اللہ ہے۔

قیامت میں اللہ تعالیٰ بادشاہی کے مدعیوں کو للکارے گا کہ، اب کہاں ہو؟

یقبض اللہ الارض یوم القیمۃ ویطوی السماء بیمینہ ثم یقول انا الملک این ملوک الارض (بخاری مسلم)

حکومت بطرز نبوت

فتح مکہ کے دن اسلامی لشکر جرار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد ٹھاٹھیں مارتا ہوا دیکھ کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بول اٹھے، اے ابوالفضل (عباس) آج آپ کا بھتیجا عظیم بادشاہ ہوگیا ہے، حضرت عباسؓ بولے: اے ابوسفیان! (بادشاہ نہیں، حکومت بطرز) نبوت ہے۔"

قال ابوسفیان یا ابا الفضل! لقد اصبح ملک بن اخیک الیوم عظیما، قال قلت یا ابا سفیان! انها النبوۃ (زاد المعاد)

معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی بادشاہت کا لفظ صحابہ کو گوارا نہیں تھا۔ کیونکہ بادشاہ کسی کے بنائے بنتے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فرستادۂ خدا ہوتے ہیں کوئی انھیں تسلیم کرے یا نہ کرے وہ روحانی تاجدار ہوتے ہیں اور رسول بھی ـــــ علاوہ ازیں حقیقی بادشاہی صرف حق تعالیٰ کو سزاوار ہے، اور وہی سچا بادشاہ ہے، اس لیے ایک پیغمبر اور اس سے ہمسری کی یہ توقع؟ معاذ اللہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر ایک شخص لرز گیا، آپ نے تسلی دیتے ہوئے اس سے فرمایا۔

ھون علیک فانی لست بملک (بخاری)

"گھبراؤ نہیں! میں بادشاہ نہیں ہوں"

روض الانف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیاسی سیادت کے بارے میں راہب بحیرا کا یہ قول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کیا گیا ہے۔

ھذا سید العلمین، ھذا رسول رب العلمین یبعثہ رحمۃ العلمین۔

(روض الانف للسھیلی)

یہ سارے جہان کے سردار، رب العلمین کے رسول، جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر رب رسول بنائے گا یعنی حضور دنیا کے سیاسی سربراہ تو ہوں گے مگر بطرز نبوت، جو سراپا رحمت ہے — اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سیاسی قیادت بھی، مزرع آخرت کے طور پر تھی، غرض یہ تھی کہ باوقار اور شریفانہ زندگی نصیب ہو جس سے رب بھی راضی ہو اور آخرت بھی سنور جائے۔ اس لیے ہمارے علماء نے اسلامی حکومت کی یہ تعریف کی ہے۔

انھا دولۃ لم تکن من طرز دول الدنیا ھی بالامور النبویہ والاحوال الاخرویۃ اشبہ (الفخری)

یہ عام حکومتوں کی مانند نہیں تھی، بلکہ نبوی انداز اور اخروی رنگ سے زیادہ مشابہ تھی۔ اسلامی ریاست کی یہ تعریف جامع بھی ہے اور نبوی طرزِ حکومت کے عین مشابہ بھی۔

امانت حضورؐ کے نزدیک اسلامی حکومت کا نام "امانت" ہے۔

(انھا امانۃ (مسلم)

یہ اس لیے کہ اسلامی اقتدار، خدا کی طرف سے امانت ہے۔ اس میں خود یا شورائیہ یا پوری قوم کوئی کمی بیشی کرنے کی مجاز نہیں ہوتی۔

خلافت بعد میں آنے والے اپنے جانشینوں کی حکومت کا نام آپ نے "خلافت" تجویز فرمایا (مسند احمد و ابوداؤد) اس اصطلاح نے کسی فرد، گروہ یا امت کی خود رائی، تشریع قانون سازی اور کتاب و سنت سے بغاوت اور بالاتری کے تمام امکانات ختم کر دیے ہیں، کیونکہ خلفا کے ذمے کتاب و سنت کے منشا کی حکیمانہ ترجمانی اور مصلحانہ نفاذ ہے۔ تاکہ ملتِ اسلامیہ اسلامی علم و عمل سے متمتع ہو، اور اپنی دنیا کو وحی الٰہی کے تابع رکھ کر خدا کے حضور سرخرو ہونے کے قابل ہو سکے۔

امامت ایک اور نام "امام" ہے، ولائمۃ المسلمین (مسلم) چونکہ ملت اسلامیہ کے سربراہ اپنے اسلامی علم و عمل، طہارتِ نفس اور تعلق باللہ کی وجہ سے پوری ملت اسلامیہ کے لیے نمونہ اور قابلِ اقتدا ہوتے ہیں، اس لیے ان کو امام بھی کہا جاتا ہے۔

راعی ان کا ایک نام "راعی" بھی ہے، چونکہ وہ امت مسلمہ کی دنیا و آخرت کی اصلاح حال کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضامن اور نگہبان ہوتے ہیں، اس لیے ان کو "راعی" بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بکریوں کے چرواہے کا حال ہے۔ الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (بخاری)

ولوالامر

ان کو "اولوالامر" بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا حکم چلتا ہے اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اسلامی سربراہ چونکہ "عبدِ صالح اور بندۂ خدا" ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی اطاعت بھی دینی فریضہ قرار دی گئی ہے (بخاری) مگر مشروط (بخاری) جن سیاسی ربراہوں کے علم وعمل کا ماخذ نفس و طاغوت ہوتا ہے، کتاب و سنت میں ان کے لیے "ظالم ملک" یصر و کسریٰ کے تلمیحی اسماء استعمال کیے گئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے ان کو راہِ حق پر لانے کی کوشش کی جائے اگر وہ راہِ راست پر آ جائیں تو بہتر ورنہ ان کے غیر اسلامی عمل کی اطاعت سے پرہیز کیا جائے، اگر افتراق و انتشار کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنے کی ضرور شش کی جائے۔ ہاں اگر کھلم کھلا کفر پر وہ اصرار کریں تو پھر اس کی بیعت توڑی جا سکتی ہے (بخاری ومسلم)

انت

باب خلافت میں "وراثت" نہیں چلتی (اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی راسہ زبیبۃ ما اقام فیکم کتاب اللہ تعالیٰ (بخاری)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضورؐ نے خاندانی وراثت کا ذرہ بھر لحاظ نہیں کیا (ابن ہشام)

ل بات، ملک کا استحکام اور ملت کی فلاح ہے اس کے لیے صلاحیت درکار ہوتی ہے، صرف خاندانی بت نہیں۔

ن اور قانون

اسلامی ریاست کے آئین کا نام "کتاب" اور قانون کا نام "سنت" ہے۔ ترکت فیکما امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ (موطا)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، جن کو تم نے اگر تھام کر رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ب اللہ اور اس کے رسول کی سنت۔

حضرت صدیق اکبر کا ارشاد ہے، من ولی امر امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیئاً م فیہم بکتاب اللہ فعلیہ بھلۃ اللہ (کنز العمال) ملتِ اسلامیہ کا سربراہ ہو کر جس نے اسلامی آئین تاب اللہ) ان میں نافذ نہ کیا، اس پر خدا کی پھٹکار ہے۔

ن و قانون کی پابندی

اسلامی ریاست کے آئین و قانون کی پابندی میں کوئی استثناء نہیں ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل سے واضح فرمایا کہ وہ خود بھی ان سے بالاتر نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال عمر: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقید من نفسہ (ابوداؤد طیالسی)

حضورؐ اپنی ذات سے بھی بدلہ دیتے تھے۔

مرض الوفات میں آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اگر میں نے کسی کی جان و مال اور آبرو کا نقصان کیا ہو تو یہ لو میری جان، مال اور آبرو حاضر ہے۔ اسی دنیا میں وہ مجھ سے انتقام لے لے، ایک نے چند پیسوں کا دعویٰ کیا جو ادا کر دیے گئے (ابن ہشام)

ایک شخص کو معمولی چوٹ لگی، اس نے آپؐ سے قصاص چاہا، آپؐ نے فرمایا:

تعال فاستقد فقال بل عفوت یا رسول اللہ (ابوداؤد باب القود بغیر حدید)

آیئے! بدلہ لے لیجیے! اس نے کہا: حضور! میں نے معاف کر دیا۔

بنو مخزوم کی ایک خاتون کے مقدمے کے سلسلے میں جب کسی نے سفارش کی تو آپؐ نے فرمایا۔

وایم اللہ! لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا (بخاری۔ مسلم)

بخدا! اگر میری بیٹی (حضرت) فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

خانہ ساز آئین و دستور فرمایا: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (بخاری ومسلم)

جو شخص اسلام کے بجائے کچھ اور ایجاد کرتا ہے وہ مردود ہے۔

ومن وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (شعب الایمان)

جس نے اس متجدد کا احترام کیا، اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد دی۔"

فرائض میں مساوات ایک سفر میں سب کے ذمے کام سونپے گئے۔ جنگل سے لکڑی لانے کا کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ذمہ لیا (زرقانی بحوالہ سیرت طبری) تین تین سواریوں کے لیے ایک ایک اونٹ تھا۔ دستور کے مطابق دوسروں کی طرح آپ بھی باری باری سوار ہوتے تھے۔ صحابہ کے اصرار کے باوجود آپ نے اس سلسلہ میں کسی کی رضا کارانہ خدمات قبول نہ فرمائیں (ابوداؤد طیالسی)

غرض یہ ہے کہ ایک خلیفہ اور ریاست اسلامیہ کا امیر خدا نہ بننے پائے۔ اس کو اپنی عبدیت اور بے چارگی کا احساس رہے۔ اور جب بندوں میں مل کر بیٹھیں یا چلیں پھریں تو پھر "بندہ و آقا" کے امتیازات کے ذریعے کاررواں کی فطری سادگی اور بے ساختگی کا خون نہیں ہونا چاہیے یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس امر کو پسند نہیں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہاتھ باندھے آپ کے سامنے کھڑا رہے۔ (ترمذی)

تقرری آپ کسی ایسے شخص کی تقرری کو ناپسند فرماتے تھے جو "اس منصب" کا امیدوار ہوتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انا واللّٰہ لانولی علی ھذا العمل احدا سألہ ولا احدا حرص علیہ (بخاری و مسلم)

وجہ ظاہر ہے کہ اسلامی ریاست کی ملازمت ایک خدمت ہے، حکومت حسبِ ضرورت جس کی ضرورت محسوس کرتی ہے، بلاتی ہے، دوسرا کوئی اگر ازخود اس کی درخواست کرتا ہے تو ظاہر ہے اس کے سامنے کچھ ذاتی مفاد" ہی ہوگا۔ ورنہ اپنے طور پر چاہیں تو وہ ملک و ملت کی کوئی سی خدمت انجام دے ہی سکتے ہیں۔

صحیح اور پوری خدمت خلافت ایک بھاری ذمہ داری ہے اعزاز نہیں ہے۔ جو اس کا حق ادا نہیں کرتے، حضور کی نگاہ میں وہ رب کے حضور پیش ہونے کے اہل نہیں رہتے۔

ما من عبد یسترعیہ اللّٰہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ (بخاری)

سب سے برا حکمران خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ میں سب سے برے "راعی" ظالم ہیں ان شر الرعاء الحطمۃ (مسلم)

جو ملت اسلامیہ پر سختی کرتے ہیں۔ حضور نے ان کے حق میں بد دعا کی ہے،

من ولی من امر امتی شیئاً فشق علیھم فاشقق علیہ (مسلم)

فرمایا: وہ برے حکمران ہیں کہ قوم ان کو بری نگاہ سے دیکھے اور وہ اس کو بری نگاہ سے دیکھیں اور ان کو لعنت کرے وہ اس پر پھٹکار کریں۔

شرار ائمتکم تبغضونھم و یبغضونکم وتلعنونھم و تلعنونکم (مسلم)

عورت کی امارت اسلام میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں، اس لیے فرمایا جنھوں نے عورت کو اپنا سربراہ بنالیا، وہ قوم تباہ ہوگی۔

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (بخاری)

سربراہ آزاد نہیں ہر سربراہ سے باز پرس ہوگی۔ الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ (بخاری) اگر وہ خلافِ شرع بات کہے تو ملتِ اسلامیہ کو اس کا اتباع نہیں کرنا چاہیے۔

لا طاعۃ فی معصیۃ انما الطاعۃ فی المعروف (مسلم و بخاری)

اہل تر کی موجودگی میں انتخاب اگر ملک میں اہل تر بزرگ موجود ہو تو اس کی موجودگی میں انتخاب کرانا یا اس کے بالمقابل انتخاب لڑنا شرعاً جائز نہیں، جنھوں نے کلمہ پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے، یہ جرأت اس کے خلاف ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كنا بايعنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم .... على ان لا ننازع الامر
اهله (مسلم و بخاری)

سربراہ کی تبدیلی ملتِ اسلامیہ کو انتشار میں مبتلا کر کے اسلامی صدرِ مملکت کو غیر پارلیمانی طریقہ سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرنا ناجائز ہے۔ احبوا الیہم حقهم وسلوا الله حقكم (مسلم بخاری)

اس سے غرض یہ ہے کہ حکمران اگر اقامتِ نماز اور شعائرِ دین کا احترام اور التزام کرتے ہوں مگر منکرا[ت] کے مرتکب بھی ہو جاتے ہوں تو اب ان کو اٹھا کر پھینکنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ اپنے منصب پر رکھ کر ان کی اصلاح کی جائے۔ علیحدگی آخری چارہ کا ہے۔ فوری اقدام نہیں ہے۔

اپنی سفلی اغراض کی بنیاد پر ان سے معاملہ کرنا اخلاص نہیں، بدنیتی ہے۔

رجل بایع اماما لا یبایعہ الا للدنیا فان اعطاہ منها رضی وان لم یعطه منها لم یف (مسلم)

فرمایا ہاں اگر وہ عملاً کفرِ بواح (احکامِ دین کی کھلی خلاف ورزی) کا مرتکب ہو تو پھر اس کو با[...] طریقے سے بدلنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من الله فیه برهان (بخاری و مسلم)

کفرِ بواح سے مراد، معروف کفر نہیں ہے، کیونکہ ایسا تو کوئی بھی نہیں کرتا۔ علماء نے لکھا ہے اس سے مراد

کتاب و سنت کے بجائے وہ کہیں اور سے رہنمائی حاصل کریں، اسلامی منکر و معروف کی پروا نہ کریں، اقامت نماز سے غفلت برتیں اور ان کی ذات کی وجہ سے ملک و ملت میں کافرانہ طر[ز] حیات کا چلن عام ہو رہا ہو۔ تو ایسی صورت میں امتِ محمدیہ کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ جائز طر[یق] سے ان سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرے۔ باقی رہے نرے کافر، سو وہ پوری ملتِ اسلامیہ کا ن[...] ہو سکتے ہیں اور نہ اس کے کسی کلیدی منصب پر فائز ہو سکتے ہیں۔ الا ان تروا کفرا بواحا من الله فیه برهان (بخاری، مسلم)

معزز اور کمتر درجہ کے انسان ملک و ملت کے آئین اور قوانین کی افادی حیثیت اسی [...] غارت ہو جاتی ہے جب معزز لوگوں سے تو درگزر کی جا[...] اسی جرم کا مرتکب کوئی عام آدمی ہاتھ لگ جائے تو قانونی گرفت دو آتشہ ہو جائے۔ حضورؐ کا ارشا[د]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انما هلك من كان قبلكم انهم كانوا يقيمون الحد على الوضيع ويتركون الشريف (بخاری)

پہلی امتیں صرف اس لیے برباد ہوئیں کہ ادنیٰ لوگوں پر قانون کا بہرحال نفاذ کرتے تھے مگر معزز لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

دمهم يد على من سواهم ويسعى بذمتهم ادناهم (ابوداؤد)

وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں، اور ان کا کمتر درجہ کا آدمی بھی ان کی طرف سے ذمہ لے سکتا ہے۔ فرما کر ملت اسلامیہ کے عوام کا درجہ بھی بلند کر دیا ہے۔

آپ نے ادنیٰ اور اعلیٰ کے عامیانہ معیار یکسر بدل دیے تھے، فرمایا

المسلمون اخوة، لا فضل لاحد على احد الا بالتقوىٰ (طبرانی وغیرہ)

سب مسلمان، بھائی بھائی ہیں، کوئی کسی سے بڑا نہیں، مگر تقویٰ کی بنا پر۔

بے خدا حکمرانوں کے ووٹر جو لوگ ایسے انسان کو اقتدار پر فائز کرنے اور رکھنے کے لیے ووٹ دیتے اور حمایت کرتے ہیں جو خدا کے نافرمان ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں، نہ ہمارا ان سے کچھ تعلق رہا۔

من صدقهم بكذبهم واعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه (نسائی)

فرمایا جو رب کو ناراض کر کے ان کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دین سے نکل گئے۔

من ارضى سلطانا بما يسخط ربه خرج من دين الله (مستدرک حاکم)

سيكون عليكم ائمة يملكون ارزاقكم يحدثونكم فيكذبونكم ويعملون فيسيئون العمل لا يرضون منكم حتى تحسنوا قبيحهم وتصدقوا كذبهم فاطيعوهم الحق ما رضوا به فاذا تجاوزوا فمن قتل على ذلك فهو شهيد (کنز العمال)

قریب ہے کہ تم پر کچھ ایسے حکمران ہوں گے، جن کے قبضہ میں تمہاری روزی ہوگی، وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے۔ کام کریں گے تو برے۔ جب تک تم ان کے قبیح کاموں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کو سچ نہ کہو گے وہ تم سے خوش نہیں ہوں گے، جتنا سہہ سکیں ان کو حق بتاؤ اگر وہ حد سے بڑھ جائیں تو پھر جو اس راہ میں قتل ہو گیا۔ وہ شہید رہا۔

انكم سترون بعدي اثرة وامورا تنكرونها (بخاری)

میرے بعد ان لوگوں سے تمہیں سابقہ پڑے گا جو خود کو مقدم رکھیں گے اور کھلے بندوں منکرات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ارتکاب کریں گے۔

فرمایا: میرے بعد بڑے اختلافات ہوں گے، ان حالات میں میری سنت اور خلفائے راشدین کے طرزِ حیات کو سامنے رکھیے۔

فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

احتساب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احتساب کی طرف خصوصی توجہ دی تھی۔ چھوٹی بڑی بہت سی باتیں احادیث میں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا احتساب صائب اور حکیمانہ ہوتا تھا، ایک دفعہ بازار میں تشریف لے گئے۔ غلے کا ڈھیر دیکھا، اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی، پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کی: بارش کی وجہ سے بھیگ گئی ہے، فرمایا:

افلا جعلتہ فوق الطعام حتی یراہ الناس، تو پھر اسے اوپر کیوں نہ کر لیا تھا کہ لوگوں کو نظر آئے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

ایک تحصیلدار نے حضورؐ کے سامنے مال رکھتے ہوئے فرمایا کہ، یہ آپ کا اور وہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ فرمایا: کہ گھر بیٹھے آپ کو یہ ہدیے کیوں نہ موصول ہوئے۔ (بخاری مختصراً)

حکام کا تقرر

دوسرے فرائض کے علاوہ تعلیم اور تبلیغ حکام کے بنیادی فرائض میں داخل تھے، حافظ ابن عبدالبر حضرت معاذؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے ان کو قرآن و سنت کی تعلیم دینے کے لیے یمن بھیجا تھا، فصل، مقدمات اور مالیات کی وصولی کا صیغہ ان کے ہاتھ میں تھا۔

بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاضیا الی الجند من الیمن یعلم الناس القرآن وشرائع الاسلام ویقضی بینھم وجعل الیہ قبض الصدقات من العمال الذین بالیمن (استیعاب)

بعد کی حکومتوں نے حکام کے لیے دوسرے امور تو تجویز کیے لیکن کتاب و سنت کی تعلیم اور تبلیغ دین ان کے فرائض سے خارج کر دیے، اس لیے حکام سرے سے دینی علم و عمل سے یکسر خالی ہو گئے۔ اب افسر تو ملتے ہیں معلم اور مبلغ نہیں، علوم و فنون کے قارون تو نظر آتے ہیں لیکن تزکیہ و طہارت کے حامل دکھائی نہیں دیتے۔ خدا جانے یہ غفلت ہمیں کہاں لے جا کر ڈبوئے گی۔

معاہدات

آپ نے مختلف اقوام سے مختلف معاہدے فرمائے، معاہدے سیاسی نوعیت کے زیادہ تھے۔ ان کی تفصیل زاد المعاد اور ابوداؤد میں کافی ملتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالیات مالیات کے سلسلہ کی وصولی احتیاط سے ہوتی، دیانتدار اور امین لوگ اس کے لیے مقرر کیے جاتے اور کوشش کی جاتی کہ جہاں جو وصول ہو وہاں کے غریبوں پر ہی اسے خرچ بھی کیا جائے (مشکوٰۃ وغیرہ)

اقتصادیات کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حکیمانہ بات کہہ کر دنیا کو جائز آمدنی اور جائز مصارف کی طرف مؤثر توجہ دلائی ہے، فرمایا:

مجھے الہام ہوا ہے کہ جتنی روزی کسی کی مقرر ہے اس کو مکمل کیے بغیر کوئی شخص نہیں مرے گا۔ اس لئے خدا سے ڈرتے رہیں۔ تلاش روزی میں حدود کو ملحوظ رکھیں، دیر ہوجانے کی صورت میں ناجائز ذرائع اختیار نہ کریں، کیونکہ اللہ کو راضی کر کے ہی اللہ سے کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی ما تستکمل رزقہا، الا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوہ بمعاصی اللہ فانہ لا یدرک ما عند اللہ الا بطاعتہ (مشکوٰۃ)

استقامت مشکل میں سربراہ ریاست، پناہ گاہیں تلاش نہیں کیا کرتے بلکہ خود پناہیں مہیا کرتے اور بنتے ہیں۔ غزوہ حنین (شوال ۸ھ) میں جب نو مسلم مجاہد بھاگ کھڑے ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا میدان میں ڈٹے رہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کارزار گرم ہوجاتا تو ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پناہ لیتے تھے۔

کنا واللہ اذا احمر الباس نتقی بہ (مسلم غزوہ حنین)

ایک رات مدینہ منورہ میں خوف کی آواز سنائی دی اور لوگ گھبرا گئے، سب سے پہلے آپ نے گھوڑا لیا اور ادھر سے ہو کر واپس راستہ میں لوگوں سے آکر ملے اور فرمایا: گھبراؤ نہیں، خیریت ہے۔

لم تراعوا لم تراعوا (بخاری، اذا فزعوا باللیل)

دکھ سکھ میں شریک ملک اور قوم پر جب مصیبت آتی ہے تو سربراہ مملکت سب سے پہلے اس کا سامنا کرتا ہے اور اس میں وہ برابر کا شریک ہو کر چلتا ہے۔

غزوہ خندق (ذوقعدہ ۵ھ) میں خندق کی کھدائی میں سخت چٹان آگئی، جو ٹوٹ نہ سکی، حضور کے پاس شکایت لے کر گئے، آپ نے کدال سے تین ضربیں لگائیں تو وہ ریت کا ایک ڈھیر ہوگئی

فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المعول فضرب فعاد کثیبا اھیل او اھیم۔

(بخاری - غزوۃ احزاب)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھوک سے عاجز آ کر صحابہؓ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے، حضورؐ سے اپنا حال بیان کیا تو آپ نے دکھایا کہ انھوں نے خود بھی پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ قام وبطنہ معصوب بحجر (بخاری) خلاصہ ماقی الروایات۔

بیماروں کی عیادت اسلامی ریاست کا سربراہ معاشرے کا ایک فرد ہوتا ہے۔ معاشرے میں رہ کر ممکن حد تک مواساۃ کرنا بھی اس کا اخلاقی فریضہ ہوتا ہے۔ مریض کی عیادت کے لیے آپ تشریف لے جاتے، تسلی دیتے، ماتھے پر ہاتھ رکھتے، نبض دیکھتے، دعا فرماتے اور ان شاء اللہ طھور (اللہ نے چاہا تو خیریت ہے) کہتے (بخاری ملخصاً)

جانوروں کا خیال صرف انسان کی بات نہیں، اسلامی ریاست جانوروں کے مفاد کی بھی نگرانی کرتی ہے۔ سواری کا جانور یہاں سے وہاں تک پہنچانے کے لیے ہوتا ہے۔ مگر کچھ لوگ اوپر بیٹھے پہروں باتیں کرتے رہتے ہیں اور سواری کھڑی رہتی ہے۔ اس لیے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ، جانوروں کی پشت کو نشستگاہ نہ بناؤ اور نہ اس کو کرسی بناؤ۔

ایای ان تتخذوا ظھور دوابکم منابر فان اللہ سخرھا لکم لتبلغکم الی بلاد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس (ابوداؤد باب فی الوقوف علی الدابۃ)

ایک روایت میں ہے کہ:

ان پر زبان جانوروں کے سلسلہ میں خدا سے ڈرو، مناسب سواری کرو اور مناسب کھلاؤ۔

اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ وکلوھا صالحۃ۔

ایک دفعہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو اچانک ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آیا۔ اور رو دیا۔ حضورؐ نے شفقت کے ساتھ ہاتھ پھیرا تو چپ ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا مالک کون ہے؟ حضور! فلاں انصاری، فرمایا، اس جانور کے بارے میں تمھیں خدا کا خوف نہیں آتا۔ اس نے تیری شکایت کی ہے کہ اس سے کام زیادہ لیتے ہو مگر کھانے کو نہیں دیتے ہو۔

فدخل حائطاً لرجل من الانصار، فاذا جمل فلما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم حن وذرفت عیناہ فاتاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمسح ذفراہ فسکت فقال من رب ھذا الجمل، لمن ھذا الجمل؟ فجاءتی من الانصار فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال افلا تتقی اللہ فی ھذہ البھیمۃ التی ملکک ایاھا فانہ شکا الی انک تجیعہ وتدئبہ (ابوداؤد باب ما یومر بہ من القیام علی الآداب والبھائم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری میں ہے کہ ایک بیل جس پہ سواری کی گئی تھی مڑ کر سوار کو دیکھا اور کہا، لم اخلق لھذا خلقت للحراثۃ (باب استعمال البقر للحراثۃ) میں سواری کے لیے نہیں بنایا گیا میں تو صرف کھیتی باڑی کے لیے بنایا گیا ہوں۔

جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم (ابوداؤد باب التحریش بین البھائم)

جانوروں کو گالیاں دینے سے بھی منع فرمایا۔ سفر میں ایک عورت نے سواری پر لعنت کی تو آپ نے اس کو سزا دی۔ (ابو داؤد) لا تسبوا الدیک یعنی مرغے کو گالی نہ دو۔

ایک شخص کو پیاس لگی کنوئیں میں اتر گیا۔ پانی پیا، باہر نکل کر دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے گیلی مٹی چوس رہا ہے۔ اسے ترس آیا۔ اپنا موزہ بھر کر لایا اور اس کو پلایا۔ اللہ نے اس کی وجہ سے اس کی بخشش کر دی، صحابہ نے پوچھا جانوروں کے بارے میں بھی اجر ہے؟ فرمایا:

فقال فی کل ذات کبد رطبۃ اجر (ابوداؤد باب ما یومر بہ من القیام علی الدواب والبھائم)

ہاں ہر جاندار چیز کی خدمت میں اجر ہے۔

یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ جو مسلمان درخت لگاتا یا زراعت کرتا ہے۔ پھر اس سے پرندے یا انسان یا جانور کھاتے ہیں ---------------

کان لہ بہ صدقۃ (بخاری۔ باب فضل الزرع والغرس) تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

دنیا کے نزدیک کتے حقیر جانور ہیں مگر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیج کر قبیلہ بنو جذیمہ کے نقصانات کا تاوان ادا کیا۔ یہاں تک کہ کتے کا خون بہا بھی ادا کیا۔ حلبی میں ہے اس برتن کا بھی تاوان ادا کیا جس میں کتا پانی پیتا تھا۔

واعطاھم عوض ما تلف علیھم حتی میلغۃ الکلاب (ص۲۲۳)

گدھے کا چہرہ داغا ہوا دیکھا تو تڑپ اٹھے اور قانوناً ممانعت فرما دی (ابوداؤد) جانور کو باندھ کر نشانہ نہ بناتے تھے۔ ایک دفعہ چند بچے ایک مرغی کو باندھ کر نشانہ بنا رہے تھے۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے روکا اور کہا رسول پاک نے لعنت کی ہے۔ لعن من فعل ھذا (بخاری)

اسی طرح زندہ جانوروں کے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر لٹکاتے اور کھاتے تھے، آپ نے فرمایا۔

فھو میتۃ (ترمذی باب ما جاء ما قطع من الحی فھو میت)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا، نہ کھانے کو دیا نہ پینے کو آخر وہ مرگئی، آپ فرماتے ہیں۔

عرضت علی النار فرایت فیہا امراۃ من بنی اسرائیل تعذب فی ھرۃ لھا الحدیث (مسلم)

کہ میں نے اس کو آگ میں جلتا دیکھا تھا۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: تم لوگ جانوروں سے جو سلوک کیا کرتے ہو اگر اللہ تعالیٰ وہ تم کو معاف کردے تو پھر بہت کچھ تمہارے گناہ معاف ہو گئے (احمد)

کسی نبی کا ذکر ہے کہ انھوں نے ایک درخت کے نیچے آرام کیا تو چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا۔ اس پر انھوں نے ان کو ہلاک کردیا، خدا نے وحی کی کہ جرم ایک کا، سزا سب کو دے ڈالی (عبداللہ بن مسعود، مسند احمد)

ایک دفعہ صحابہؓ سے بھی ایسا فعل سرزد ہوگیا تو آپ نے برا منایا اور فرمایا: آگ کی سزا دینا صرف اللہ کا حق ہے۔

لا ینبغی ان یعذب بالنار الا رب النار (ابوداؤد باب فی کراھیۃ حرق اللہ وبالنار)

بے جان چیزوں کا احترام اسلام نے بے جان چیزوں کے احترام کا بھی درس دیا، لوگ زمانہ کو برا بھلا کہتے ہیں، فرمایا: لا تسبوا الدھر (بخاری) زمانے کو گالیاں نہ دو۔

ایک دفعہ ہوا نے ایک صحابی کی چادر الٹ دی تو انھوں نے اس کو گالی دی۔ آپؐ نے فرمایا۔

لا تلعنھا فانھا مامورۃ (ترمذی، ابوداؤد)

اسے لعنت نہ کرو، یہ تو اللہ کے حکم سے چلتی ہے۔

زمین کے راستوں کے متعلق فرمایا کہ، ان کے بھی حقوق ہیں۔ ادا کرو۔ فان ابیتم فاعطوا الطریق حقہ (ابوداؤد باب فی الجلوس فی الطرقات)۔

حقوق ملائکہ فرشتے معصوم ہیں اور لطیف مخلوق ہے، بندوں پر ان کے بھی کچھ حقوق ہیں، اسلامی ریاست کے سربراہ اور پیغمبر خدا کی حیثیت سے آپ نے فرمایا:

ننگے نہ ہوا کرو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہستیاں بھی لگی ہوئی ہیں جو کسی وقت بھی تم سے جدا نہیں ہوتیں، مگر قضائے حاجت اور مباشرت کے وقت، اس لیے چاہیے کہ آپ ان سے حیا کریں اور ان کا احترام ملحوظ رکھیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم (ترمذی باب ماجاء)

جنوں کے حقوق جنوں کی روٹی کپڑے کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کے سلسلہ میں بندگانِ خدا بھی ان سے تعاون کر سکتے ہیں۔

لیلۃ الجن، جنوں کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی، حضورؐ اپنی امت کو روکو کہ وہ ہڈی، لید اور کوئلے سے استنجا نہ کیا کرے، کیونکہ ان کے ساتھ ہماری روزی وابستہ ہے، چنانچہ حضورؐ نے اس سے روک دیا۔

قدم وفد الجن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا رسول اللہ انہ امتک ان یستنجوا بعظم او روثۃ او حممۃ فان اللہ جعل لنا فیھا رزقا فنھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک (ابوداؤد)

ترمذی میں ہے کہ، یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے؛

لا تستنجوا بالروث ولا بالعظام فانھا زاد اخوانکم الجن (ترمذی)

مسلم اور احمد میں: "فانما طعام اخوانکم" آتا ہے۔

جنوں کے جانوروں کے حقوق جنوں سے فرمایا، ہر قسم کی مینگنی تمہاری سواریوں کی خوراک ہے۔

کل بعرۃ علف لدوابکم (منتقی بحوالہ احمد ومسلم)

حضرت مجد ابن تیمیہؒ (مؤلف منتقی) فرماتے ہیں

وفیہ تنبیہ علی النھی عن اطعام الدواب النجاسۃ۔

یعنی حضورؐ کا یہ فرمانا کہ ان کے ساتھ استنجا نہ کیا کرو، یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ جانوروں کو ناپاک غذا اور طعام نہ دیا جائے۔

گو یہاں جنوں کے جانوروں کا ذکر ہے، تاہم ہمارے جانوروں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کو ناپاک شے کھانے کو نہ دی جائے۔

مردوں کے حقوق اسلامی ریاست کے اولین سربراہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف زندوں کی فکر ہی نہیں کی، بلکہ جب دنیا سے وہ چل بسے ہیں تو وہاں کے مناسب حال ان کی ضروریات کا خیال رکھنے اور فائدہ پہنچانے کا حکم بھی دیا ہے مثلاً

جب مرنے لگے تو کلمہ شریف کی تلقین کرو لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ (مسلم) تاکہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خاتمہ اچھا ہو۔

جب فوت ہو جائے تو اس کو نہلاؤ (اغسلوہ بماء وسدر) (بخاری) پھر اس کو اچھا سا کفن دو۔ (فلیحسن کفنہ۔ مسلم)

اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ، جنازہ پڑھو، اس کی مغفرت، کے لیے دعائیں مانگو اور پھر اس کو دفن کرو۔ (مشکوٰۃ و منتقی)

فرمایا: ان کی قبروں پر چڑھ کر نہ بیٹھ جایا کرو۔

لا تجلسوا علی القبور (مسلم)

ان کا ذکر خیر کیا کرو، مقصد یہ ہے کہ اس طرح اس کی بخشش ہو سکتی ہے

انتم شہداء اللہ علی الارض (بخاری)

تم سرکاری گواہ ہو، تمہاری گواہی بڑا وزن رکھتی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ان کو اچھے ذکر سے یاد کیا کرو، اگر خدا اس کو بخش دے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے؟

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

فرمایا: ان کو بعد میں گالیاں نہ دیا کرو

الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ، سربراہِ ریاست کی سیرت بھی ہے اور اسوۂ رسول بھی، ملکی اور ملی نظام کے آئین اور قانونی پہلوؤں کے اسباق بھی ہیں اور تبلیغ بھی ــ آپ کا ارشاد ہے: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے میری بعثت ہوتی ہے (مسند احمد) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں: رایتہ یامر بمکارم الاخلاق (مسند احمد)

میں نے آپ کو دیکھا کہ وہ (لوگوں کو) حسنِ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہ حُسنِ خُلق کیا ہے؟ یہ ذات، خدا، اور خلقِ خدا کے حقوق اور تعلق کو حسن و خوبی سے انجام دینے کا نام ہے۔ جس میں سیاست، معاشرت، معیشت، انفرادی اور اجتماعی قسم کے دوسرے تمام شعبے آجاتے ہیں۔ اس لیے جس پہلو سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ فرمائیں گے اس کو جامع، اکمل اور احسن پائیں گے۔ ہم صرف ایسی سیاست اور حکومت کے متمنی ہیں، جو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سیاسی اسوۂ حسنہ کی آئینہ دار ہو۔ جو بندوں کی دنیوی اور اخروی فلاح و اصلاح کی ضامن ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی

عظمتِ رسولؐ۔ قرآن کے آئینے میں

آپ کا اسم گرامی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اسمائے گرامی قرآن کریم و کتب حدیث میں مذکور ہیں مگر آپ کے ذاتی نام دو ہیں۔ محمدؐ اور احمدؐ اور یہ دونوں ہی آپ کے علوئے مرتبت و عظمتِ مقام کی دلیل ہیں۔ سورۂ فتح میں آپ کا نام محمد بتایا گیا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"محمد اللہ کے رسول ہیں"

آپ کا دوسرا نام "احمد" ہے جو حضرت عیسٰیؑ نے آپ کی بعثت کی اطلاع دیتے ہوئے بیان فرمایا:

مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

"میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں، وہ میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا"

لفظ احمد اور محمد دونوں کا مادہ حمد ہے۔ حمد کا لفظ جب خدا کی طرف سے بولا جائے تو اس کے معنی ہیں تعریف و ثنا، مدح و ستائش کے ساتھ ساتھ عطا اور بخشش کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے۔ اور جب یہ لفظ بندے کی طرف سے بولا جائے تو اس سے مراد، حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ تشکر و امتنان کے جذبات بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس طرح محمدؐ سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے عادات و خصائل اور کارہائے نمایاں کی بدولت ساری دنیا میں مشہور و معروف اور تعریف کیا ہوا ہے۔ اور پورا عالمِ انسانیت آپ کے احسانات کا زیرِ منت ہے۔ ——— حتیٰ کہ ملائکہ آپ کے ثناخواں ہیں تمام انبیاء آپ کے شاگرد ہیں اور تمام بنی نوع حتیٰ کہ آپ کے دشمن تک بھی آپ کی ذاتی حیثیت میں آپ کی عظمتِ کردار کا انکار نہیں کر سکتے۔

آپ احمدؐ ہیں ان معنوں میں کہ آپ خدا کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے اور اس کے سب سے بڑے سپاس گزار ہیں۔ اپنے خالق و مالک کے رُتبے و مقام کو جتنا آپ نے جانا اور پہچانا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کسی اور نبی کو بھی نصیب نہیں ہے۔ اس لیے آپ بجا طور پر احمد و محمد ہیں۔

آپ کا رفعِ ذکر۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (انشراح)

"ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔"

حقیقت یہ ہے کہ عظمتِ محمدؐ سے خود خدا ہی صحیح طور پر آگاہ ہے جو قرآن کریم میں جا بجا آپ کے اخلاقِ عالیہ و فضائلِ محامدہ کی گواہی دیتا ہے اور انسان آپ کے بلند مرتبہ کے ادراک سے بھی عاجز و قاصر ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو شہرتِ جاوداں بخشنے کے لیے سرکاری طور پر اہتمام فرما دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ روئے زمین کے ہر ہر گوشے میں ہر وقت دن ہو کہ رات، صبح ہو کہ شام، ہر لمحہ اور ہر گھڑی آپ کے نامِ مبارک کا ذکر ہوتا رہتا ہے خواہ کوئی سننا چاہے یا نہ سننا چاہے۔ ہر طور اللہ کی معبودیت کے ساتھ ساتھ محمدؐ کے منصبِ رسالت کی بھی شہادت دی جاتی ہے۔ جہاں آپؐ کا نام لیا جائے، وہاں موجود تمام مسلمان آپ کے لیے اللہ سے (صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر) دعا کرتے ہیں بلکہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ محمدؐ پر ایمان لانا بھی شرطِ لازم ہے پھر مسلمان ہونے کے بعد اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اطاعتِ رسول بھی ضروری ہے۔

آپؐ کے رفعِ ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دشمنوں کا نام روئے زمین سے مٹا ڈالنے کا بھی سرکاری اہتمام فرمایا ہے۔

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (کوثر)

"یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔"

اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا آج ابوجہل و ابولہب وغیرہ کو ملعون کہہ کر پکارتی ہے اور آج تک کسی نے اپنی اولاد کا نام ان کے ناموں پر نہیں رکھا جب کہ مسلمانوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنے بچوں کا نام رکھنے کا رواج بکثرت ہے۔

آپ تمام بنی نوعِ انسان کی ہدایت و رشد کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

"ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

چنانچہ ہر رنگ، ہر زبان، ہر نسل، اور ہر جغرافیائی خطّے کے انسانوں کے لیے آپؐ داعی الی اللہ ہیں۔ آپؐ کے اسمِ مبارک نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنگ و نسل اور زبان و مکان کے امتیاز کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغیر وحدت کی ایک کڑی میں پرو کر رکھ دیا ہے۔ اگر آپؐ کا نامِ گرامی ایک مضبوط بندھن ہے جس نے سب مسلمانوں کو یکجا کر دیا ہے تو آپؐ کا اسوۂ حسنہ وہ مضبوط رابطہ ہے جس سے ہر مسلمان آپؐ کے ساتھ کلی طور پر مربوط ہے۔

خُلقِ محمدیؐ۔ عظمتِ رسولؐ کا نمایاں ترین پہلو آپؐ کے کردار اور اخلاق کی عظمت ہے جس کے سامنے روئے زمین کے تمام اعاظم و اکابر دم بھرتے نظر آتے ہیں جس کے متعلق خود خالقِ کائنات یہ گواہی دے کہ:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (قلم)

"بے شک آپؐ کا اخلاق بڑا بلند ہے۔"

اس کی عظمتِ کردار میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ آپؐ کی بعثت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی بھی ایسی بے داغ ہے کہ کسی مقام پر انگلی رکھنی محال ہے۔ نبوت سے پہلے آپؐ "صادق" اور "امین" کے لقب سے مشہور تھے۔ اس وقت بھی آپؐ شرک کی نجاست اور قمار بازی و شراب خوری جیسی خباثتوں سے محفوظ تھے۔ آپؐ کی عظمتِ اخلاق کی دلیل اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ آپؐ کے ہم عصروں نے جن میں دوست و دشمن سب شامل تھے بالاتفاق آپؐ کو صادق اور امین تسلیم کر لیا تھا۔ اس عظمتِ سیرت کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنے کے متمنی ہوں۔ نبوت کے بعد جب آپؐ نے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا اور ہر طرف سے آپ کی مخالفت شروع ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مخالفین کے سامنے یہی دلیل بطورِ معجزہ پیش کر دی اور آپؐ نے علی الاعلان فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

"یقیناً میں اس (یعنی اعلانِ نبوت) سے پہلے ایک عمر تمہارے درمیان گزار چکا ہوں کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔"

یعنی جس شخص کی ساری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے موجود ہے، جس نے عام دنیاوی معاملات میں تم سے راستباز اور امین ہونے کی سند حاصل کر لی ہے، جس نے عام انسانی معاملہ میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا، کیا اب اس کی دعوت کے معاملے میں شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے، کیا وہ خالقِ کائنات کے بارے میں جھوٹ بولنے کا مرتکب ہو سکتا ہے؟

آپؐ انتہا درجہ کے رحم دل، خیر خواہ اور غمگسار تھے۔ آپؐ کی شفقت و رحمت صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کے لیے عام تھی۔ اس سے دوست بھی حصہ پاتے اور دشمن بھی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بے زبان جانور بھی آپ کی رحم دلی سے برابر فیضیاب ہوتے تھے۔ارشاد باری ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

"ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

یہ آپ کی نرمئ طبع ہی کا نتیجہ تھا کہ آپؐ ایک اخلاق باختہ، گم کردہ راہ، اور منتشر قوم کو ٹھوس بنیادوں پر ایک مضبوط قوم بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ ان کو آپس میں شیر و شکر کیا۔ ان کا منتشر شیرازہ یکجا کیا اور ان کے افکار و عقائد اور اعمال و اخلاق کی دنیا ہی بدل کر رکھ دی۔ ان میں ایک دیرپا اور دور رس انقلاب برپا کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔

"اللہ کی رحمت کے سبب سے آپؐ ان کے لیے نرم خُو ہوگئے۔ اور اگر آپؐ تند خُو اور سخت دل ہوتے تو وہ تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے۔"

آپؐ اپنی امت کے حق میں اس حد تک شفیق و غمگسار تھے کہ اپنی امت کی ہر تکلیف آپؐ کے لیے بڑی شاق اور دشوار ہوتی۔ آپؐ کو ہر وقت اپنی امت کی بہتری اور بھلائی کا ہی خیال رہتا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

"بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی کا وہ حریص ہے۔ وہ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔"

عام لوگوں کے حق میں آپ کی ہمدردی و شفقت کا یہ عالم تھا کہ جو لوگ آپ کی دعوت پر ایمان نہ لاتے۔ آپؐ ان کے لیے بڑے فکر مند رہتے۔ اور ان پر آخرت کے عذاب کے تصور ہی سے آپؐ کی جان پر بن جاتی۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا

"اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے، تو شاید آپ اسی بات پر افسوس کرتے ہوئے اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے۔"

آپؐ کے اخلاقِ جلیلہ کے متعلق اس مختصر سے مضمون میں کیا لکھا جا سکتا ہے۔ مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ قرآن ہی آپؐ کا اخلاق ہے۔

معراج نبوی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ قرآن کریم میں سورۂ نجم اور سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے۔ یہ واقعہ آپؐ کو تمام عالم انسانیت میں سے بلند ترین مقام پر فائز کرتا ہے۔ خود خالق کائنات کا ارشاد ہے کہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (صرف دو قوسوں کا فاصلہ دونوں کے درمیان رہ گیا، یا پھر اس سے بھی کم فاصلہ) اس سے بڑھ کر عظمتِ شان کیا ہو سکتی ہے۔ جس مقام پر فرشتوں کے سرخیل جناب جبریل کو بھی جانے کی اجازت نہیں، وہاں آپؐ نے پہنچ کر اپنے ربِ اکبر سے ملاقات کی۔ چنانچہ ساری کائنات میں سے نہ کسی خاکی کو وہ مقام نصیب ہوا نہ کسی نوری کو۔ ہم آپؐ کے متعلق یہی کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس طرح معراج کے واقعہ نے آپؐ کو دنیا میں سارے عالمِ انسانیت سے برتر وارفع بنا دیا ہے اسی طرح آخرت میں وہ اپنا مقام و مرتبہ ہر فرد بشر سے فزوں تر ہو گا۔ تمام انسانوں کے متعلق آپؐ خدا کی عدالت میں گواہی دیں گے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (نساء)

"اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم آپؐ کو ان کے خلاف گواہ بنا کر کھڑا کر دیں گے۔"

اور روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ کا جلال پورے عروج پر ہو گا اور تمام انبیاء قہرِ الٰہی سے تھر تھر کانپ رہے ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفاعتِ عظمیٰ کے لیے آپؐ کو مقامِ محمود میں لا کھڑا کریں گے۔

عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (بنی اسرائیل)

"جلد ہی آپؐ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں مبعوث کر دے گا۔"

اس طرح آخرت میں بھی تمام مخلوقات میں سے آپؐ کو ارفع ترین مقام نصیب ہو گا اور آپؐ اپنے ربِ اکبر کے سب سے قریب ہوں گے۔

آپؐ کی عظمت کا بیان اس وقت تک تشنۂ تکمیل رہتا ہے، جب تک اس میں قرآن کریم اور اسلام کا بھی مختصر سا ذکر نہ آ جائے۔ کیونکہ آپؐ نے دنیا کے سامنے دینِ اسلام مکمل ترین اور جامع شکل میں پیش فرمایا اور قرآن کریم کے ذریعے سے اپنی دعوت کو مؤثر و کامیاب بنایا۔

اسلام وہ دین ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرۃ)

"یقیناً اللہ نے تمھارے لیے دین اسلام کو چن لیا ہے۔ پس تم حالتِ اسلام ہی میں مرنا۔"

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی شان ان الفاظ میں بیان فرمائی:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا۔ (مائدہ)

"آج میں نے تمھارے لیے دین کو مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمھارے لیے دینِ اسلام کو پسند کر لیا ہے۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دینِ اسلام کو مکمل کر کے بنی نوع انسان کے لیے اپنی نعمتوں کو مکمل کر دیا۔ اب دین و دنیا کی کوئی نعمت بھی ایسی نہیں جو اسلام کے مقابلے میں پیش کی جا سکے۔ جو شخص نعمتِ اسلام کی توہین کرتا ہے یعنی دائرۂ اسلام میں شامل نہیں ہوتا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔

مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران)

"جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا پیچھا کرے وہ اس سے ہرگز قبول نہیں ہوگا اور آخرت میں بھی وہ خسارے میں رہے گا۔"

اسلام ایک دین ہے جب کہ دوسرے مذاہب ہیں۔ اسلام پوری زندگی کے لیے ضابطۂ حیات ہے جب کہ دیگر مذاہب زندگی کے چند پہلوؤں کو محیط ہوتے ہیں۔ یہ دین دوسرے مذہبوں کی طرح جنتر منتر، تعویذ دھاگے اور عملیات کا مرکب نہیں، بلکہ عملی زندگی کو نکھارنے والا انقلاب، نفس کا تزکیہ کرنے والی اور انسان کو تہذیب و شائستگی سے ہمکنار کرنے والی ایک تحریک ہے۔

اسی طرح قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کا مصنف کوئی دنیاوی طاقت نہیں، بلکہ خود شہنشاہ رب العالمین ہے، جسے سردار ملائکہ جبریل امین کے ذریعے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ جو سراسر حق ہے (إِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ) جس کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی (لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ) جس نے تاریخِ قدیم کی وہ گمشدہ کڑیاں بیان کیں، جو دستبردِ زمانہ سے بالکل مٹ چکی تھیں۔ اس نے آئندہ کے متعلق ایسی پیشگوئیاں بیان کیں، جن کو بعد میں زمانے نے من و عن صحیح ثابت کر دیا۔ یہ کتاب روئے زمین پر ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر گھڑی تلاوت کی جاتی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جو ہر وقت کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہتی ہے۔ جس میں بیان کردہ علمی حقائق موجودہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...ور کے گراں قدر علمی و تحقیقی کارناموں اور صنعتی ترقیوں کے علی الرغم آج تک صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ اور قیامت تک صحیح ثابت ہوتے رہیں گے۔ جس کے الفاظ، معانی، اسلوب، غرض ہر چیز تہذیب و شرافت کا بہترین معیار ہے اور جس میں کہیں بھی تضاد و بیانی کا شائبہ تک نہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی جلالتِ شان سے بھی کما حقہٗ وہ شہنشاہ رب العٰلمین ہی واقف ہے۔ کیا دنیا میں اس پائے کی کوئی اور بھی کتاب ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا ایک اہم پہلو آپ کی لائی ہوئی تعلیم ہے۔ آپ دنیا کے اس ظلمت کدہ میں مشعلِ ہدایت، روشنی کا مینار اور چمکتا ہوا سورج بن کر تشریف لائے۔ ارشادِ ربانی ہے

۱۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی ہے"

۲۔ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب)

"آپ اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور چراغ روشن ہیں"

۳۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (فرقان)

"وہ بڑی بابرکت ہستی ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان کو ڈرائے"

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے خاتمے پر ہیں"

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں آپ کی تعلیم کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

ابدیت: یعنی آپ کی تعلیم قیامت تک کے لیے ہر طالبِ حق کے لیے مشعلِ ہدایت اور روشنی کا مینار ہے

عملیت: آپ کی تعلیم کسی فلسفی کے خیالات اور کسی مفکر کی خیالی جنت نہیں کہ کتابوں کی دنیا میں تو وہ بڑی حسین و جمیل معلوم ہوں مگر حقیقت کی دنیا میں صفر اور ناممکن العمل ہیں بلکہ آپ کی تعلیم انسان اور فطرت، جذبات و احساساتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ اس وجہ سے اس پر عمل کرنا ممکن ہے۔ اور آپؐ نے اور آپؐ کے اصحاب کرام نے اس تعلیم پر خود عمل پیرا ہو کر دکھا دیا ہے۔

جامعیت: آپ کی تعلیم پر کسی ایک گروہ کی اجارہ داری نہیں ہے۔ یہ تعلیم کوئی خاص طبقہ، پادریوں کا گروہ، کاہنوں کی برادری، پنڈتوں کا خاندان ہی حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ ہر شخص بلا امتیاز حسب و نسب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رنگ ونسل، لسان ومکان اس تعلیم کو سیکھ کر انبیاء کا وارث بن سکتا ہے۔ اور پھر اس پہ عمل کی راہیں بھی ہر ایک کے لیے کھلی ہیں۔

ہمہ گیریت: ہر پیشے اور ہر گروہ کے لوگ سائنسدان، لیڈر، فرمانروا، وکیل، سپہ سالار، تاجر، صنعتکار، کسان وزمیندار، آجر ومستاجر، مرد وعورت، میاں بیوی، اولاد اور والدین غرض ہر شخص کے لیے ہر موقع اور ضرورت کے مطابق آپ کی روشن اور بے داغ تعلیم وسیرت موجود ہے، اور آج دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) جس نے آپ کی سیرت مبارک اور تعلیم مبارک سے کسبِ فیض نہ کیا ہو۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کسی نے یہ فیض شعوری طور پر حاصل کیا ہے اور کسی نے غیر شعوری طور پر۔ آخر آج یورپ کو تہذیبِ جدید کے زینوں پر کس نے چڑھایا۔ اس یورپی ترقی سے اسلام کو کتنا گہرا تعلق ہے۔

آپ کا عظیم ترین کارنامہ جو جلی حروف میں لکھے جانے کا مستحق ہے اور جس کے بغیر آپ کا ذکرِ خیر مکمل ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ تشکیلِ امتِ مسلمہ ہے۔ آپ سے پہلے دنیا میں انبیاء کی عظیم تعداد تشریف لائی، مگر کوئی کسی ایک علاقہ میں مبعوث ہوا، تو کوئی کسی ایک ملک کی طرف، اور کوئی نبی صرف ایک قوم کی طرف۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ منصبی یہ تھا کہ آپ پورے عالم انسانیت کی سیرت کی تشکیل کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ نے اپنی مسلسل کوشش، انتھک جدوجہد اور سعی پیہم کے ذریعے پہلے عرب کے اجڈ، اکھڑ، متفرق وپراگندہ، توحید ناآشنا مشرکوں کو توحید کی دعوت پیش کی۔ آپ نے اس راہ میں بڑی ابتلائیں سہیں، بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ آپ کے اصحاب نے اس دین کے لیے بڑی قربانیاں دیں اور بالآخر آپ ایسا گروہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے، جو ذہنی وفکری، عملی و اخلاقی لحاظ سے بالکل بدل چکا تھا جو اب خدا پرست وخدا ترس ہو چکا تھا۔ جو دن کے وقت جہاد کرتے، رات کے وقت نماز پڑھتے۔ آپس میں خیر خواہ وہمدرد، اپنے دین کے سچے مخلص۔ اللہ کے اور بندوں کے سب حقوق ادا کرتے، قانون کے پابند تھے اور علم کے شیدائی۔ وہ اپنے امیر کی اطاعت پر متحد ومتفق ہو چکے تھے۔ پھر یہ گروہ اٹھا اور اس نے پوری دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمتِ عظمیٰ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُّبِیْنٍ ﴿آل عمران﴾

"اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کر دیا جو ان کو آیاتِ الٰہی پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا ہے، ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ وہ پہلے سخت گمراہی میں پڑے تھے۔"

عظمتِ اخلاق و بلندیٔ کردار آپ کی رفعتِ شان کا بنیادی جزو تھا، چنانچہ آپ نے اپنی امت کو بھی اسی عظمتِ اخلاق کے رنگ میں رنگ دیا تو آپ کی امت بھی دوسری امتوں سے برتر اور اعلیٰ قرار پائی۔ اور آپ اپنی اُمت سے افضل ترین قرار پائے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴿بقرۃ﴾

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہے۔"

اُمتِ وسط ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس سے مراد عدل و انصاف اور توسط کی راہ پر قائم رہنے والی، مرکزی حیثیت کی حامل قوم ہے، جس کے ساتھ عدل و انصاف کی بنا پر تمام قوموں کے تعلقات یکساں ہیں۔ اس امتِ وسط کا فریضہ تبلیغی اور اخلاقی لحاظ سے ایک زندہ شہادت کا نمونہ قائم کرنا ہے۔

یورپ کا مشہور مصنف ٹامس کارلائل اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں تاریخِ عالم کے نامور ترین اشخاص کا ذکر کرتا ہے۔ اس میں وہ گروہ انبیاء میں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کرتا ہے، حالانکہ اور بھی بہت عظیم الشان اور جلیل المرتبت انبیاء کی سیرت و کارنامے اس کے سامنے تھے۔

آپ کے درجات کی بلندی کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴿فتح﴾

"تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دے۔"

آپ کی تمام غلطیاں معاف فرما دی تھیں اور آپ کی تمام لغزشیں ختم کر دی تھیں۔ دوسری طرف آپ کو معلم ہونے کی حیثیت سے اپنی امت کے تمام نیک اعمال سے برابر کا اجر و ثواب مل رہا ہے۔ بمصداق اس آیت کے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ﴿النساء﴾ اندازہ لگائیے۔ آپ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت کی تعداد تمام انبیاء کی تعداد سے زیادہ ہے تو پھر آپ کے درجات کی بلندی کا کیا عالم ہوگا۔ یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی۔ میرے پاس دو فرشتے ایک میزان لے کر آئے۔ ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا۔ دوسرے میں کسی اور آدمی کو۔ تو لا گیا تو میرا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر دوسرے پلڑے میں دو آدمیوں کو رکھ دیا گیا۔ پھر آہستہ آہستہ وہاں تعداد بڑھائی جاتی رہی۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے پلڑے میں ساری کائنات کو رکھا گیا تو پھر بھی میرا پلڑا بھاری نکلا۔

آخر ایسا کیوں نہ ہوتا۔ آپ پر اللہ کے احسانات ہی بے پایاں ہیں۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (ضحیٰ)

"اور آپ کا رب آپ کو عطا فرمائے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے"۔

دوسرے مقام پر فرمایا

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (کوثر)

"بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرما دی"

کوثر سے مراد کثرتِ انعام الٰہی، یعنی آپ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات، برکتیں، رحمتیں اور انعام بے حد و حساب ہیں جو اور کسی کو دنیا میں نصیب نہیں ہیں۔

آپ کی عظمت کا ایک اور اہم پہلو آپ کی اپنی امت میں وہ مخصوص مقام ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (نساء)

"رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے"۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔

"کہہ دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر خود اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا"۔

اپنے اختلاف و جھگڑے کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا اور پھر آپ کے فیصلے کو برضا و رغبت تسلیم کرنا ہر مسلمان کے ایمان کی لازمی شرط قرار دی گئی۔ فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء)

"تیرے رب کی قسم وہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے اختلافات میں آپ کو حکم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ مان لیں۔ پھر آپ کے فیصلے پر اپنے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اسے خوشی سے تسلیم کر لیں۔"

سورۂ حجرات میں بڑے واضح الفاظ میں مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب و احترام سے رہنے کے آداب سکھائے کہ "اے ایمان والو! اپنی آواز رسول کی آواز سے بلند نہ کرو، اگر ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے اعمال برباد ہو کر رہ جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ اور جو لوگ رسول کو حجروں کے باہر سے پکارنے لگتے ہیں وہ بے وقوف ہیں۔ (حجرات)

آپ کی ذات کی موجودگی تمام لوگوں کے لیے جائے امن قرار پائی۔ کیونکہ آپ کی موجودگی میں عذابِ الٰہی نازل نہیں ہوتا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ،

"اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ تمہاری موجودگی میں ان کو عذاب دے"

غور فرمائیے کسی بھی قوم میں اتنا بلند و ارفع مقام کسی بادشاہ کو بھی حاصل ہو سکا ہے۔ آپ کے اپنی امت پر اتنے گرانقدر احسانات ہیں کہ ان کا عوض دینا ہمارے بس میں نہیں۔ ہم تو صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ آپ کے رفع درجات اور بلندیٔ مراتب کے لیے اللہ سے دعا گو رہا کریں۔ اسی لیے امت کو حکم ہوا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (احزاب)

"بے شک اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر - لاہور

ایک بامقصد اشاعتی ادارہ — جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی خدمت کے سلسلے میں فکر انگیز کتب طباعت و اشاعت کے اعلیٰ معیار پر پیش کر رہا ہے۔ اشاریہ تفسیر ماجدی، لغات القرآن (پارہ اول) اللہ کے احکام، طب نبوی، اربعین نووی، جائزہ مدارس عربیہ، تذکرہ مصنفین درس نظامی وغیرہ کتب ہماری مرتبہ اور مطبوعہ ہیں۔

(مینجر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر فلپ کے ہٹی

ترجمہ: وحید السین خان

اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مغربی لٹریچر میں

(ڈاکٹر ہٹی (PHILIP K. HITTI) عربی زبان اور تاریخ کے مشہور ماہر ہونے کی حیثیت سے مغربی دنیا میں مشرقِ قریب کے مسائل پر سند سمجھے جاتے ہیں۔ انھوں نے عرب اور اسلام کے موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور مختلف انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار رہیں۔ ان کی کتابیں یورپ اور ایشیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوتی رہی ہیں۔ وہ مختلف یونیورسٹیوں میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہے ہیں۔

اسلام اور مغرب (ISLAM AND THE WEST) ڈاکٹر ہٹی کی کتاب ہے جو ۱۹۶۲ء میں امریکہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے ۱۹۰ صفحات ہیں اور اس کا موضوع عیسائی دنیا اور اسلام کے تمدنی تعلقات کی تاریخ ہے جس میں بازنطینی سلطنت کے وقت سے لے کر اب تک مختلف قسم کے اتار چڑھاؤ پائے جاتے رہے ہیں۔ موصوف نے ترجموں کی مدد سے نہیں بلکہ اصل ماخذ سے براہ راست استفادہ کر کے یہ کتاب تیار کی ہے۔

کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ کے ابتدائی تین ابواب میں اسلام کی بالترتیب مذہب، ریاست اور کلچر کی حیثیت سے تعارف ہے۔ چوتھا باب ہے "اسلام مغربی لٹریچر میں" پانچویں اور چھٹے باب میں بالترتیب مشرق کا مغرب پر اور مغرب کا مشرق پر نفوذ و اثر دکھایا گیا ہے۔ ساتویں باب میں اس تحریک کا مختصر تعارف جو اسلام اور مغربی تہذیب کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے مختلف اسلامی ملکوں میں جاری ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں قرآن اور دوسری قدیم کتابوں سے اسلام اور اسلامی تاریخ اور اسلامی شخصیتوں کے بارے میں اقتباسات نقل کیے ہیں۔ یہ اقتباسات کل ۲۹ ہیں۔

ذیل میں کتاب کے چوتھے باب (ISLAM IN WESTERN LITERATURE) کا ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ اس معذرت کے ساتھ کہ نقل کفر کفر نہ باشد)

قرونِ وسطیٰ کے مغربی لٹریچر میں پیغمبر اسلام کو عام طور پر جعل ساز اور جھوٹے پیغمبر کی حیثیت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعارف کرایا جاتا تھا کہ قرآن پاک ان کی ایک بناوٹی کتاب اور اسلام ایک نفس پرستانہ طریقِ حیات تھا، دنیا میں بھی اور دوسری زندگی میں بھی۔ اس زمانے میں مذہب، اسلام اور عیسائیت دونوں کے درمیان دشمنی کی سب سے بڑی وجہ تھی۔ دونوں طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ ان ہی کا مذہب تمام صداقتوں کا واحد خزانہ ہے مگر سیاسی اور فوجی تصادم، نظریاتی تصادم سے بھی زیادہ سخت ثابت ہوا۔

محمدؐ کے بعد ڈیڑھ صدی تک ان کے پیرو پہلے مدینہ پھر دمشق اور اس کے بعد بغداد سے نکل کر بازنطینی سلطنت کو روندتے رہے یہاں تک کہ بڑھتے ہوئے مسیحیت کے مشرقی دارالسلطنت کے دروازے تک پہنچ گئے۔ قسطنطنیہ کے سقوط (۱۴۵۳ء) کے بعد چار صدیوں میں مسلم سلجوق اور عثمانی ترک اپنی ہمسایہ مسیحی طاقتوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ بن گئے۔ ۷۱۱ء سے شروع ہو کر تقریباً آٹھ سو برس میں مسلمان اسپین کے ایک حصہ پر قابض ہو چکے تھے۔ اور انھوں نے فرانس تک دھاوا بول دیا تھا۔ سسلی دو صدیوں تک ان کے قبضہ میں رہا اور اٹلی کے خلاف ایک فوجی اڈے کا کام کرتا رہا۔ بارھویں اور تیرھویں صدی کے دوران میں مغربی اقوام مسلمانوں کی زمین پر صلیبی جنگ لڑتی رہیں۔ ان صلیبی لڑائیوں کی یاد آئندہ نسلوں میں باقی رہی۔

زرتشت، بدھ ازم اور دوسرے کم ترقی یافتہ مذاہب کی کبھی اس طرح سے نفرت اور تحقیر نہیں کی گئی جیسا کہ اسلام کے ساتھ پیش آیا۔ وہ قرونِ وسطیٰ کے مغرب کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھے اور نہ انھوں نے مقابل میں آنے کی کبھی کوشش کی۔ اس لیے یہ بنیادی طور پر خوف، دشمنی اور تعصب تھا جس نے اسلام کے بارے میں مغرب کے نقطۂ نظر کو متاثر کیا۔ اسلام کا عقیدہ ایک دشمن عقیدہ تھا۔ اس لیے وہ غلط نہ ہو جب بھی شبہ کی نظر سے دیکھا جانا لازمی تھا۔

پھر زبان کا روک بھی تھا۔ مسیحیت اور دنیائے اسلام کے درمیان سیاسی اور فوجی تصادم کے چھ سو سال تک یورپ قرآن کی زبان کے باقاعدہ مطالعہ کی سہولت سے محروم رہا۔ اس پوری مدت میں لاطینی زبان کا کوئی عالم یورپ میں ایسا نہیں ملتا جو عربی زبان پر عبور رکھتا ہو۔ قرآن کی زبان سے اس بے خبری نے قرآن کے بارے میں غلط تعارف کو پھیلنے کا موقعہ دے دیا۔

قرونِ وسطیٰ اور اس کے بعد کی مسیحیت نے جن تحریری یا زبانی ذرائع سے اسلام کے بارے میں اپنا تصور قائم کیا وہ وہی تھا جو صلیبی جنگوں کے دوران وجود میں آئے یا ان ممالک کی معرفت ملے جن سے اسلام کی لڑائی پیش آچکی تھی۔ مسیحی علماء اور پادریوں نے اسی کے ذریعہ سے اسلام کی تصویر بنائی۔ اسلام کی اس یورپی تصویر اور اس کی حقیقی اسلامی تصویر میں کوئی مشابہت محض اتفاقی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شام کے مشہور عیسائی عالم سینٹ جان آف دمشق (م ۷۴۹ء) کو بازنطینی روایات کا بانی کہا جاتا ہے۔ جان نوجوانی کی عمر میں بنوامیہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ وہ عربی، سریانی اور یونانی زبانیں جانتا تھا اور اپنے زمانے کے اہلِ علم میں ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں اسلام کا تعارف ایک بت پرستانہ مذہب کی حیثیت سے کیا ہے جس میں ایک جھوٹے رسول کی پرستش ہوتی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق محمدؐ نے ایک آرین راہب کی سرپرستی میں بائیبل کی مدد سے اپنے اصول وضع کیے۔ یہ اسلام کے متعلق عیسائیت کے قدیم اور عام تصوّر کی ایک مثال تھی چنانچہ ڈانٹے (م ۱۳۲۱ء) نے اپنی مشہور کتاب میں محمدؐ اور علیؓ کو نویں جہنم کے سپرد کر دیا جو تفرقہ پردازوں اور رسواکن اعمال کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔ العیاذ باللہ

بازنطینیوں میں پہلا شخص جس نے محمدؐ کا باقاعدہ ذکر کیا اور اسلام پر گفتگو کی وہ مورخ تھیوفینز (THEO PHANE) ہے جس کا زمانہ (۷۵۸ - ۸۱۸) ہے وہ ایک خانقاہ کا بانی بھی تھا۔ تھیوفینز بغیر کسی حوالے کے محمدؐ کو مشرقی باشندوں کا حکمران اور ایک بناوٹی رسول لکھتا ہے۔ ڈانٹے کا ایک ہم عصر مسیحی جس نے بغداد کا سفر بھی کیا تھا اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ شیطان جب خود مشرقی ممالک میں عیسائی مذہب کی ترقی کو روک نہ سکا تو اس نے اپنی طرف سے ایک آسمانی کتاب تیار کی اور ایک ابلیس فطرت آدمی کو اپنے وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ یہ آسمانی کتاب قرآن اور وسیلہ محمدؐ ہیں۔ العیاذ باللہ۔

عبدالمسیح ابن اسحاق الکندی ایک مشرقی عیسائی تھا اس کو اسپین میں ایک سیدزادہ مسلمان نے تحریری طور پر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس واقعہ نے عرب کے اس عیسائی کو موقع دیا کہ وہ عیسائیت کا دفاع کرے اور اسلام پر حملہ آور ہو۔ الکندی نے محمدؐ کو ایک شہوت پرست اور ایک قاتل کی حیثیت سے پیش کیا جن کی کتاب محض مصنوعی الہامات کا مجموعہ تھی اور جن کا مذہب دھوکے، تشدد اور نفرت پرستانہ تعلیمات کی چاٹ دلا کر پھیلایا گیا۔

ان باتوں کے نتیجے میں عیسائی دنیا میں محمدؐ کے خلاف کچھ ایسی فضا پیدا ہو گئی تھی کہ کوئی افسانہ خواہ وہ کتنا ہی عجیب ہو اور اس کی کوئی اصل نہ ہو فوراً قبول کر لیا جاتا تھا اور بیان کیا جاتا تھا۔ قرطبہ کا ایک بشپ ایولوگس (EULOGIUS) جو اپنے وقت کا بڑا عالم تھا ایک لاطینی تحریر کے حوالے سے جو ایک عیسائی راہب نے تیار کی تھی لکھتا ہے کہ محمدؐ کی وفات کے بعد ان کے اصحاب فرشتوں کا انتظار کر رہے تھے جو اتریں اور ان کے جسم کو اوپر لے جائیں مگر اس کی بجائے کتے آئے اور ان کے جسم کو کھا گئے اس لیے مسلمان ہر سال بڑے پیمانے پر کتوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ ایولوگس سپین کے مسلم دارالسلطنت میں رہتا تھا وہ معمولی کوشش سے جان سکتا تھا کہ اس پورے افسانے میں صرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنی سی حقیقت ہے کہ مسلمان کتے کو ایک ناپاک جانور سمجھتے ہیں۔

لاطینی زبان سے یہ کتے کا افسانہ فرانسیسی میں بھی پہنچا چنانچہ ایک قدیم فرانسیسی نظم میں کتے اور سؤر کو دکھایا گیا ہے کہ وہ محمدؐ کے جسم کو کھا رہے ہیں۔ سؤر کی یہ روایت عوام میں بہت مقبول ہوئی اور قرآن میں سؤر کی حرمت کی بہت آسان توجیہ بن گئی (حالانکہ سؤر کی حرمت آپ کی وفات سے بہت پہلے کا واقعہ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔ وحید الدین) اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ محمدؐ کا تابوت زمین و آسمان کے درمیان فضا میں معلق ہے اور لوگوں نے اس پر یقین کر لیا۔

بارھویں اور تیرھویں صدی میں صلیبی جنگوں کے ذریعے اسلام کو مغلوب کرنے کی کوشش جب ناکام ہو گئی تو مسیحی حلقہ میں ایک نیا رجحان ابھرا۔ اسلام کو تبلیغ و تحریص کے ذریعے تباہ کیا جائے۔ بے غل کی کوشش کی جگہ عقیدہ کی تبلیغ نے لے لی۔ مشنری تحریک وجود میں آئی۔ کارملی رہبانوں کا حلقہ (CARMELITE FRIER ORDER) ایک صلیبی ہی نے (۱۱۵۶ء) ماؤنٹ کارمل پر قائم کیا تھا۔[1]

فرانسس کن نے اس کی پیروی کی۔ ۱۲۱۹ء میں سینٹ فرانسس آف اسیسی تاہرہ گئے اور اپنی فرانسس کن مشنری سرگرمیوں کا آغاز کیا مگر اس دور کی سب سے بڑی مشنری تحریک ایک اسپینی تحریک تھی جو ریمنڈ لل (RAYMOND LULL) نے شروع کی جس کا زمانہ ۱۲۱۵ء - ۱۲۲۵ء ہے۔ لل نے روحانی صلیبی جنگ (SPIRITUAL CRUSADES) کے لیے بہت دانشمندانہ نقشے بنائے جس کا مقصد مسلمانوں کو عیسائی بنانا تھا۔ بحث و مناظرہ اور استدلال کے ذریعے کامیاب ہونے کے بارے میں اس کا یقین آخر وقت تک قائم رہا۔ اس کی تیاری کے لیے اس نے عربی پڑھی اور اپنی خانقاہ میں اس کا درس دینا شروع کیا۔ جو اس نے مرامر (MERAMAR) میں قائم کی تھی۔ اس کی عربی زبان اور اسلام سے واقفیت اس زمانہ میں اپنی مثال نہیں رکھتی تھی مگر ٹیونس میں اس کی مشنری سرگرمیاں ناکام ہو گئیں۔ توحید پرست مسلمانوں کے ذہن میں تثلیث کا عیسائی عقیدہ بٹھانے کی کوشش اتنی فضول تھی کہ بالآخر اس نے اسلام پر حملہ کرنا شروع کیا۔ وہ گلیوں میں نکل کر چلاتا پھرتا تھا "عیسائیوں کا عقیدہ صحیح ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ غلط ہے" ٹیونس میں ایک مشتعل مجمع نے اس پر حملہ کیا اور پتھراؤ کرنے شروع کیے یہاں تک کہ وہ

---

[1] اس صلیبی کا نام BERTHOLD ہے۔ اس جماعت کے لوگ سفید چغہ پہنتے تھے۔ اس لیے ان کو سفید پوش رہبان (WHITE FRIERS) کہا جاتا ہے۔ (وحید الدین)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلاک ہوگیا۔

عیسائیت اور اسلام میں زبان کا روک پہلی بار اس وقت ٹوٹا جب فرانس میں قرآن کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا۔ یہ بیرونِ زبان میں قرآن کا پہلا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ تخمیناً ۱۱۴۱ء میں کیا گیا اور اس کے کرنے والے تین عیسائی اور ایک عرب کا باشندہ تھا۔ اس ترجمہ قرآن کے ساتھ ایک ضمیمہ اس عنوان کے ساتھ لگا ہوا تھا "مسلمانوں کے عقائد کی تردید"۔ اس کے بعد ۱۶۴۹ء میں سیور ڈو رئر (SIEURDU RYER) نے اس ترجمہ کی مدد سے قرآن کو فرانسیسی زبان میں منتقل کیا۔ یہ شخص اسکندریہ میں فرانسیسی کونسل رہ چکا تھا۔ پھر اس سال سیور ڈو رئر نے براہِ راست عربی زبان سے فرانسیسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا اور اس کے بعد اس کو محمدؐ کا قرآن (THE ALQURAN OF MOHOMET) کے نام سے انگریزی میں منتقل کیا۔ اس ترجمہ کی اشاعت کا مقصد مترجم کے الفاظ میں ان تمام لوگوں کو مطمئن کرنا تھا جو ترکی کے کھوکھلے مذہب (TURKISH YANITIES) کے جاننے کے خواہش مند تھے۔ لفظ (MOHOMET) خود محمدؐ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اس کی اٹھارہ شکلیں بتائی گئی ہیں اسی طرح MAHOUND کی سترہ شکلیں، MOHAMMAD کی پانچ۔ اور (MUHAMMED) کو لے کر ایک ہی نام کی اکتالیس شکلیں [1] قرآن کا یہ گمنام ترجمہ الیگزینڈر روس (ALEXANDER ROSS) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ سپین میں نام نہاد مورز (MOORS) کے زوال کے بعد عثمانی ترک دشمن مذہب (اسلام) کے علمبردار نظر آرہے تھے۔ مارٹن لوتھر نے پہلے یہ خیال کیا کہ ترکوں کو مسیحیت کے گناہوں کی پاداش میں خدا کا بھیجا ہوا عذاب سمجھ کر گوارا کرنا چاہیے مگر ۱۵۲۹ء میں جب ترک وائنا کے دروازوں تک پہنچ گئے تو اس نے اپنے ذہن کو بدل دیا اور یہ تبلیغ کی کہ ان کا فورا کے خلاف جنگ کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن کا پہلا انگریزی ترجمہ براہ راست عربی زبان سے ۱۷۳۴ء میں کیا گیا اور اس کا ترجمہ جارج سیل (GEORGE SALE) کا تھا۔ سیل عیسائی علوم کی ترقی کی انجمن کا ایک رکن تھا اور اس نے شامی علما کی مدد سے عربی زبان سیکھی تھی۔ سیل کا ترجمہ انگریزی دنیا میں ڈیڑھ صدی تک چھایا رہا۔

---

[1] مصنف نے یہاں MAUMET کو شمار نہیں کیا جس کی سب سے زیادہ شکلیں آکسفورڈ ڈکشنری میں بتائی گئی ہیں اور ان کو شامل کرنے کے بعد ناموں کی یہ فہرست ستر سے بھی زیادہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (وحیدالدین)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سترھویں صدی میں ایک نیا شگوفہ پیدا ہوا جب آکسفورڈ یونیورسٹی نے عربی کی تعلیم کے لیے ایک نشست اپنے یہاں مخصوص کی اور ایڈورڈ پکاک (EDWARD POCOCK) کو ۱۶۳۶ء میں اس منصب پر مقرر کیا۔ پکاک چھ سال تک شام میں پادری کی حیثیت سے رہ چکا تھا اور عربی میں دستگاہ اور اسلام کی براہ راست معلومات حاصل کر چکا تھا۔ آکسفورڈ میں عربی شعبہ کے کھلنے سے یورپی عربی دان پیدا ہونے کا دروازہ کھل گیا۔ پکاک خود غالباً اپنی صدی کا سب سے بڑا یورپی عربی دان تھا۔ اس نے متعدد کتابیں ایڈٹ یا تصنیف کیں۔ اس نے قارئین کو یقین دلایا کہ متعلق تابوت کا افسانہ مسلمانوں کے لیے ایک مضحکہ خیز بات ہے جس کو وہ صرف عیسائیوں کی ایجاد سمجھتے ہیں۔ اس نے مزید اس مروجہ کہانی کو چیلنج کیا کہ اسلام کے بانی نے ایک سفید کبوتر کو تربیت دے رکھی تھی کہ وہ ان کے کندھے پر بیٹھا رہے اور کان کے اندر پڑے ہوئے دانے کو چگنے کے لیے کان میں چونچ مارتا رہے۔ اس سے وہ اپنے متبعین کو یہ یقین دلانا چاہتے کہ کبوتر کے ذریعہ سے روح القدس ان کو الہام کر رہا ہے۔ یہ افسانہ اس قدر مشہور ہوا کہ وہ انگریزی ادب میں شامل ہو گیا۔ چنانچہ شیکسپیئر کے ایک کردار کی زبان سے ہم سنتے ہیں۔

WAS MAHOMET INSPIRED BY A DOVE?
THOU WITH AN EAGLE ART INSPIRED THEN.

شیکسپیئر سے بہت پہلے جان لڈگیٹ (JOHN LYDGATE) (م ۱۴۵۰ء) اس کبوتر کا رنگ تک جانتا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق کبوتر کا رنگ دودھیا سفید تھا۔ پھر یہ یقین یہاں تک بڑھا کہ اٹھارھویں صدی کے ایک کبوتروں کے ماہر نے ایک خاص قسم کے کبوتر کا نام MAUMET رکھ دیا جو دراصل لفظ محمد کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کبوتر عیسائیوں کے ہاں تو روح القدس کی علامت ہے (لوقا ۳: ۲۲) مگر اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح مومٹ (MAUMET) کا لفظ بت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ وہ شخص جس نے کعبہ میں سینکڑوں بتوں کو توڑا، جس کے پیرو فخر کرتے ہیں کہ وہی صرف حقیقتاً توحید پرست ہیں اور کسی قسم کے بت یا مورتی کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہی شخص مغربی من گھڑت میں ایک خدا اور ایک بت بن گیا قرون وسطیٰ کی انگریزی روایات میں مہون (MAHOUN) بار بار پرستش کا ایک مظہر قرار دیا گیا ہے۔ یہ مان لیا گیا تھا کہ ترکوں اور مسلمانوں کے یہاں اس کی پوجا ہوتی تھی۔

مومٹ کی طرح قرآن بھی الکرون (ALKARON) کے نام سے مسلمانوں کا ایک بت قرار پایا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربیوں کو یقین دلایا گیا کہ مسلمان اپنے بتوں کے آگے عبادتی رسوم منعقد کرتے ہیں جن میں لوبان جلایا جاتا ہے اور نرسنگھا پھونکا جاتا ہے۔ اسی طرح سورج (APOLLO) ان کا دوسرا دیوتا تھا۔ ایک فرانسیسی مصنف کے بیان کے مطابق ۸۰۰ء میں شارل مین کی فوجوں سے مسلمانوں کو شکست ہوئی تو انھوں نے اپنا غصہ سورج دیوتا کے اوپر نکالا اور اس پر پل پڑے۔ ایک اور ابلہ بتھ کے دور کا نامور مصنف فرانسس بیکن (FRANCIS BACON) محمدؐ کو عطائی (MOUNTBANK) قرار دیتا ہے۔ اس نے اپنے مقالہ "ہمت و استقلال" (BOARDNESS) میں نقل کیا ہے۔

"محمدؐ نے لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ ایک پہاڑی کو بلائیں گے اور وہ ان کے پاس چلی آئے گی۔ لوگ جمع ہوئے۔ محمدؐ نے پہاڑی کو اپنے پاس آنے کو کہا۔ وہ بار بار پکارتے رہے اور جب پہاڑی اپنی جگہ کھڑی رہی تو وہ ذرا بھی نہ شرمائے بلکہ انھوں نے کہا ـــــ اگر پہاڑی محمدؐ کے پاس نہیں آسکتی تو محمدؐ تو پہاڑی تک جا سکتے ہیں"[۱]

مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں اس واقعہ کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ تاہم قرونِ وسطیٰ کے تمام مصنفین نے اس خلافِ اسلام انداز کو نہیں اپنایا تھا۔ صلیبی دور کا ایک بشپ جس کی پیدائش شام میں ہوئی تھی۔ ولیم آف ٹریپول (WILLIAM OF TRIPOLI) نے ۱۲۷۰ء میں ایک رسالہ لکھا جس میں اگرچہ محمدؐ کو وہ جھوٹے رسول کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے مگر آپ کے حالات میں دشنام طرازی اور افسانوی عقیدے کو بہت کم کر کے پیش کیا ہے۔ اسی طرح ۱۶۷۹ء میں ایک انگلش پادری لینسلاٹ ایڈیسن (LANCELOT ADDISON) نے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے ان من گھڑت اجزاء کو الگ کرنے کی کوشش کی جو محمدؐ کے نام سے وابستہ ہو گئے تھے۔ بعض بعض مواقع پر اس نے پہلے کسی واقعہ کی افسانوی تصویر کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد تاریخی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ اڈیسن کے ایک ہمعصر ہمفری پرائیڈکس (HUMPHRAY PRIDEAUX) نے آپ کی مکمل سوانح حیات لکھی جس میں کبوتر کے حصہ اور اسی طرح بہت سی دوسری کہانیوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ان کو صحیح ماننے کے لیے کوئی واقعی بنیاد موجود نہیں ہے۔ تاہم اس سوانح حیات کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ اسلام ایک مکارانہ مذہب (FRAUDULENT RELIGION) کا معیاری نمونہ نہیں ہے۔ یہ سوانح عمری ایک صدی تک مغربی حلقوں میں مستند سمجھی جاتی تھی۔

زیادہ رواداری کا نقطۂ نظر اٹھارھویں صدی میں پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں مغرب کے عربی دانوں

۱؎ WORKS OF FRANCIS BACON VOL. II (LONDON (819) P. 274

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اسلام کے متعلق زیادہ قابلِ اعتماد ذرائع کا ترجمہ کیا۔ سیاح اور تاجر زیادہ اچھے تاثرات لے کر لوٹے اور سفیروں اور مشنری کے عہدیداروں نے بھی اضافہ معلومات میں حصہ لیا۔ مثال کے طور پر جارج سینڈیز (GORGE SANDYS) جس نے سلطنتیہ، مصر اور فلسطین کی زیارت کی تھی۔ وہ ۱۶۱۵ء میں اپنے سفر کی روداد لکھتے ہوئے مسلمانوں کی اور بہت سی چیزوں کے ساتھ زکوٰۃ کی تعریف کرتا ہے یورپی اور یہودی غربا کو دی جاتی تھی۔ تاہم زیادہ تر شاذ ہی لوگ ذاتی تحقیق سے زیادہ روایتی معلومات ہی پر اکتفا کرتے رہے حتیٰ کہ متخصصین پر دیسیوں تک کا یہ حال تھا کہ پیدائشی طور پر سنی سنائی روایات کو دہرا دیا کرتے تھے۔ پکاک کا جانشین جوزف وائٹ (JOSEPH WHITE) ۱۷۸۳ء میں اپنے مشہور لیکچرز (BAMPTON LECTURES) میں مسیحیت کی حمایت کرتے ہوئے جب اسلام پر آیا تو محمدؐ کے لیے اس کے پاس جو لفظ تھا وہ وہی عام روایتی لفظ تھا ــــ مکار اور فریبی (IMPOSTER) اسی طرح اور بعد کے ممتاز علماء مثلاً ولیم میور (ایڈنبرا یونیورسٹی) ڈاوڈ ایس، مارگولیتھ (آکسفورڈ) ہنری لامنز (بیروت یونیورسٹی) کے یہاں بھی قدیم رجحانات کے آثار ملتے ہیں۔

مقالہ نگاروں اور مؤرخوں کے ہاتھوں محمدؐ، قرآن اور اسلام کا معاملہ اس سے بہتر رہا جو پہلے مذہبی علماء، ناول نگاروں اور شاعروں کے ہاتھ میں اس کا حشر ہوا تھا۔ اس سلسلے میں پہلا قابلِ ذکر نام سائمن آکلے (SIMON OCKLEY) کا ہے جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر تھا۔ اس نے مسلمانوں کی تاریخ پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اگرچہ کیمبرج کا یہ عالم بھی مکار (IMPOSTER) کو محمدؐ کے ہم معنی لفظ کے طور پر استعمال کرتا ہے اور اسلام اور توہمات اس کے یہاں مرادف الفاظ ہیں مگر مخصوص تاریخی واقعات کے بیان میں اس نے راست گوئی سے کام لیا ہے۔ شام کی فتح کا حال بتاتے ہوئے مثال کے طور پر وہ بازنطینیوں کی غارت گری اور غداری کا مقابلہ ابوبکرؓ کی فوجوں کی شجاعت اور ان کے اعلیٰ رویہ سے کرتا ہے جن کو خلیفہ کی ہدایت تھی کہ کسی عورت یا بچہ کو قتل نہ کریں۔ کھجوروں کے درخت نہ کاٹیں اور نہ کھیت کو نقصان پہنچائیں۔ آکلے کی اس کتاب نے مستند درجہ حاصل کیا اور گبن کے ظہور سے پہلے تک عرب تاریخ پر بنیادی ماخذ سمجھی جاتی رہی۔

ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) جو جدید انگریزی تاریخ کا بانی ہے اس نے اپنی مشہور کتاب "سلطنت روما کا زوال" کی پانچویں جلد کے پچاسویں باب کو اس موضوع کے لیے مخصوص کیا ہے۔ اپنے اعتراف کے مطابق وہ "مشرقی زبانوں سے مکمل طور پر ناواقف" تھا اس لیے قدرتی طور پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا ماخذ وہی کتابیں تھیں جو اس سے پہلے یورپ میں لکھی گئی تھیں اور اس بنا پر اس کی ترجمانی بھی واقعہ کے مطابق نہ ہو سکی۔ تاہم اس نے بہت سی روایات کو غلط قرار دیا۔ مثلاً اس نے کہا کہ مکار نبی کا لقب ایک خطرناک اور ناقابلِ اعتبار (PRILUNS AND SLIPPERY) چیز ہے۔

فرانس میں والٹیر پیدا ہوا جو بحیثیت مورخ زیادہ محتاط ہے مگر بحیثیت المیہ نگار (TRAGE-DIAN) محتاط نہیں تھا۔ اپنی تاریخی کتاب (۱۷۵۶ء) میں وہ محمد کا ذکر رواداری کے ساتھ کرتا ہے وہ محمد کا مقابلہ کرامویل (CROMWELL) سے کرتا ہے۔ ان کے کارناموں کو انگلینڈ کے نجات دہندہ (کرامویل) سے زیادہ عظیم قرار دیتا ہے مگر اپنے المیہ ناٹک (TRAGEDY) ۱۷۴۲ء میں محمد کو قرونِ وسطیٰ کے لباس میں مکار، ظالم اور عیاش بنا کر پیش کرتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ والٹیر کا اسلام پر حملہ، عمومی طور پر اس کے مخالفِ مذہب ہونے کا نتیجہ تھا۔ والٹیر کا انحصار انگریزی ماخذ پر تھا۔ خاص طور پر سیل کا ترجمہ قرآن۔ کیونکہ وہ انگلینڈ میں رہا تھا اور انگریزی زبان سیکھی تھی۔

والٹیر سے زیادہ جرمن شاعر گوئٹے (۱۷۴۹-۱۸۳۲) وہ شخص تھا جو جدید سپرٹ اور نئے بین الاقوامی نقطۂ نظر کا پیغامبر بنا۔ گوئٹے نے اپنی زندگی میں محمد کے حالات پر ایک نظم شروع کی مگر وہ اس کو مکمل نہ کر سکا۔ گوئٹے یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہ تھا کہ عربی پیغمبر ایک مکار شخص تھا۔ سعدی کی گلستان کے جرمن ترجمے نے خاص طور پر گوئٹے کو بہت متاثر کیا۔ ۱۸۱۲ء میں حافظ کے کلام کا جرمن زبان میں ترجمہ ہوا تو گوئٹے کو اس میں حکمت، تقدس اور سلامتی نظر آئی جو اس کے خیال میں مغرب کو خاص طور پر درکار تھی۔

اسلامی کلچر کے بارے میں مغربی علماء کا بدلا ہوا نقطۂ نظر جس کا آغاز انگریز اور فرانسیسی پروفیسروں نے کیا تھا اور جرمن اور دوسرے ادیبوں اور شاعروں نے جس کو تقویت دی تھی وہ انیسویں صدی کے وسط تک بالکل واضح ہو گیا۔ کارلائل کا محمد کو پیغمبرانہ ہیرو کے کردار کے لیے منتخب کرنا بیک وقت نئے رجحان کی طرف اشارہ تھا اور اس میں اضافہ کرنے والا بھی تھا۔ کارلائل کی کتاب میں مشکل سے کوئی ناخوشگوار فقرہ ہو گا۔ "درحقیقت یہ کتاب اس لیے قابلِ تنقید ہو سکتی ہے کہ وہ غیر تنقیدی ہے: محمدؐ ایک سازشی مکار ہیں، وہ جھوٹ کا مجسمہ ہیں، ان کا مذہب محض عطائی نسخوں کا مجموعہ ہے —— اس قسم کی باتیں کارلائل کو گوارا نہیں تھیں۔ اس کا ہیرو (محمدؐ) واقعی ایک انسان تھا سچا انسان۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوھدری عبدالحفیظ

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

سیرتِ طیّبہ کا ایک پہلو

موجودہ حالات میں ہم قومی سطح پر جن مسائل سے دوچار ہیں اور اخلاقی لحاظ سے جس تنزل کا شکار ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسوۂ رسولؐ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور سیرتِ طیبہ کی روشنی سے ہم نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ سیرتِ طیبہ اور شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا افضل التحیۃ والسلام کو اگر آج بھی ہم اپنا رہنما بنا لیں تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے معاشرتی، تمدنی، معاشی، سماجی، اخلاقی، سیاسی تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ آئندہ صفحات میں اسی مقصد کے پیشِ نظر سیرتِ طیبہ کے ایک پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آنحضرتؐ کی سیرت پر لاکھوں نہیں کروڑوں صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ کروڑوں لکھے جا رہے ہوں گے اور اربوں کھربوں آئندہ لکھے جائیں گے مگر سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کو تاقیامت تشنگی محسوس ہوتی رہے گی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

کا تقاضا ہی یہ ہے کہ حبیبِ کبریا کی شان کبھی ختم نہ ہو۔ آپؐ کی زندگی کے جس پہلو کو بھی ایک بار پڑھ لینے کے بعد اگر کوئی شخص دوسری بار پڑھے گا تو ہر بار علم و حکمت اور رشد و ہدایت کی نئی راہیں کھلیں گی۔ زندگی کے اندھیروں کو منور کرنے کے لیے نئی روشنی میسر آئے گی۔ آئیے آج اس جذبے سے سیرتِ طیبہ کے ایک پہلو کا مطالعہ کریں اور یہ تہیہ کریں کہ مطالعہ کے بعد ہم اپنے عمل سے آنحضرتؐ کے اتباع کا ثبوت بہم پہنچائیں گے۔

سفید پوشی اور خود ستائشی نے آج کل ہمیں اس قدر متساہل اور آرام پسند بنا دیا ہے کہ اگر خاندان کا کوئی بچہ مڈل یا میٹرک کر جائے تو وہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھتا ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انھیں قابلِ نفرت گردانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مزدور کو صحیح مقام میسر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں اور محنت مزدوری کرنے والے شخص کو لوگ حقیر جانتے ہیں اس بات کو دیکھ کر اور بھی دکھ ہوتا ہے
کہ مغربی ممالک کی تقلید میں ہم اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ اگر کوئی تحریک مغرب میں جنم لے تو ہم اس
بات کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کو عین سعادت سمجھتے ہیں۔ دشمن کے سنگریزوں کی طرف للچائی
ہوئی نظروں سے تو دیکھتے ہیں مگر چودہ سو سال سے جو لعل و گہر اسلامی تاریخ اور اپنے اسلاف کی بدولت
ہماری جھولیوں میں موجود ہیں ہم نے کبھی انھیں حقیقت کی آنکھ سے دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

۱۹۶۳ء کی بات ہے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے (SOCIAL AND MANUAL
WORK) کے نام سے ایک سکیم یونیورسٹی کے طلباء و طالبات اور مغربی پاکستان کے ڈگری کالجوں میں نافذ کی
گئی۔ اس کے روحِ رواں اس وقت کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خاں مرحوم تھے۔ انھوں نے اس سکیم
کی ابتدا کرتے ہوئے خود اپنے ہاتھ سے یونیورسٹی میں صفائی کی مہم شروع کی۔ طلباء و طالبات نے یونیورسٹی
میں پھولدار نمائشی گملوں پر روغن کیا یونیورسٹی کے احاطہ میں طلباء و طالبات نے جھاڑو دے کر احساس کہتری
کے اس بت کو توڑنے کی کوشش کی کہ اعلیٰ تعلیم ہاتھ سے کام کرنے کی راہ میں حائل ہے۔ یونیورسٹی اور
ملحقہ کالجوں کے طلباء کو مختلف دیہات میں بھیجا گیا۔ ۳ روپے یومیہ پر طلباء و طالبات دس پندرہ دنوں
کے لیے دیہات میں پھیل جاتے جہاں وہ اجتماعی ترقیاتی سکیموں کے تحت تعمیر ہونے والی عمارات پر مزدوروں
کی طرح کام کرتے تھے وہ اینٹیں ڈھوتے اپنے سروں پر گارے کی بھری تگاریاں اٹھا کر لاتے اور معمار
تک پہنچاتے تھے۔ مقصد اس سکیم کا یہ بتایا گیا کہ طلباء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے
کام نہ کرنے کی جو روش چل نکلی ہے اسے کچلا جائے اور ان میں یہ احساس بیدار کیا جائے کہ تعلیم حاصل کرنے
کے بعد انسان اگر اپنے ہاتھ سے کام کرے تو یہ عار نہیں بلکہ فضیلت و شرف کا ایک پہلو ہے۔ سوشل ورک
کے لیے طلباء دیہاتیوں میں گھل مل جاتے اور انھیں ان کے روزمرہ کاموں میں مفید مشورے دیتے تھے
انھیں باہم مل جل کر زندگی بسر کرنے کی اہمیت پر لیکچر دیتے تھے۔

اخبارات میں پڑھا کہ یہ سکیم طلباء میں اس لیے رائج کی گئی کیونکہ امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک
میں طلباء تعطیلات کے دنوں میں دیہاتوں میں پھیل جاتے ہیں۔ یومیہ اجرت پر کسانوں اور مزدوروں کا روپ
دھار لیتے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں قلعی کر کے، کھیتوں میں محنت مزدوری کر کے تعلیمی سال
(ACADEMIC YEAR) کے لیے فیسوں کا انتظام خود کر لیتے ہیں۔ اس طرح وہ محنت و مشقت کی
زندگی کے عادی بنتے ہیں۔ اور والدین پر بوجھ بھی نہیں بنتے۔ امریکہ کی اسی تقلید میں ہم نے بھی یونیورسٹی
فنڈ سے پیسے دے کر طلباء کو دیہاتوں میں بھیجا۔ یہ سکیم تقریباً چار سال تک نافذ رہی۔ اب علم نہیں اس

۱۴۴| محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا کیا حشر ہوا۔ اتنا یاد ہے کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد متاثرہ علاقوں میں طلبا نے نہایت جانفشانی سے کام کیا اور وہاں متاثرہ لوگوں کی بحالی کے سلسلے میں حکومت نے جو مکانات تعمیر کیے ان میں طلبا کی محنت بہرحال یادگار رہے گی۔

ان سب باتوں کے پیش نظر یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل وطن یورپی ملکوں کی تقلید کو شائستگی، تہذیب اور اعلیٰ کردار کی خوبی گردانتے ہیں مگر خود اپنی تاریخ کی گرانمایہ دولت ان کی نگاہوں سے ہنوز پوشیدہ ہے۔ آیئے ہم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جائزہ لیں کہ مغرب نے تو یہ سب کچھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کی خوشہ چینی سے حاصل کیا۔ وہ کتابیں اور علمی جواہر پارے تو ہمارے اپنے بابا اجداد کی میراث ہیں جن کی بدولت مغرب نے اخلاق اور شائستگی کا سبق سیکھا جنھیں یورپ میں دیکھ کر شاعر مشرق علیہ الرحمۃ کا دل پارہ پارہ ہوا ؎

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء اور رسول آئے سب نے اپنے ہاتھوں اپنے گھر کے کام سنوارے، امت کے کام آئے۔ محنت و مزدوری کے پیٹ پالتے رہے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو کبھی عیب نہ جانا بلکہ رزق حلال کی خاطر اپنے ہاتھ سے محنت و مشقت کر کے امت کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کے معمار ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ذرا تصور کیجیے کہ وہ کون تھا جو خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے سر پر گراں پتھر اٹھا کر لاتا تھا اور وہ کونسی ہستی تھی جو اپنے دست مبارک سے گارا لگا لگا کر ان پتھروں سے کعبہ کی دیواریں اٹھا رہی تھی؟ اگر نہیں جانتے تو قرآن سے پوچھیے وہ بتاتا ہے کہ باپ بیٹا جن میں سے ایک مزدور اور دوسرا معمار تھا وہ ہمارے نبی اکرمؐ کے اجداد ہی تو تھے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ۔ (سورۃ بقرہ - ۱۲۷)

اور وہ وقت بھی یاد کیجیے جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ خدا کے گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے ؎

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا " (سورہ ھود: ۳۷)

(اے نوح! ہماری ہدایت اور حکم کے مطابق ہمارے سامنے کشتی تیار کرو)

خدا تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں حضرت نوح نے بڑھئی کا فریضہ ادا کیا اور قوم نے یہ مذاق بھی کیا کہ اے نوح تو پیغمبر تھا اور آج پیغمبر سے بڑھئی بن گیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں خدا کہتا ہے:۔

والنا له الحديد ان اعمل سبغت وقدر في السرد۔ (الانبیاء: ۱۰-۱۱)

(اور ہم نے داؤد کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور حکم دیا کہ تم پورے بدن کی (حفاظت کے لیے) زرہیں تیار کرو اور ان کی کڑیاں ترتیب کے ساتھ جوڑو)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

وعلمنه صنعة لبوس لكم لتحصنكم من باسكم۔ (الانبیاء: ۸۰)

(اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو تمہارے (بدن کی حفاظت کی خاطر) لباس تیار کرنے کا طریقہ سکھایا تاکہ یہ لباس (زرہیں) لڑائی میں تمہارے کام آئے)

گویا امت کی خاطر حضرت داؤد کو "لوہار" بنا دیا۔ اور ساری عمر زرہیں بنا بنا کر روزی کا سامان کرتے رہے۔ حدیث رسول اس بات کی تائید کرتی ہے۔

ان نبی اللہ داود کان یاکل من عمل یدہ۔ (بخاری شریف)

(اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے ذریعے لوہا کوٹ کوٹ کر روٹی کا سامان کیا کرتے تھے)

ذرا سوچیے کہ ایک پیغمبر حداد بن کر سارا دن زرہیں ڈھالتا اور ان کی اجرت سے روزی کماتا تھا ایک لوہار کی محنت اور مشقت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ ہتھوڑے کی ضربوں سے بدن کا ایک ایک جزو چور ہو جاتا ہے۔ بھٹی کی آگ سے جسم کا رواں رواں دہک اٹھتا ہے، آگ کی تپش سے جسم کا خون تک کھول اٹھتا ہے۔ مگر یہ سب کام پیغمبر کرتے رہے۔

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں آنحضرت کا فرمان ہے۔

کان زکریا علیہ السلام نجاراً۔ (مسلم شریف)

(حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑھئی کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو معمار، حضرت نوحؑ اور حضرت زکریاؑ کو بڑھئی اور حضرت داؤدؑ کو لوہار بنا دینے سے آخر خدا تعالیٰ کی کیا منشا تھی؟

حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے رہے، ان اولوالعزم پیغمبروں کو بکریاں چرانے کی خدمت سونپنے کا کیا مقصد تھا؟

صرف اور صرف یہی کہ عوام الناس اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کو حقیر نہ جانیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اور زندگی کا ایک ایک گوشہ چھان لینے کے بعد ہم پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے محنت مزدوری کرنے والوں کے لیے بہترین نمونہ چھوڑا۔ زندگی کا وہ کون سا پہلو ہے جس کے بارے میں ہمیں اسوۂ رسولؐ سے رہنمائی نہ ملتی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی کبھی ہاتھ سے کام کرنے کو عیب نہ جانا۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں نہ صرف اپنے بلکہ لوگوں کے کام بھی سنوارے اور کبھی ہاتھ ہلانے کو عار نہ سمجھا مگر ہم ہیں کہ خودنمائی اور خود پسندی کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہمارے معاشرے میں سے اگر ایک طالب علم میٹرک پاس کر لے تو وہ اپنے گھر کا کام کاج کرنے سے جی چراتا ہے۔ وہ اس احساس کمتری کا شکار رہتا ہے کہ اگر اس نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا تو لوگ کہیں گے کہ دیکھو فلاں لڑکا میٹرک کرنے کے بعد بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر رہا ہے۔

ہمارے ملک میں بے روزگاری کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہر میٹرک، ایف اے، بی اے یا ایم اے یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لیے کرسی ہو، ایک دفتر ہو جہاں بیٹھ کر وہ صرف حکم چلا سکے یا پھر کرسی پر بیٹھ کر قلم کے ذریعے فائلوں کے انبار میں کھو یا رہے۔ گویا کلرک بننا اس کے لیے باعث فخر اور باعث عزت و احترام ہے۔ سفید پوشی نے اس حد تک ہمیں گمراہ کیا ہے کہ ہم اپنے گھر کا کام کاج بھی اپنے ہاتھوں سرانجام دیتے ہوئے ڈرتے ہیں اور ہمارے ذہنوں پر یہ خوف طاری رہتا ہے کہ اگر ہمیں کسی دوست یا عزیز نے کام کرتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ سمجھے گا کہ ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ ایک نوکر بھی نہیں رکھ سکتے یا ڈگری حاصل کر لینے کے بعد اگر ہم کرسی پر بیٹھنے کی بجائے کسی دوکان میں بیٹھ گئے، کوئی تجارت شروع کر لی، یا کھیتی باڑی میں ہی لگ گئے یا اور کوئی ہنر اپنا لیا تو دوست احباب ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجیے کہ اگر ہم لوہار بن گئے، بڑھئی کا پیشہ اپنا لیا یا معمار اور مزدور کی سی زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تو لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ اتنی تعلیم کے بعد اگر یہی کام ہی کرنا تھا تو پھر تعلیم حاصل کیوں کی؟ ——— ہم نے دل میں طرح طرح کے جھوٹے خیالات کی پرورش کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر ذہن سے اس حقیقت کو جھٹک دیا کہ جب انبیاء نے یہ سارے پیشے اپنائے ہیں تو ہمیں عار کس بات کی؟ احساس کہتری اور طعنوں کے اس خوف نے ہمیں فاقہ کشی تک پہنچا دیا مگر ہاتھ ہلا کر کسی پیشے کے ذریعے کسبِ معاش کرنے کی اجازت نہ دی۔ یہ محض خود فریبی ہے کہ ہم محنت مزدوری کو عیب، تجارت صنعت و حرفت اور کاشتکاری کو قابلِ نفرین گردانتے ہیں۔ سیرت پاک کا مطالعہ کر کے دیکھیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فریبی کے ان جھوٹے اور خود تراشیدہ بتوں کو کس طرح پاش پاش کیا ہے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے کی زندگی بھی اتنی صاف اور پاکیزہ تھی کہ کوئی معترض آج تک اس پر حرف گیری نہیں کر سکا۔ اس جوانی کے زمانہ میں جس میں اکثر لوگ بہک جاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "صادق" اور "امین" تسلیم کیے جا چکے تھے۔ اس زمانے کی بات ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور حجرِ اسود کو نصب کرنے کا مرحلہ درپیش تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ تلواریں میانوں سے باہر نکل آئی تھیں۔ اس وقت بھی رسول اکرمؐ خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے کعبہ کی چاردیواری میں موجود تھے۔ دوسری صبح آپؐ کے ناخنِ تدبیر نے ہی اس گتھی کو سلجھایا تھا کہ حجرِ اسود کو اس کے مقام پر کون نصب کرے۔ آپؐ نے اپنی چادر مبارک بچھائی۔ حجرِ اسود کو اس میں رکھا اور سردارانِ قریش سے کہا کہ سب مل کر اس چادر کو اٹھائیں۔ جب حجرِ اسود کے مقام پر پہنچے تو آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔

سیرتِ پاک کے مطالعے سے اگرچہ واضح ہے کہ آپؐ نے تمام عمر اپنے ہاتھوں سے محنت و مشقت کرنے کو کبھی عیب نہ جانا مگر چند واقعات ایسے بھی ہیں جن کا بیان موجودہ دور کے اُن خود پسند اور فریب خوردہ شاہینوں کے لیے سامانِ عبرت ہے جو اپنے ہاتھوں کام کرنے کو کسرِ شان تصور کرتے ہیں۔

جب آپؐ نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو مدینہ طیبہ سے تین میل دور وادی قبا میں آپؐ نے چودہ دن تک قیام فرمایا۔ یہاں آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی اس مسجد کو قرآن نے "لمسجد اسس علی التقوٰی" کی شان سے سرفراز کیا۔

ذرا تصور کیجیے اس مسجد کی تعمیر میں صبح و شام منہمک مزدور اور معمار کون تھے؟ تاریخ شاہد اور چشمِ فلک گواہ ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام مزدوروں کی طرح مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے۔ بھاری بھرکم پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے۔ جسمِ اطہر خم ہو جاتا۔ جاں نثارانِ شمعِ رسالت آتے، عرض کرتے، آپؐ تکلیف نہ کیجیے۔ وہ بڑھ کر پتھر آپؐ کے ہاتھوں سے لے لیتے مگر دوسرے لمحے رحمۃ للعالمین اس وزن کا پتھر پھر اٹھا لیتے ___ اس واقعہ سے ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا حضرت رسول اکرمؐ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس مزدور نہ تھے؟ کیا آپ کے جانثاروں کی تعداد کم تھی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ جو ہر وقت آپ کی اک جنبش ابرو کے منتظر رہا کرتے تھے۔ وہ جو آپ کے اشارے پر مال و دولت، جاہ و حشمت، عزیز و اقارب اور وطن جیسی عظیم شئے کو تج کر آئے تھے ۔۔ اور وہ جو کتنے دنوں سے اپنی آنکھیں فرش راہ کیے ہوئے تھے وہ "جو ثنیات الوداع" کی گھاٹیوں سے طلوع ہونے والے بدر منیر کی خاطر انتظار کی لذتیں اٹھا رہے تھے وہ سب ایک جنبش لب پر جانیں نثار کر سکتے تھے مگر رحمۃ للعالمین کو یہ احساس تھا کہ کل کوئی مزدور یہ نہ کہہ سکے کہ وہ معاشرے کا حقیر ترین فرد ہے ۔۔ اور کوئی حاکم یہ نہ سمجھے کہ اسلام آقا اور غلام میں تمیز کا قائل ہے۔ مگر آج ہم نے محنت و مزدوری کر کے پیٹ پالنے والوں کو ذلت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھا۔ ہم نے حلال روزی کمانے والے انسان کی عظمت کو للکارا۔ ہم نے خون پسینہ ایک کر کے بال بچوں کے لیے روٹی کا سامان کرنے والے کو محض "مزدور" جانا ۔۔ ہم نے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ یہ تو اسوۂ رسول ہے یہ تو انبیاء کی سنت ہے۔ وادی قبا میں مسجد بنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا خطبہ جمعہ یہیں ارشاد فرمایا اس کے بعد مدینہ پہنچے۔

مدینہ طیبہ میں قیام کے چند روز بعد یہاں بھی آپؐ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ خانۂ خدا کے لیے زمین حاصل کی۔ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ فلک پیر ہی نہیں جن و انس، آسمان کے فرشتے، عرش و کرسی اس منظر کو حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے تھے کہ سید الاولین و الآخرین محبوب رب العالمین اور شہنشاہِ دو عالم ایک دفعہ پھر مزدور کے روپ میں ہیں۔ جانثاروں کی تعداد کم نہ تھی، مزدوروں کا شمار نہ تھا لیکن رحمت دو عالم کو یہ گوارا نہ تھا کہ عرب کی چلچلاتی دھوپ میں ساتھی تو سختیاں سہیں مشقتیں اٹھائیں اور وہ خود سائے میں کھڑے انھیں دیکھتے رہیں ۔۔ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں آنحضرتؐ جب صحابہؓ کے ہمراہ بھاری پتھر اٹھا کر لاتے تھے تو صحابہ یہ رجزیہ شعر پڑھتے تھے۔

افلح من یعالج المساجد

و یقرء القرآن قائماً و قاعدا

(جو خدا کے گھر کی تعمیر کرتا ہے اور قیام و قعود کی حالت میں قرآن پڑھتا ہے وہ نجات پا گیا)

تو حضور اکرمؐ فرماتے:۔

اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ

فاغفر الانصار و المھاجرۃ

(اے اللہ اصلی زندگانی تو آخرت کی زندگانی ہی ہے پس تو مہاجرین اور انصار کو بخش دے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا اور سب سے اہم واقعہ خندق کی کھدائی کا ہے ۵ھ میں کفار کے تمام قبائل نے مل کر مسلمانوں پر ضرب کاری لگانے کا منصوبہ بنایا تو حضرت رسول اکرمؐ نے اس حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کو تسلیم کر لیا گیا کہ مدینہ کے گرد خندق کھود کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ آنحضرتؐ نے تین ہزار صحابہؓ کے ہمراہ خندق کی کھدائی شروع کی۔ دس دس آدمیوں میں دس دس گز زمین تقسیم کر دی گئی۔ خندق کی گہرائی پانچ گز رکھی گئی۔ تین ہزار مقدس ہستیوں نے بیس دن کے اندر کھدائی مکمل کر لی۔

ساتوں آسمان، سورج، چاند، ستارے، جن و ملک، حور و پری اور کائنات کا ایک ایک ذرہ اس منظر پہ لرزہ براندام تھا کہ پیغمبر کائنات، نبی آخر الزمان، سرور دنیا و دین ذوقعدہ کی آٹھ تاریخ کو پھر اپنے ہاتھ میں کدال لیے صحابہؓ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ چشم فلک نے کبھی وہ نظارہ کیا تھا کہ عرب کی چلچلاتی دھوپ اور باد صرصر کے تھپیڑوں میں خدا کا یہ محبوب مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا ہے ــــ مگر آج منظر اور بھی دلخراش اور جگر سوز تھا ــــ یہ وہ منظر تھا کہ جس کی تفصیل سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم و جاں پر ایک لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ آج چشم فلک کیا دیکھتی ہے؟ حور و غلمان اور فرشتے اس بات پر انگشت بدنداں ہوں گے کہ سردیوں میں یخ بستہ راتیں ہیں، مدینہ طیبہ کے ان مزدوروں اور مجاہدوں کو تین دن فاقے سے گزر گئے ہیں حال یہ ہو گیا ہے کہ کمر سیدھی رکھنے کیلیے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑے ہیں مگر یہ مزدور بھی کیا مزدور ہیں اور ان مزدوروں کا آقا بھی کیسا آقا ہے کہ سب بھوکے ہیں یہاں آقا اور مزدور میں کوئی فرق نہیں۔ یہاں مالک اور مملوک میں کوئی فاصلہ نہیں۔ یہاں غلام اور آقا میں مساوات ہے۔ یہاں سپہ سالار اور ادنیٰ سپاہی دونوں کے دستر خوان نان جویں سے بھی محروم ہیں۔ مگر کام ہو رہا ہے۔ مہاجرین و انصار خندق سے مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے ہیں۔ بھوک سے گرچہ نڈھال ہیں مگر کام اسی چستی اور قوت سے جاری ہے، جوش محبت میں صحابہؓ یک زبان ہو کر یہ نعرہ لگاتے ہیں۔

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما بقینا ابدا

سرور کونینؐ اس رنگ و روپ میں نظر آتے ہیں۔ مٹی اٹھاتے اٹھاتے سر مبارک غبار آلود ہو گیا ہے بطن مصروف انور مٹی سے اٹا ہوا ہے۔ شکم اطہر پر مٹی کی تہیں جم گئی ہیں اور جونہی صحابہؓ کے رجز کی آواز سنائی دیتی ہے تو یوں گا فرماتے ہیں:۔

واللہ لولا اللہ ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان الاولیٰ بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

(قسم بخدا اگر خدا ہمیں ہدایت نہ دیتا تو نہ ہم نماز پڑھتے نہ روزہ رکھتے۔ بے شک کفار نے ہی ہم پر جنگ مسلط کی ہے اور جب انھوں نے فتنہ و فساد کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو ہم اس فتنے کا انکار کرتے ہیں یعنی ہم اس کو روکیں گے)

"ابینا" ــــــ کے لفظ پر آواز اور بلند ہو جاتی تھی۔ اسی لفظ کو بار بار دہراتے تھے اور انصار و مہاجرین کو یوں دعا دیتے تھے۔

اللھم انہ لا خیر الا خیر الاخرۃ فتبارک الانصار والمھاجرہ

خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی۔ صحابہؓ نے اس کو توڑنے کی بہت کوشش کی مگر چٹان ٹوٹنے نہ بنتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ اے اللہ کے رسولؐ فاقہ کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں باوجود پورا زور صرف کرنے کے چٹان ٹوٹتی نظر نہیں آتی۔ حضرت رسول اکرمؐ تشریف لائے۔ تین دن کا فاقہ ہے۔ کدال ہاتھ میں لے کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور چٹان کے سینے پر بھرپور وار کیا۔ ایک ہی وار سے چٹان تودۂ خاک تھی۔ جب صحابہؓ نے آپؐ کے سامنے فاقہ کا حال بیان کیا تو آنحضرتؐ نے انھیں کوئی جواب تو نہ دیا مگر اپنے بطنِ مبارک سے کرتہ اٹھایا۔ میرا ایمان کہتا ہے کہ اس دلدوز منظر پر زمین و آسمان کانپ اٹھے ہوں گے۔ عرش و کرسی لرز گئے ہوں گے اور حور و غلمان اور فرشتے تڑپ گئے ہوں گے کہ آنحضرتؐ کے پیٹ مبارک پر بھی اسی طرح پتھر بندھا ہوا ہے جس طرح آپؐ کے جانثاروں کے پیٹوں پر پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ ہمارے معاشرے نے مزدور اور جفاکش لوگوں کی عزت و عظمت کا اعتراف کرنے سے انکار کیا، رزق حلال کھانے والے انسانوں کو ذلت اور پستی میں دھکیل دیا۔ ادھر رحمتِ دو عالمؐ نے خود محنت و مشقت کر کے اس پیشے کو اعلیٰ و ارفع ہونے کی سند فضیلت عطا کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

لأن یاخذ احدکم حبلہ ثم یاتی الجبل فیاتی بحزمۃ من حطب علی ظھرہ فیبیعھا فیکف اللہ بھا وجھہ خیر لہ من ان یسال الناس اعطوہ ام منعوہ۔

(اخرجہ البخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تم میں سے اگر کوئی اپنی رسی لے کر پہاڑوں کی طرف چلا جائے اور وہاں سے اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے اور اسے بیچ دے تو اس کے اس فعل (محنت اور مشقت کے ذریعے حلال کی کمائی) کی وجہ سے خدا تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھیں تو یہ بات لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہے یہ پتہ نہیں کہ ہاتھ پھیلانے پہ کچھ تو اسے دے دیں اور کچھ اسے نہ دیں)

دوسری جگہ آپ نے فرمایا:۔

لان یحتطب احدکم حزمۃ علی ظھرہ خیر لہ من ان یسال احداً فیعطیہ او یمنعہ۔

(اخرجہ البخاری)

(تم میں اگر کوئی اپنی پشت پر ایندھن کا گٹھا لاد لائے تو یہ بات کسی ایسے شخص کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے کہ جو ممکن ہے اس کی ہتھیلی پہ چند سکے رکھ دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے دھتکار دے)

ایک جگہ فرمایا:۔

"ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدیہ۔ (اخرجہ البخاری)

(اس انسان سے بہتر کھانا کبھی کسی نے نہیں کھایا جو اپنے ہاتھوں محنت مزدوری کر کے کھاتا ہے)

کتنی ہی آیات و احادیث اس بات پر گواہ ہیں کہ کسی پیغمبر نے بھی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو کسرِ شان نہیں سمجھا بلکہ خود محنت مزدوری کے ذریعے رزقِ حلال کھاتے رہے اور اپنی اپنی امتوں کے لیے یہی نمونہ چھوڑ گئے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تین موقعوں پر ہی اپنے دستِ مبارک سے کام نہیں کیا بلکہ آپ کی ساری زندگی اور زندگی کا ہر دن جدوجہد اور پیہم عمل کی ایک لمبی داستان ہے۔ تاریخ کے اوراق آپ کی سیرتِ طیبہ کے ایسے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں جن میں ہم آپ کو ایک عام انسان کی طرح اپنے گھر کے کسی کام کاج میں مصروف پاتے ہیں۔ کھانا پکانے میں آپ امہات المومنین کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ نہ صرف اپنے گھر کے لیے بازار سے سودا سلف لایا کرتے بلکہ پڑوسیوں سے بھی ان کی ضروریات دریافت کر کے انھیں مہیا فرماتے۔

کیا یہ واقع نہیں کہ جب مکے کی گلیوں اور کوچہ و بازار میں ابوجہل اور ابولہب نے یہ منادی کرائی کہ (نعوذ باللہ) محمد جادوگر ہیں۔ ہر خاص و عام کو متنبہ کیا گیا کہ وہ آپ کے جادو سے بچ جائیں۔ عین انہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایام میں ایک بوڑھی عمر کی بدوی عورت نے مکّے کے بازار سے سودا سلف خریدا۔ گٹھڑی بوجھل ہو گئی اس کا اٹھانا دشوار ہو گیا۔ اس خوف سے چھپتی پھرتی ہے کہ کہیں جادوگر کا اس پر جادو نہ چل جائے مگر قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ آنحضرتؐ سے ملاقات ہوتی ہے۔ آپؐ نے پوچھا اماں جی! کدھر کا ارادہ ہے؟ لائیے گٹھڑی میں اٹھا لیتا ہوں۔ بڑھیا نے ساری صورتِ حال کہہ سنائی۔ آپؐ نے نہایت سعادت مندی کے ساتھ بوجھل گٹھڑی سر پہ رکھی اور مائی کے ہمراہ چل دیے۔ مکّہ سے باہر جب بڑھیا کی کٹیا تک جا پہنچے تو واپسی کے وقت بڑھیا نے دعائیں دینی شروع کیں۔ بولی، اے بچے تو بہت نیک خو ہے مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں اس جادوگر کے پھندے میں نہ پھنس جائے جو مکہ کے کوچہ و بازار میں پھرتا رہتا ہے لہٰذا میں تجھے نصیحت کرتی ہوں کہ اس سے بچ کے رہنا۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ اماں جی وہ جادوگر کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ بڑھیا نے کہا لوگ اسے محمدؐ کہتے ہیں۔ فرمایا۔ اماں جی! وہ تو میں ہی ہوں، بوڑھی حیرت زدہ ہو گئی۔ جہاندیدہ تھی کہنے لگی تمہاری طرح کا انسان جادوگر نہیں ہو سکتا۔ فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئی۔

بڑے کارساز نکلے غمِ عاشقی کے شعلے

جو بچا رہے تھے دامن وہی زد میں آ گئے ہیں

فی زمانہ لفظ "قلی" کے لبوں پہ آتے ہی ہمارے دلوں میں ایک ایسے انسان کی تصویر ابھرتی ہے جو صرف ریلوے سٹیشنوں پر اور بازاروں میں امراء کا سامان اٹھانے کے عوض چند سکوں کا محتاج نظر آتا ہے مگر ـــ ذرا انصاف سے کہیے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیے کیا حضرت رسولِ اکرمؐ نے ایک بڑھیا کی گٹھڑی بلا معاوضہ اٹھا کر قلی کے پیشے کو مقدس نہیں بنا دیا تھا۔

اس بات پہ مجھے نہایت افسوس اور دکھ ہوتا ہے کہ ہم سیرتِ طیبہ کے زریں اوراق سے چشم پوشی کر کے ان محنت اور مزدوری کے پیشوں کو قابلِ نفرت گردانتے ہیں جنھیں رسولِ اکرمؐ نے اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعے سندِ فضیلت عطا کی ہے۔

لفظ "مزدور" جونہی ہمارے لبوں پر آتا ہے تو ایک ایسے افلاس زدہ، فاقہ کش، نحیف و نزار اور نیم مردہ انسان کی تصویر ہماری لوحِ دماغ پر کیوں ابھرتی ہے جس کے جسم و جان سے معاشرے نے اس کا خون تک نچوڑ لیا ہو؟ ـــ کیا یہی وہ پیشہ نہیں جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس شخص سے بہتر کھانا کبھی کسی نے نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے؟ ـــ کیا حضرت رسولِ اکرمؐ نے مسجد قبا، مسجد نبوی اور خندق کی کھدائی میں خود پتھر اٹھا اٹھا کر مزدور کی عزت اور عظمت کا جواز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہیا نہیں کیا؟

"چرواہے" کا نام زبان پر آتے ہی ہمارے دل و دماغ میں ایک اُجڈ، گنوار اور غریب و مسکین شخص کی تصویر کیوں ابھرتی ہے؟ کیا حضرت رسول اکرمؐ نے خود بکریاں چرا کر ایک چرواہے کی عظمت و فضیلت کا احساس نہیں دلایا، وہ سادہ دل، سادہ لباس، سادہ فطرت انسان کیوں ہماری محبت و شفقت کا مرکز نہیں بن سکتا؟ صرف اس لیے کہ وہ غریب ہے امیر نہیں، وہ سادہ لباس پہنتا ہے، ہماری طرح سفید پوش نہیں؟ مگر بحیثیت انسان وہ افضل ہے کہ پیغمبروں کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

ایسے تمام پیشوں کو اگر الگ الگ بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ مختصراً یہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ حضرت رسولِ اکرمؐ باوجود جانثار صحابہ کی موجودگی کے جو ہر آن اور ہر لحظہ خدمت کے لیے دست بستہ درِ اقدس پر موجود ہوتے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

کان یخدم نفسہ (آپؐ اپنی خدمت خود کیا کرتے تھے)

مغربی تہذیب کے پرستاروں سے میرا یہ سوال ہے کہ تم نے (SERVICE BEFORE SELF) کا محاورہ کہاں سے ایجاد کیا؟ آج جب بھی ہم کسی دعوت میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں "اپنی خدمت آپ" — ہم طلباء کو یہی فقرہ سنا کر انھیں کہتے ہیں کہ اپنی خدمت آپ کرنا سیکھو۔ سکاؤٹوں کے اندر یہی جذبہ پیدا کیا جاتا ہے مگر خدارا ذرا یہ بتاؤ کہ کبھی ہم نے طلبا کو یہ بتایا کہ "اپنی خدمت آپ" — کا یہ اصول ہم نے کہاں سے سیکھا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے تہذیب اور شائستگی کے ان تمام اصولوں کو مغرب کی تقلید سمجھ کر تو قبول کیا مگر یہ جاننے کی توفیق کبھی نصیب نہ ہوئی — کہ یہ جوہر ہائے آبدار تو اپنی تاریخ کی زینت ہیں۔ یہ لعل و جواہر تو اپنی میراث ہیں جنھیں ہم نے غیر کے نام سے منسوب کر دیا — میں عربی کے طالب علموں سے اور علماء سے پوچھتا ہوں کہ تم ہی بتاؤ کہ حضرت رسولِ اکرمؐ کے بارے میں حضرت عائشہؓ کے ان الفاظ کا کیا ترجمہ کیا جائے گا "کان یخدم نفسہ" —

تاریخ کے صفحات میں سیرت طیبہ کے یہ اوراق آج جگمگا رہے ہیں کہ حضرت رسولِ اکرمؐ کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ گھر میں خود جھاڑو دے لیتے تھے۔ بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوھا کرتے تھے، جوتا مبارک پھٹ جاتا تو اس میں خود ٹانکے لگا لیا کرتے تھے۔ کنوئیں کے ڈول کو خود سکا دیا کرتے تھے، اونٹوں کو چارہ ڈالنا، انھیں پانی پلانا، انھیں ان کے کھونٹے پر باندھنا یہ سب امور حضورِ اکرمؐ سے ثابت ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انسؓ جو خدمت اقدس میں دس سال تک متواتر رہے وہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے حضرت رسولِ اکرمؐ کو اونٹ کے بدن پر تیل لگاتے ہوئے دیکھا۔ ایک دفعہ یہ دیکھا کہ بیت المال کے اونٹوں کو داغ لگا رہے ہیں۔ ایک دفعہ یہ دیکھا کہ بکریوں کو داغ دے رہے ہیں۔

ازواج مطہرات کے ساتھ کام کاج میں شریک ہو جاتے تھے۔ چولہے میں خود آگ جلا دیا کرتے۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھا۔ ایک دفعہ صحابہؓ کے ہمراہ سفر فرما تھے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ صحابہؓ نے کھانا پکانے کے لیے ایک بکری ذبح کی اور کام آپس میں بانٹ لئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے میں لاؤں گا" صحابہؓ نے نہایت ادب و احترام سے گزارش کی کہ ہم خود لکڑیاں بھی لے آئیں گے آپؐ زحمت نہ کیجیے مگر رحمۃ للعالمین نے فرمایا "میں امتیاز پسند نہیں کرتا"۔

ہر بات کو (AMERICAN SYSTEM) کا نام دینے والو خدارا ذرا سوچو ہم کہاں سے کہاں آ گئے ہیں۔ ہم اپنی میراث کو غیر کے گھر میں دیکھ کر پھولے نہیں سماتے اور سمجھتے ہیں کہ ہماری عظمت اور بلندی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ ہم اسے مغربی تہذیب سمجھ کر اپنائیں۔

ایک سفر میں آپؐ کے جوتے مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپؐ اس کو ٹانکنے لگے تو ایک صحابی نے عرض کی فداك امی وابی (میرے ماں باپ قربان ہوں) مجھے خدمت کا موقع دیجیے، میں جوتا درست کر دیتا ہوں لیکن شاہِ دو عالم فرمانروائے عرب و عجم نے فرمایا: "یہ خود پسندی ہے (کہ میرا جوتا کوئی دوسرا گانٹھے) اور مجھے یہ پسند نہیں ہے"۔

"AMERICAN SYSTEM" کا ورد کرنے والو خدارا بتاؤ اس کو کس "SYSTEM" سے تعبیر کرو گے؟ کیا تم یہ کہہ سکو گے کہ یہ محمد عربی علیہ افضل التحیۃ والسلام کا طریقہ ہے؟

مسند امام احمد بن حنبلؒ میں یہ واقعہ موجود ہے دو صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنے دستِ مبارک سے اپنے مکان کی مرمت فرما رہے تھے۔ ہم بھی ساتھ شریک ہو گئے جب کام ختم ہو گیا تو آنحضرتؐ نے ہمارے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

قارئین کرام! یہ تو ایک جھلک ہے سیرتِ طیبہ کی کہ حضرت رسولِ اکرمؐ اپنے کام اپنے ہاتھوں انجام دیا کرتے تھے مگر آنحضرتؐ تو دوسروں کے کام بھی اپنے ہاتھوں کر دیا کرتے تھے، وہ دو جہانوں کی رحمت کیا ہوئی جو صرف اپنے ہی گرد و پیش تک محدود ہو۔ طبقات ابن سعد میں واقعہ موجود ہے کہ رسول اکرمؐ نے حضرت خبیبؓ کو جب ایک غزوہ پر بھیجا تو خود ہر روز صبح سویرے حضرت خبیبؓ کے گھر جا کر ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ مدینہ طیبہ کی لونڈیاں آپؐ کی خدمت میں آتیں اور کہتیں: "اے اللہ کے رسولؐ!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا یہ کام ہے۔" آنحضرتؐ نے انھیں کبھی بازپرس نہ ٹوکا۔ مسلم اور ابوداؤد میں ہے۔ مدینہ کی گلیوں میں ایک پاگل لونڈی پھرا کرتی تھی، ایک دن حضرت رسول اکرمؐ کے پاس آئی اور آپ کا دست مبارک پکڑ لیا آپؐ نے فرمایا۔ "مدینہ کی جس گلی میں تو چاہے بیٹھ میں تیرے کام آؤں گا۔" حتیٰ کہ آپؐ مدینہ کی ایک گلی میں اس کے ساتھ گئے اور اس کا کام سرانجام دیا۔

بخاری اور ابوداؤد میں ہے کہ آپؐ ایک دفعہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے، ایک بدو آیا اور آپؐ کا دامن تھام لیا، آپؐ نے پوچھا کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا "میرا تھوڑا سا کام باقی رہ گیا ہے وہ آپؐ کر دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں۔" آپ اسی وقت اس کے ہمراہ مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور اس کا کام مکمل کرنے کے بعد آکر نماز ادا کی۔

ذرا غور کیجیے! یہ کیسا نبی ہے؟ یہ کیسا رسول ہے؟ پاگل لونڈیاں اور بدو تک بھی اپنے کام کے لیے اس کا دامن تھام لیتے ہیں مگر چہرۂ انور پر شکن نہیں آتی بلکہ ان کے کام کرنے کے لیے کمال مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالی مرحوم نے کیا خوب کہا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجیے اور اپنے نفس کا محاسبہ کیجیے کہ ہم نے اسوۂ رسولؐ کو کس حد تک اپنے دل میں جگہ دی۔ آج اگر کوئی خادم اپنے آقا سے کسی کام میں ہاتھ بٹانے کی گزارش کر دے تو آقا اسے قہر آلود نگاہوں سے یوں دیکھتا ہے گویا اس کا بس چلے تو اسے کچا نگل جائے۔

ہم دوسروں کے کام آنے سے تو رہے، اپنے کام اپنے ہاتھوں سرانجام دینا بھی ہم کسرِشان سمجھتے ہیں بلکہ تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ اگر کوئی نیک نفس انسان اونچے مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد اپنے گھر کے کام کاج میں خود مصروف ہو تو لوگ اسے یوں گھورتے ہیں گویا وہ سرعام کوئی گناہ کر رہا ہے۔ ان کی نگاہیں زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تم کیسے انسان ہو، تم کیسے افسر ہو کہ اپنے گھر کا کام خود کر رہے ہو؟ تم ایک نوکر بھی نہیں رکھ سکتے۔ گویا وہ "یخدم نفسہ" نہیں کر رہا بلکہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔

یہ کیسی بدبختی اور کیسی کوتاہ نظری ہے کہ ہم سیرت طیبہ کی پیروی کرنے والوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ اور کتنی بڑی حماقت ہے کہ آنحضرتؐ تو لوگوں کے کام آنے کو سعادت سمجھتے رہے مگر ہم انانیت اور خود فریبی میں کھو کر عزت و عظمت اور شان و شوکت (PRESTIGUE) کے خود ساختہ بتوں کی پوجا کرتے رہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسائی اور دارمی شریف میں ہے۔ "ولا یانف ان یمشی مع الارملة والمسکین فیقضی له الحاجة"
(آنحضرتؐ کو کسی بیوہ یا مسکین کے ساتھ جا کر اس کا ہاتھ بٹانے میں کوئی عار نہ تھی)

آج حالات کی ستم ظریفی دیکھیے اگر کوئی جج، وکیل، کوئی استاد یا کوئی پروفیسر بازار سے اپنے گھر کے لیے ہاتھ میں تھیلا لیے خرید و فروخت کرتا ہوا نظر آجائے تو افسر کے ماتحت یا استاد کے شاگرد چپکے گوئیاں کریں گے۔ وہ اشاروں کنایوں سے ایک دوسرے کو بتائیں گے کہ دیکھو فلاں افسر یا فلاں پروفیسر خود سامان خرید رہا ہے۔ گویا ایک افسر، استاد یا پروفیسر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ عام انسانوں کی طرح اپنے گھر کے لیے سبزی خریدے یا گوشت لائے۔ گویا ضروریاتِ زندگی خریدنا اس کے وقار (STATES) کے منافی ہے ـــ لیکن حضرت رسولِ اکرمؐ اپنے گھر کے لیے ہی نہیں بلکہ اپنے ہمسایوں کے لیے بھی سودا سلف خرید لایا کرتے تھے، جو بھی حاجتمند آتا اس کا کام کرنے میں کبھی پس و پیش نہ کرتے، وہ تو اپنے مہمان کی میزبانی کا شرف بھی کسی دوسرے کو دے کر راضی نہ تھے۔ آنحضرتؐ کے پاس حبش سے چند مہمان آئے صحابہؓ نے ان کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہا مگر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انھوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے میں خود ان لوگوں کی خدمت کروں گا۔

۹ھ میں وادیٔ طائف سے بنو ثقیف کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ وہی سنگدل تھے جنھوں نے آنحضرتؐ پر پتھر برسائے تھے اور جسمِ اطہر کو خوناب کیا تھا، مگر آج وہ مہمان بن کر آئے تھے آپؐ نے انھیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور خود ان کی مہمانی کے فرائض ادا کرتے رہے۔

قارئین کرام! ان واقعات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر

(i) SOCIAL AND MANUAL WORK SCHEME

(ii) SERVICE BEFORE SELF

اور (iii) AMERICAN SYSTEM

ایسی مغربی اصطلاحات کا جائزہ لیں تو حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہم مغرب کی تقلید میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ اگر اسلامی تعلیمات کو مغربیت کا لبادہ پہنا دیا جائے تو وہ عین "شریعت اور قابلِ اتباع" اور تہذیب و شائستگی کا معیار قرار پاتی ہیں۔ مگر ہائے افسوس، ہماری آنکھوں کو کیا ہوا، اپنی تاریخ، اپنے تمدن، اپنی معاشرت اور اپنے ہی اسلاف کے اخلاق کریمانہ اور اپنے ہی نبیؐ کے اسوۂ حسنہ کے وہ گوہر آبدار جن کی چمک چودہ صدیاں گزرنے پر بھی ماند نہیں پڑی وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ ہم نے مغرب کی جدت پسندیوں کو تو طوقِ گلو کر لیا مگر سیرت النبیؐ کے لعل و گہر سے گلے کی مالا نہ بنا سکے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشیر انصاری ایم۔ اے

سیرتِ طیبہ کے چند تابندہ نقوش

چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر میں جب دنیا روحانی و اخلاقی انحطاط کی تاریکیوں میں گھر چکی تھی اور تمام مذاہبِ عالم تنزل کی آخری منزل پر جا چکے تھے۔ تہذیب قدیم کی آخری کرن ٹمٹما رہی تھی۔ انسانیت، فساد و شر اور انتشار و گمراہی کے کنارے کھڑی تھی۔ پوری دنیا میں اضطرابات و فتن کا ایک طوفان برپا تھا۔ اس وقت اس تاریکی کے عالم میں ایک روشنی کا ظہور ہوا جس نے تاریکی کو دور کیا اور سسکتی ہوئی انسانیت کو درخشاں مستقبل کی راہ دکھلائی یہ سن عیسوی ۵۷۰ویں خزاں تھی۔ جب قریش خاندان کی ایک خاتون کے گھر مکہ معظمہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنم لیا۔ آپ کی تشریف آوری سے خزاں دیدہ چمن میں بہار آ گئی۔ کفر و ضلالت کے بادل چھٹ گئے۔ درخ انسانیت پر تابندگی پھیل گئی۔ دراصل یہ ساعتِ سعید انسانیت کی معراج تھی۔

عرب اس وقت اخلاقی، سماجی اور مذہبی و روحانی طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ عرب کے لوگ بتوں اور مظاہرِ فطرت مثلاً سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کے علاوہ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کے آگے سجدہ ریز تھے۔ ان کے مشرکانہ افعال کا یہ عالم تھا کہ خانہ کعبہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف خداوند عالم کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا وہ بتوں کا مرکز بن چکا تھا۔ یہودی بھی بتوں کے پرستار تھے اور اپنے "معبودوں" کو خانہ کعبہ میں لا کر رکھتے تھے۔ عیسائیوں نے حضرت مریمؑ کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کی گود میں حضرت مسیح علیہ السلام کا مجسمہ بنا ہوا تھا اور اسے بھی خانہ کعبہ میں جگہ دے دی گئی تھی۔ دراصل اس وقت عرب کے تمام مذاہب میں بت پرستی عام تھی۔ اسی لیے کعبہ کے درودیوار بتوں سے آراستہ تھے۔ ان بت پرستوں کے علاوہ وہاں کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے جو لامذہب تھے۔ ان کو صابئین کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنی آزاد خیالی میں بت پرستوں کا خوب تمسخر اڑایا کرتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن میں دینِ حنیف کی ہلکی سی جھلک موجود تھی۔ وہ بتوں سے کنارہ کش اور ان کی پرستش سے بیزار ضرور تھے مگر حیران اور بے بس تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی طور پر ان کی سب سے بڑی برائی رسم دختر کشی تھی۔ عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے کیونکہ وہ لڑکی کو اپنے لیے باعث ذلت شمار کرتے تھے اور یہ ان کی خام خیالی تھی کہ لڑکی کی پیدائش ان کے سر غرور کو نیچا دکھائے گی اور دوسروں کی نگاہوں میں ذلیل کرے گی۔ لڑکی کی پیدائش ان سب کے لیے باعث شرم و عار تھی۔ وہ بچیاں جو ان کے دست جور و ستم سے بچ جاتی تھیں ان سے وہ ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا جس کے تذکرے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عرب کے لوگ کثرت سے شراب نوشی کرتے۔ زنا، قمار بازی اور موسیقی پر دل و جان سے فریفتہ تھے۔ گانے بجانے والی عورتوں کی اخلاق سوز حرکتیں عام تھیں لیکن اہل عرب کو یہ حیا سوز ادائیں بے حد پسند تھیں۔ اور ان عورتوں کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ایسی عورتوں سے بڑے بڑے سردار پبلک طور پر بیاہ رچاتے تھے۔ کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ کنیزوں کے لیے یہ رواج تھا کہ وہ اپنے مالک کی وفات کے بعد خاوند کی اولاد کی ملکیت تصور ہوتی تھیں۔

یہ کہنا غلط ہو گا کہ عرب کے لوگ صفاتِ حسنہ سے یکسر عاری تھے۔ ان میں کچھ ایسی صفات بھی موجود تھیں جو ان کے انسانی جوہر کو نمایاں کرتی تھیں۔ مہمان نوازی، شجاعت، سخاوت، قبائلی وفاداری سلسلہ نسب کی حفاظت اور شعر و ادب کا اونچا مذاق ان کی سیرت کے قابل فخر نقوش ہیں۔ ان چند خصوصیات کے باوصف ان کے اس قدر بہیمانہ صفات پائی جاتی ہیں جن کے سامنے ان چند اعلیٰ صفات کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

عرب کے لوگ مختلف قبائل اور خاندانوں میں بٹے ہوئے تھے اور وہ ہر وقت آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔ غصہ، نفرت اور جذبۂ انتقام ان کی سرشت میں داخل تھا۔ لڑائی جھگڑا اور معمولی باتوں پر قتل و غارت ان کا وطیرہ تھا۔ عرب خود سر اور مختار قسم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا کوئی ایسا بااختیار مرکز نہ تھا جو کسی قانون اور ضابطے کو زندگی میں عملی صورت دے سکے۔ یہ رہی عرب کی حالت۔ انگلستان جو آج دنیا میں علم و سیاست کی کشتی کا ناخدا بنا بیٹھا ہے اور جسے تہذیب مغرب میں امام کی حیثیت حاصل ہے اس وقت آگ اور خون کی ہولی کھیل رہا تھا۔ اٹلی، تاریخ کی پرعظمت مملکت روما کا گہوارہ اپنی تہذیب کی آخری سانسیں گن رہا تھا۔ یونان اپنی قدیم علمی برتری سے تہی دامن ہو چکا۔ سیاسی اعتبار سے وہ روما شرقی کے زیر نگین تھا اور اس کی علمی قندیل بھی بجھ چکی تھی۔ ایشیا یدامنی کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ الغرض تمام دنیا پر دہشت و بربریت اور اضطراب و انتشار کے بادل چھا چکے تھے۔ اقوام عالم کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ انہی حالات میں وہ روز سعید بھی آ پہنچا جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خداوندِ عالم کا پیغام لے کر دنیا کے سامنے تشریف لائے۔ اور آپ نے اپنے حق آفرین پیغام سے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ امریکہ کے مشہور مصنف واشنگٹن ارونگ کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا۔ "بالآخر وہ وقت آگیا جب متفرق قبائل کو ایک ہی قبیلے کی صورت میں متحد ہونا پڑا اور ان کے دلوں میں ایک مشترکہ نصب العین کا جذبہ بیدار ہونے لگا۔ جب کہ ایک ایسی اولوالعزم ہستی ان کے درمیان ظہور پذیر ہوئی جس نے ان بکھرے ہوئے اجزا کی شیرازہ بندی کی اور ان میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا۔ جس کا محرک اس کا الٰہانہ جوش اور شجاعانہ جذبہ تھا۔ اس شخصیت نے صحرائے عرب کے لیے طاقتور رہنما کی حیثیت اختیار کر لی جس نے روئے زمین کی حکومتوں کو متزلزل کر دیا۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو باہم شیر و شکر کر دیا اور ان میں مساوات اور اخوت و مروت کی روح پھونک دی۔ عربی اور عجمی کی تفریق ختم کر کے تقویٰ کو معیارِ فضیلت قرار دیا۔ صحابہ کرام نے عہدِ جاہلیت کی تمام رسومات بد سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لی اور ان میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور اس نئی لہر نے ان کے زاویۂ نگاہ میں انقلاب برپا کر دیا اور اس انقلاب نے زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ زندگی کے ہر پہلو میں خوشگوار تبدیلی آئی۔ اسی کیفیت کا نقشہ مصنفِ محسنِ انسانیت نے ان الفاظ میں کھینچا ہے: "انبیاء کرام کے سوا کوئی عنصر تاریخ میں ایسا دکھائی نہیں دیتا جو انسان کو — پورے کے پورے انسان کو — اجتماعی انسان کو اندر سے بدل سکا ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ آپ کی دعوت نے پورے کے پورے انسان کو اندر سے بدل دیا اور صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے لے کر بازار تک، مدرسہ سے لے کر عدالت تک اور گھروں سے لے کر میدان جنگ تک چھا گیا۔ ذہن بدل گئے۔ خیالات کی رو بدل گئی۔ نگاہ کا زاویہ بدل گیا۔ عادات و اطوار بدل گئے۔ رسوم و رواج بدل گئے۔ حقوق و فرائض کی تقسیمیں بدل گئیں۔ خیر و شر کے معیارات اور حلال و حرام کے پیمانے بدل گئے۔ اخلاقی قدریں بدل گئیں۔ قانون اور دستور بدل گیا۔ جنگ و صلح کے اسالیب بدل گئے اور تمدن کے ایک ایک ادارے اور ایک ایک شعبے کی کایا پلٹ گئی اور اس پوری کی پوری تبدیلی میں جس کا دائرہ ہمہ گیر تھا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک خیر و فلاح کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ ہر طرف بناؤ ہی بناؤ۔ تعمیر ہی تعمیر اور ارتقاء ہی ارتقا ہے۔ درحقیقت محسنِ انسانیت کے ہاتھوں انسانی زندگی کو نشاۃ ثانیہ حاصل ہوئی اور حضورؐ نے ایک نظامِ حق کی صبح طلوع کی۔" اسی بنیادی تبدیلی کی کیفیت حضرت جعفر طیارؓ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ حضرت جعفرؓ جو اُن نو سے مسلمانوں میں شامل تھے جنھوں نے قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں پناہ لی تھی۔ انھوں نے

۶۰ امحکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تبدیلیوں کا اجمالاً نقشہ کھینچا ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے صحابہ کرام میں پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت جعفر نے حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "اے بادشاہ ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست سے آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ اپنے ہمسایوں سے برا سلوک کرتے تھے۔ طاقتور، کمزوروں کی دولت ضائع کر دیتے تھے۔ ایسی حالت میں خداوند عالم نے ہم میں سے ایک بزرگ ہستی کو مبعوث فرمایا جس کے حسب، نسب، سچائی، دیانت داری، تقویٰ اور پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ بتوں اور پتھروں کی پرستش سے انھوں نے منع فرمایا جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ہمیں نماز کے احکام بتلائے۔ صدقہ کی تعلیم دی اور روزہ رکھنے کا حکم دیا جب کہ ہم بیمار یا سفر پر نہ ہوں۔ اور سچ بولنے کا حکم دیا۔ اپنے زیر دستوں کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ڈالی۔ اپنے رشتہ داروں سے شفقت اور ہمسایوں سے اچھے برتاؤ کا حکم دیا۔ ہم برے کاموں سے باز آ گئے۔ آوارگی اور خونریزی سے رک گئے۔ اس نے ہمیں جھوٹی شہادت سے منع فرمایا۔ اور یتیموں کو ان کی جائیداد سے محروم نہ کرنے کا حکم دیا۔ عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا۔ ہم نے ان کے ارشادات کو دل و جان سے قبول کیا۔ ہم اس کی صداقت پر ایمان لے آئے۔ ہم نے ان تمام احکام کی پیروی کی جو خداوند عالم نے ان کے ذریعے بتلائے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آئے۔ یہی باتیں اس کا اجمالی خاکہ ہیں جو پیغمبر علیہ السلام نے ہم کو بتلائیں۔"

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے خالقِ کائنات اور اس کی کرمفرماؤں سے انسانیت کا رشتہ استوار کر دیا۔ وہ انسان جو شجر و حجر کو اپنا خدا سمجھ بیٹھا تھا۔ چاند اور ستاروں کی پرستش کرتا تھا۔ اسے اپنی برتری اور عظمت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ تو شجر و حجر کے آگے سجدہ ریز کیوں ہے جب کہ تو خود مسجودِ ملائک ہے۔ تو خداوندِ عالم کی افضل ترین مخلوق ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ تیری خدمت کے لیے مامور ہے۔ یہ چاند، ستارے، پتھر، شجر اور سورج تو سب تیرے لیے بنائے گئے ہیں۔ انسان تو خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کے آگے سجدہ ریز ہونا انسانیت کی توہین ہے۔ خالق کائنات کے آگے سجدہ ریز ہونا ہی انسانیت کی معراج ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا سب سے اہم اور بنیادی اصول عقیدۂ توحید تھا۔ خدا کی وحدانیت کے اس ناقابلِ تردید عقیدہ کے بارہ میں پروفیسر ہٹی کا قول ہے کہ اسلام کی سب سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی قوت کی علت غائی ایک غیر مرئی ہستی پر ایمان کامل میں پوشیدہ ہے۔ اس مذہب کے پیروؤں کو ایک ایسے اطمینان کا احساس اور تسلیم و رضا کا جذبہ حاصل ہے۔ جو دوسرے مذاہب کے پیروؤں میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک میں خودکشی کے واقعات مقابلۃً کم پائے جاتے ہیں۔"

جمہوریت کا یہ شعلہ اور انسانیت کا یہ ذہنی ارتقاء پادریوں اور حکمرانوں کے استبداد کے خلاف ایک جہاد تھا۔ ظالم نسلوں اور جابر حکمرانوں کے ناقابلِ فہم استبداد کے بوجھ تلے انسانی روح کراہ رہی تھی۔ اور ان کے یہ مستقل مفادات کی خاطر انسانیت کے مفادات بُری طرح پامال ہو رہے تھے۔ آخر کار انھوں نے ذات و نسل اور موروثی استحقاق کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ اور پاپائیت کا خاتمہ کر کے ایک اہم کارنامہ سرانجام دیا۔ انھوں نے بنی نوع انسان پر یہ بہت بڑا احسان کیا کہ ایسے طبقہ کے تقدس کی اجارہ داری کو ختم کر دیا جو خدا اور بندے کے درمیان حائل تھی۔ ؎

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامی کے مکمل خاتمہ کے لیے بتدریج مؤثر اقدامات کیے۔ غلامی کی یہ لعنت صرف عرب ہی میں رائج نہ تھی بلکہ پوری دنیا اس لعنت کا شکار تھی جو انسانیت کے نام پر بدنما داغ تھی۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام بڑے بڑے مفکرین جن میں ارسطو بھی شامل ہے۔ غلامی کو سیاست، معاشرہ اور حکومت کے لیے ایک جزو لاینفک قرار دے چکے تھے۔ غلامی، یونانی اور رومن تہذیب کا ایک اہم حصہ تھی۔ اس کے برعکس پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کی آزادی کو ایک عظیم اخلاقی مروّت قرار دیا۔ اور انھوں نے خود اپنی حیاتِ طیبہ میں بے شمار غلاموں کو آزاد کیا۔ نیز آپ نے غلاموں کے مالکوں کو تنبیہ فرمادی کہ ان سے ضرورت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ غلاموں کو ویسا ہی کھانا کھلاؤ جیسا کہ تم کھاتے ہو اور ان کو لباس بھی ویسا ہی دو جیسا تم خود استعمال کرتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلاب آفرین تعلیم سے غلاموں کی حالت اس قدر سدھر گئی کہ انھیں معاشرے میں اہم حیثیت حاصل ہو گئی۔ ان میں سے بعض لوگوں نے بادشاہت اور سپہ سالاری کے منصب بھی پائے۔ قرآن پاک کے متعدد مقامات پر غلاموں کی رہائی کی تاکید آئی ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ بھی ہے کہ کسی عربی کو عجمی پر، سفید کو سیاہ پر کوئی فوقیت نہیں سوائے نیک اور پرہیزگارانہ عمل کے۔ عدل و مساوات کے اس حکیمانہ اصول نے سرمایہ داری و آقائی کے بت کو پاش پاش کر دیا اور غلاموں کے حقوق کا تعین ایک ایسی پالیسی کی بنیاد پر کیا جس کی وجہ سے ہر دو فریق کی شکایتیں مٹ گئیں اور کوئی فریق کسی کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستِ ظلم کا فریادی نہ رہا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی جرم پر جس قدر سزا ایک آزاد شخص کو دی جا سکتی ہے اس سے کم بلکہ نصف سزا غلام کو دی جائے۔ اس پر غور فرمائیے کہ اس مظلوم طبقہ کے لیے رحمۃ للعالمین کے ہاں رحم و کرم کی کتنی فراوانی ہے۔ آپ نے بندہ اور بندہ نواز ایک ہی صف میں کھڑے کر دیئے یہ سب کچھ ساتویں صدی عیسوی میں ہوا جبکہ اٹھارھویں صدی تک انگلستان، فرانس، جرمنی، سپین اور ہالینڈ میں غلامی کا دور دورہ رہا۔ اور اسے نوآبادیاتی نظام کے سہارے جاری رکھا گیا، جہاں غلام کی محنت کی ضرورت تھی۔ ان حالات میں اسلام کی فوقیت اور اس کی انسانیت نوازی میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟

ایک طرف دنیا میں آج بھی ایک نسلی فتنہ برپا ہے۔ پیلے رنگ والوں کا ایک گروہ ہے تو کالے رنگ (نیگرو) والوں کا دوسرا۔ اور سفید فاموں کا تیسرا۔ یہ سب آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرانے والے اور ایک دوسرے کو بدگمانی اور حقارت کی نظر سے دیکھنے والے ہیں۔ دوسری طرف اسلام کا اعلان یہ ہے کہ غیر اختیاری چیزیں جتنی بھی ہیں چاہے وہ رنگ ہو یا نسل، زبان ہو یا ملک ان میں سے کوئی چیز بھی فضیلت کا معیار یا پیمانہ نہیں بن سکتی۔ بزرگی و برتری کا معیار تو صرف اختیاری و ارادی چیز یعنی ایمان و عمل صالح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور صاحب کردار ہو۔ آج اگر دنیا اس معیار کو اپنا لے تو دنیا میں کہیں بھی قومی اور فرقہ دارانہ ہنگامے اور فساد باقی نہیں رہ سکتے۔ بلکہ انفرادی جھگڑوں اور فتنوں کا وجود بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

اسلام نے عورت کے بارے میں تمام شکوک و شبہات کو رفع کر دیا اور عورت کو مرد پر وہی حقوق حاصل ہیں جو مرد کو عورت پر حاصل ہیں۔ دراصل یہ فرمان عورت کے حق شہریت کا سب سے بڑا اعلان تھا۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ اسلام ہی نے بتایا کہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اس وقت رفعت و عزت کا مقام بخشا جب اس کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ بعثتِ نبوی سے قبل عورت کو ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسلام نے بتایا کہ عورت کا وجود نورِ رحمت اور سکینت کا مظہر ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروط نکاحوں کی رسم یکسر بند کر دی اور عورت کو اس کے قانونی حقوق مرد کے برابر عطا کیے۔ اس وقت دنیا میں غیر محدود تعدد ازدواج کا دور دورہ تھا مگر اسلام نے اس پر پابندی عائد کر دی۔ ہر چند اسلام میں طلاق کی اجازت ہے لیکن وہاں یہ صراحت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی موجود ہے کہ سب جائز امور میں سے سب سے بری چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔ کیونکہ یہ ازدواجی مسرت کی راہ میں رکاوٹ ہے اور اولاد کی صحیح تربیت میں مانع ہے۔ اسلام نے جہاں مرد کو طلاق کے حقوق دیئے ہیں وہاں عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ مناسب وجوہ کی بنا پر خلع کر سکتی ہے اسلام نے بیوہ کو نکاح ثانی کی اجازت دے کر اسے محتاجی اور رہبری سے بچایا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم رعایا کے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کی مکمل ذمہ داری اٹھائی اور ان کے حقوق و مفادات کی پوری طرح نگہداشت فرمائی۔ فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ "نجران کے عیسائیوں اور ہمسایہ حکومتوں سے کہا کہ ان کے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کا وعدہ بالکل برحق ہے۔ حاضر و غیر حاضر سب بے فکر رہیں کہ ان کے عقیدے اور عبادات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کے حقوق و مفادات میں کوئی تبدیلی ہوگی، کسی بشپ کو اس کے عہدہ سے، کسی راہب کو اس کی خانقاہ سے اور کسی پادری کو اس کے کلیسا سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ سب سابق انھیں چھوٹے بڑے میں مکمل آزادی ہے۔ کسی معبد یا صلیب کو ضائع نہیں کیا جائے گا کسی پر کسی قسم کا ظلم روا نہیں ہوگا نہ ان پر عشر نافذ کیا جائے گا۔ نہ ہی مجاہدین کی ضروریات کے لیے ان سے کسی چیز کا مطالبہ کیا جائے گا" کیا دنیا کی تاریخ اس حسن سلوک اور مذہبی رواداری کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے محصور دشمن کے کسی عضو کو کاٹنے سے منع فرما دیا اور اسے وحشت و بربریت کے مترادف قرار دیا۔ قیدیوں سے نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ سماجی طبقات میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے قرآن پاک نے ذخیرہ اندوزی سے منع فرما دیا۔ اسلامی قانون وراثت، اجتماعی خیرات، زکوٰۃ اور انفرادی صدقات کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ معاشرہ میں دولت کی تقسیم مناسب اور منصفانہ ہو۔ اور دولت کی افراط تفریط سے ایک دوسرے میں بعد پیدا نہ ہو۔ دولت مند اسے اپنا فرض سمجھ کر دے اور غریب اپنا حق سمجھ کر لے۔ نہ دولت مند احسان جتلائے اور نہ غریب لینے میں عار محسوس کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس امر کی مظہر ہیں کہ قانون کی نگاہ میں تمام افراد مساوی ہیں۔ قرآن ہی کو سب پر بالادستی حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضورؐ کو اپنی ذات کو بھی قصاص کے لیے پیش فرماتے دیکھا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک فاطمہ نامی عورت چوری کے الزام میں پکڑی گئی۔ جرم ثابت ہو گیا تو قریش کے بااثر لوگوں نے ملزمہ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچانے کی کوشش کی۔ انھوں نے حضرت اسامہ بن زید کو سفارشی بنا کر آپ کے پاس بھیجا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ ہوا۔ آپ نے اس وقت یہ تاریخی الفاظ بیان فرمائے کہ تم سے پہلی امتیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ ادنیٰ طبقے کا فرد جرم میں ماخوذ ہوتا تو اسے سزا دی جاتی لیکن خوشحال طبقے کے مجرمین کو چھوڑ دیا جاتا۔ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ ڈالوں گا۔ بے لاگ انصاف کی ایسی مثالیں دنیا میں خال خال ہی ملیں گی۔

سنہ ۱۱ھ کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن مکمل ہو گیا۔ رسولِ پاک کی حیاتِ مقدسہ میں ہی تمام عرب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ انیسویں صدی کے مشہور شاعر "لامارٹائن" کو ان حقائق کا اعتراف کرنا پڑا۔

"اس قدر کمزور وسائل کے ساتھ کسی دیگر انسان نے انسانی طاقت سے زیادہ ذمہ داری قبول نہیں کی، کیونکہ اتنے بڑے مقصد کے حصول کے لیے اپنے نصب العین کے تصور اور اسے عملی صورت میں لانے کے لیے اس کے پاس سوائے اپنی ذات کے اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور نہ ہی مٹھی بھر انسانوں کے بغیر جو صحرا کے گوشے میں بس رہے تھے اسے کوئی اور مدد حاصل تھی۔ دنیا میں کبھی بھی کسی نے اتنا عظیم اور مستقل انقلاب پیدا نہیں کیا۔ آپ کی بعثت سے لے کر دو صدیوں میں اسلام نے عرب کے دونوں میں اور تلواروں پر حکومت کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے انھوں نے ایران، خراسان، شمالی ہند، شام، مصر، حبشہ اور شمالی افریقہ کے متعدد ممالک فتح کر لیے۔"

فلاسفر، فصیح البیان، مقرر، مرسل، مقنن، جنگجو، فاتح اور معقولات پر مبنی اعتقادات کے بحال کنندہ ایک ایسے مذہب کے لیے جو اصنام پرستی سے بے نیاز، بیس سلطنتوں کے بانی اور ایک عالمگیر روحانی حکومت کی بنا ڈالنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ ان تمام معیارات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جن کی رو سے انسانی عظمت کو ناپا جا سکتا ہے یہ سوال جرأت کے ساتھ پوچھا جا سکتا ہے کہ آیا کوئی انسان آپ کی ذات سے عظیم تر قرار دیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آپ پر کروڑ کروڑ رحمتیں ہوں۔ آمین۔

جاگو اور جگاؤ۔ بچوں کے لیے آسان اسلامی، اخلاقی نظموں کا حسین مجموعہ
مصنف: عبدالمنان راز کاشمیری
(۱) دو رنگا آفسٹ طباعت (۲) سرورق چار رنگا آرٹ پیپر۔ قیمت: ۵/- روپے
سدا بہار پبلی کیشنز، ۲۰۵ ذوالقرنین چیمبرز۔ گنپت روڈ۔ لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد خالد سیف

نقوشِ سیرت کا تقاضا

ایک وقت تھا کہ دنیا ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی۔ چہار سو اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ کفر و شرک کے اندھیرے، فسق و فجور کے اندھیرے، الحاد و زندیقیت کے اندھیرے، ظلم و استبداد کے اندھیرے۔ اور گم گشتہ راہ انسانیت ان بھیانک اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھی۔ خالقِ کائنات سے بھٹکی انسانیت کی یہ مظلومیت دیکھی نہ گئی، اس کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے فاران کی چوٹیوں سے اس آفتابِ جہاں تاب کو طلوع فرمایا جس کی بدولت تمام اندھیرے چھٹ گئے، دنیا بقعۂ نور بن گئی اور سارا عالم جگمگا اٹھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

وہ دانائے سبل ختم رسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

اس سراجِ منیر کی ضو فشانیوں کے تو کیا کہنے، اس سے کسبِ ضو کرنے والے چاند ستارے جہاں تہاں گئے اجالے بکھیرتے گئے اور ان کے نقشِ پا کی شوخی، قدوم میمنت لزوم کی شہادت دیتی رہی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

لیکن کبھی آپ نے غور فرمایا ہم بھی اسی جلیل القدر، عظیم المرتبت، سرورِ دنیا و دیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، جس کے امتی ہونے کا شرف حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل تھا، تو کیا وجہ ہے کہ ان کا وجود دنیا کے لیے اجالا تھا لیکن ہم سراپا ظلمت ہیں، انھوں نے سمندروں میں گھوڑے دوڑا دیے تھے، پہاڑوں کے سینوں کو چیر ڈالا تھا، آندھیوں بلکہ طوفانوں کے رخ کو پھیر دیا تھا، بڑے بڑے فرعونوں اور نمرودوں کے گریبانوں کو چاک کر دیا تھا اور دنیا کو امن چین اور سکون کا گہوارہ بنا دیا تھا لیکن ہم ہیں کہ اپنا وجود ہی ہمارے لیے باعثِ ننگ و عار ہے۔ ذلتوں، تباہیوں، بربادیوں اور شکستوں سے کوئی دوسری قوم اس قدر دوچار نہ ہوگی جس طرح ہم ہیں۔ آخر کیوں؟ دو لفظوں میں اس کا جواب صرف یہ ہے کہ انھوں نے قرآنی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کے ہر ہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقش کو اپنے لیے اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور ہمارا عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اگرچہ ہم بھی عشقِ رسول کا دم بھرتے ہیں، لہک لہک کر صلِ علیٰ کے ترانے گاتے ہیں، ربیع الاول میں بڑے وسیع پیمانے پر میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں، سیرت کی کتابیں لکھتے، چھاپتے اور پڑھتے ہیں اخبار و رسائل کے سیرت نمبروں کا اہتمام کرتے ہیں اور ہر ہر طریقے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس خراج عقیدت کو پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ہمارے دل لبریز ہیں۔ لیکن کیا کبھی غور کیا کہ اس سے عشقِ رسول کے تقاضے پورے ہو گئے؟ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس لیے دنیا میں مبعوث فرمایا تھا کہ وہ ہم عشاقِ رسالت پناہ سے خراجِ عقیدت وصول فرمائیں یا آپ کی بعثت کا مقصدِ عظیم کچھ اور تھا؟ جی ہاں یقیناً کچھ اور تھا اور وہ محبت کے کھوکھلے نعروں اور عشقِ رسول کے جھوٹے دعووں سے بڑھ کر تھا —— اور وہ یہ تھا کہ ہم آپؐ کے لائے ہوئے انسانیت کے لیے خدائے بزرگ و برتر کے پیامِ آخریں —— قرآن مجید —— سے اپنی حیاتِ مستعار کے شب و روز بلکہ لیل و نہار کی ایک ایک ساعت کے لیے رہنمائی حاصل کریں، زندگی کے ہر موڑ اور ایک ایک قدم کے لیے صرف اور صرف اسی مینارۂ نور سے کسبِ ضو کریں اور سیرتِ مقدسہ کے ہر ایک نقش کو اپنے لیے مشعلِ راہ قرار دے لیں۔ مگر قرار دینے ہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ بالفعل اس پر عمل پیرا ہو جائیں کیونکہ سیرتِ مقدسہ کا ہر ایک نقش پکار پکار کر ہم سے اتباع و عمل کا تقاضا اور مطالبہ کر رہا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ایک مسلمان کی شان کے شایاں ہی نہیں کہ اپنے خدا اور محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، فرامین اور ہدایات کے برعکس زندگی بسر کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو خود اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ یقیناً گمراہی میں پڑ گیا۔"

دوسرے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات اور فیصلوں پر سرِ تسلیم خم کر دینے کو ایمان کے لیے معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

"پس نہیں، تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک کہ (اے رسول) تم کو اس معاملہ میں حکم نہ بنائیں جس میں ان کے درمیان اختلاف ہوا ہو، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے اپنے دل میں کوئی تنگی تک محسوس نہ کریں سر بسر تسلیم کر لیں"

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت الم نشرح ہو رہی ہے کہ آپؐ کے فرمودات اور فیصلوں پر دل میں ذرا سا انقباض محسوس کرنا بھی ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے چہ جائیکہ کھلم کھلا آپؐ کے طریقۂ اسوہ سیرت اور ہدایت کی مخالفت کی جائے اور اگر کوئی ڈھٹائی سے مخالفت پر کمربستہ ہو ہی جائے تو اسے یہ تنبیہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

"پس ڈرنا چاہیے ان لوگوں کو جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نازل ہو جائے!"

قرآن حکیم کی یہ آیات جو ہمیں آئینہ دکھا رہی ہیں، ہم مسلمانوں پر فرض ہے اجتماعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی کہ ہم اس آئینہ میں اپنی شکلیں دیکھنے کی کوشش کریں اور پھر غور کریں کہ آیا ہمارا کوئی عمل اللہ اور اس کے رسول کی منشا کے خلاف تو نہیں بلکہ معاف فرمائیں تو جائزہ اس نقطۂ نگاہ سے لینا چاہیے کہ ہمارے اطوار اور اعمال کا کتنے فی صد حصہ اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہے اور پھر انصاف کے ساتھ حسن ظنی و خود فریبی میں مبتلا ہوئے بغیر جائزہ لینا چاہیے کہ ان آیاتِ مذکورہ کی تنبیہات کا ہم مورد تو نہیں بن رہے الغرض اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے یہ از بس ضروری ہے کہ ہم ہر وقت اسوۂ رسول کو پیش نظر رکھیں اور تمام کاروبارِ حیات میں خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، معیشت سے ہو یا معاشرت سے، سیرت مقدسہ سے کسب ضوء کو فرض سمجھیں کہ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل ہی نہیں ہو سکتی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لا یومن احدکم حتّٰی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس چیز کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں"۔

پس سیرتِ مقدسہ کا ایک ایک نقش امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے اتباع و عمل کا تقاضا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے کہ:

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

"ذکرِ مجذوب"

(تذکرہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

از پروفیسر احمد سعید ایم۔ اے۔

چند آراء

★ حضرت مجذوب میں تو جاذبیت تھی ہی کہ ہر شخص کا دل ان کی طرف کھنچتا تھا۔ ذکرِ مجذوب میں بھی جاذبیت ہے۔ (ظفر احمد عثمانی مرحوم)

★ "ذکرِ مجذوب" میرے لیے ذکرِ محبوب ہے۔ آپ نے مذاقِ سلیم اور تعلق تھانوی کا بہت خوش اسلوبی سے حق ادا کیا ہے"۔ (ڈاکٹر عبدالحی صاحب خلیفہ حضرت تھانوی)

★ زبان نہایت شستہ اور بیان کے تیور خوبصورت ہیں (آغا شورش کاشمیری مرحوم)

مجلد، آفسٹ طباعت۔ قیمت -/-/۱۲ روپے

بزمِ اشرف کے چراغ

(مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ۴۸ خلفاء کا تذکرہ)

از پروفیسر احمد سعید ایم۔ اے۔

★ یہ کتاب سن کر بڑی مسرت ہوئی۔ بڑی دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ مساعی جمیلہ کو مثمر ثمرات و برکات بنائے۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب)

★ "بزمِ اشرف کے چراغ" ماشاء اللہ مقبول ہو رہی ہے۔ (مفتی محمد شفیع صاحب)

مجلد، آفسٹ طباعت۔ قیمت -/-/۲۰ روپے

الاشرف مطبوعات، ۳۹۔ عالمگیر روڈ، اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ نذر احمد
پرنسپل شبلی کالج لاہور

ایک حاصلِ زیست ملاقات

ڈاکٹر محمد محسن خاں مدنی

انگریزی زبان میں مکمل صحیح البخاری کے پہلے مترجم

ڈاکٹر محمد محسن خاں کون ہیں؟ اور کیا ہیں؟ اس کی ایک جھلک تو قارئین کو خود اس انٹرویو میں ملے گی۔ اگر ڈاکٹر صاحب موصوف کی ناگوارئ خاطر کا احساس نہ ہوتا تو آج ہم دل کھول کر موصوف کے متعلق باتیں کرتے۔ مختصر یہ کہ آپ مجسمۂ اخلاص و نیکی ہیں جس کا اندازہ ڈاکٹر صاحب موصوف سے پہلی ملاقات ہی میں ان کے چہرہ مہرہ سے ہو جاتا ہے۔ ان اداری سطور کے راقم پر اپنے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران بیشتر وقت ان کے جذبۂ اخلاص اور دینی تڑپ کا اس حد تک اثر ہوا کہ راقم ڈاکٹر صاحب موصوف سے دینی اور علمی تعاون اپنے لیے سعادت دارین سمجھتا رہا لیکن مسلسل علالت طبع ارادہ کے درمیان حائل ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب بھی میرے علاج میں خصوصی توجہ کے علاوہ ذاتی طور پر بڑی شفقت رکھتے تھے۔ چنانچہ یادگاری تحفہ" کے طور پر مجھے بخاری شریف کا وہ نسخہ بکمال عنایت مرحمت فرمایا جس سے انہوں نے انگریزی ترجمہ مکمل کیا ہے۔ اس پر ان کے دست مبارک سے بیشتر نشانیوں کے علاوہ احادیث کے نمبر بھی ہیں۔ اسی تعلق سے پاکستان کے دورے کے دوران ہمارے غریب خانہ پر بھی قدم رنجہ فرمایا لیکن تفصیلی انٹرویو کی سعادت رفیق محترم جناب حافظ نذر احمد صاحب کے حصہ میں آئی جسے "محدث" کی زینت بناتے ہوئے میں دو وجہ سے مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ اول یہ کہ یہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی مایہ ناز تصنیف الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ کے پہلے انگریزی مترجم کا انٹرویو ہے جسے اسوۂ رسول کی مدوّنہ شاہکار کتابوں میں "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا درجہ حاصل ہے۔ دوم یہ کہ اس انٹرویو کی اشاعت سے میں اپنے "محسن" سے تجدید ملاقات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کررہا ہوں۔

محدث کی خصوصی اشاعت "رسولِ مقبول نمبر" کی مناسبت سے ہم یہ "انٹرویو" ہدیہ قارئین کرکے انھیں بھی شریک ملاقات کرتے ہیں۔

(حافظ عبدالرحمان مدنی)

پاکستان نژاد ڈاکٹر محمد محسن خاں مدنی طب جدید کے ماہر اور امراض سینہ کے معالج خصوصی ہیں نہ وہ کسی دینی دارالعلوم سے باضابطہ فارغ التحصیل ہیں۔ نہ اپنے دورِ طالب علمی میں انھیں زبان وادب سے خصوصی شغف رہا ہے۔ وہ سائنس کے طالب علم تھے اور اب جسمانی امراض کا علاج کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی دین ہے وہ جس سے جو خدمت چاہے لے لے۔ اللہ کریم نے انھیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کی خدمت کے لیے چن لیا اور مکمل بخاری شریف کو انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کا شرف بخشا۔

قیام پاکستان سے بہت قبل مشہور جرمن نو مسلم علامہ محمد اسد نے انگریزی زبان میں بخاری شریف کے ترجمہ وتشریح کی ڈاغ بیل ڈالی تھی، انھوں نے کامل تحقیق وتدقیق سے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اسی مقصد خاص کے لیے عرفات پریس قائم کیا مگر بوجوہ چند پاروں سے آگے کام نہ بڑھا۔

حضرت امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے سولہ سال کی مسلسل محنتِ شاقہ سے صحیح البخاری مدون کی تھی انھوں نے احادیث کی مضمون وار ترتیب تیسری صدی ہجری میں روضۂ اطہر اور منبر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھ کر کی ـــــ تقریباً بارہ صدیوں بعد جواں ہمت عاشقِ رسول ڈاکٹر محمد محسن خاں نے امام بخاریؒ کی جمع کردہ احادیث کو انگریزی زبان کے قالب میں ڈھالا۔ آپ نے یہ عظیم خدمت ۱۵ سال کی طویل مدت میں بادِ منورہ کر پایۂ تکمیل کو پہنچائی۔ ترجمہ کا بیشتر کام روضۂ اقدس کے قریب مسجد نبوی کی صف اول میں بیٹھ کر ۱۳۵۶ھ سے ۱۳۷۱ھ کے درمیان انجام دیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ملاقات اور آرزو سے ملاقات

بندہ کو دوبارہ دیارِ حبیبؐ جانے کا موقع میسر آیا۔ لیکن مترجم بخاری سے ملاقات کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ دل کی آرزو دل میں رہی۔ اب بظاہر اس کے حصول کی کوئی صورت نہ تھی، ایک صبح اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ راہوالی (گوجرانوالہ چھاؤنی) سے محترم الحاج شیخ محمد یوسف سیٹھی صاحب کی رس گھولتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی آواز کانوں میں پہنچی "آج دوپہر میں اور ڈاکٹر محمد محسن خاں صاحب لاہور آرہے ہیں، کوئی خاص مصروفیت تو نہیں؟ دوپہر چند ساعات آپ کے ساتھ گزاریں گے"

عرض کیا "سراپا انتظار ہوں چشم براہ ہوں"

مختصراً انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی گئیں۔ اس مدت میں محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ڈاکٹر محمد محسن خاں کی خیالی تصویریں معلوم نہیں کتنی بنائیں۔ سڑک سے گزرنے والی ہر کار پر یہی گمان ہوتا کہ ان کی سواری ہے، جو دیارِ حبیب کے باسی ہیں، جو محبوبِ خدا کے کلام و بیان کو انگریزی زبان کا پیرایہ پہنانے والے ہیں۔ کیا واقعی وہ خود چل کر میرے غریب خانہ کو شرف بخشنے والے ہیں!

اللہ اللہ وہ آہی گئے۔ الحاج شیخ محمد یوسف سیٹھی صاحب آگے آگے۔ وہ دو قدم پیچھے، سراپا تصویرِ عجز و نیاز، پاکستان نژاد، پنجابی الاصل، مصری خدوخال، نزیل سعودی عرب۔ لانبا لیکن متوازن قد، متناسب اعضاء گٹھا ہوا جسم، بڑی بڑی آنکھیں، کشادہ پیشانی، وجیہ شکل، باریش نورانی صورت، سیاہ بال، متواضع صورت، منکسر المزاج، شستہ اردو، لہجہ عربی ـــ یہ ہیں "ڈاکٹر محمد محسن خاں"

سلام و دعا کے ساتھ بڑی محبت سے معانقہ کیا۔ عربوں کے روایتی انداز میں مزاج پرسی ہوئی۔ چند لمحات کی گفتگو میں ہی بیگانگی یگانگت سے بدل گئی، یوں محسوس ہونے لگا برسوں کی ملاقات ہے۔

میں نے عرض کیا بخاری شریف کے انگریزی ترجمہ کے سلسلے میں کچھ معلومات چاہتا ہوں۔ اگر مختصر سا انٹرویو ہو جائے تو میرے ساتھ اور بہت سے ملاقات میں شریک ہو جائیں گے۔ فرمانے لگے ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میں نے دوبارہ عرض کیا جو سوال میرے ذہن میں گردش کر رہے ہیں ہو سکتا ہے وہ اور بہت سے لوگوں کے دل میں بھی ہوں۔ اگر ان کی عقدہ کشائی ہو جائے تو ترجمہ کی تفہیم میں آسانی ہو جائے گی۔ سیٹھی صاحب نے بھی اس خیال کی تائید کی۔ اور ڈاکٹر صاحب آمادہ ہو گئے۔

یاد رہے یہ بات ڈھائی سال قبل کی ہے ۱۳۹۳ھ کے رجب کی ۲۰ تاریخ تھی۔ اور اگست ۱۹۷۳ء کی بھی ۲۰ تاریخ ہی تھی۔ غالباً ترجمہ کی ابھی دو جلدیں ہی پریس سے آئی تھیں ـــ اب جبکہ ترجمہ مکمل ہو چکا ہے، آٹھ جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ آخری نویں جلد بھی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ یہ انٹرویو "محدث" کے ذریعہ آپ تک پہنچ رہا ہے۔ آئیے آپ بھی بات چیت میں شریک ہو جائیے۔

اب انٹرویو شروع ہوتا ہے۔

مرتب حافظ نذر احمد:۔ ڈاکٹر صاحب! گفتگو کا آغاز ابتدائی زندگی سے کریں تو بہتر رہے گا۔

سوال نمبر (۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد محسن خاں صاحب: بظاہر اس کی ضرورت تو نہیں۔ میری ابتدائی زندگی اور اس عظیم کام میں کوئی ربط بھی نہیں۔ تاہم عرض کیے دیتا ہوں۔

میری پیدائش قصور ضلع لاہور میں ہوئی۔ اس اعتبار سے خالص پاکستانی ہوں۔ اب میری شہریت سعودی عرب کی ہے۔ اہلیہ بھی عرب ہیں۔ بچے بھی اس ماحول میں پلے بڑھے ہیں۔ والد ماجد غلام محی الدین صاحب بلدیہ قصور کے سیکرٹری تھے۔ دو بھائی اور ہیں۔ دونوں انجینئر ہیں۔

مرتب:۔ آپ نے تعلیمی مراحل کہاں کہاں طے کیے؟

ڈاکٹر صاحب:۔ قصور میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ اسلامیہ کالج لاہور سے ایف ایس سی کا امتحان دیا۔ ۱۹۴۹ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا۔ ایک سال میو ہسپتال لاہور میں عملی تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد بیرون ملک چلا گیا۔ یونیورسٹی آف ویلنگٹن سے ۱۹۵۲ء میں ڈپلوما ان چیسٹ" DIPLOMA IN CHEST" حاصل کیا۔ یوں امراض سینہ کا معالج خصوصی بنا۔

مرتب:۔ بہت خوب! یہ تو پاکستان سے دیارِ مغرب کا تعلیمی سفر تھا۔ سعودی عرب کا روحانی سفر کیسے ہوا۔

ڈاکٹر صاحب:۔ دوسرے سال ۱۹۵۳ء میں سعودی عرب کی وزارت صحت میں جگہ مل گئی۔ مرحوم ملک ابن سعود کا معالج اور طائف ہسپتال میں چیسٹ ڈائرکٹر مقرر ہوا۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیبہ کی خدمت کا آغاز اسی شہر سے ہوا۔

مرتب:۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف آرہے ہیں۔ قبلہ سیٹھی صاحب سے تو بہت کچھ سن چکا ہوں۔ آج آپ کی زبانی اس کا بیان اور تصدیق چاہتا ہوں۔ آپ جسمانی امراض کا علاج کرتے کرتے صحیح البخاری جیسی کلیدی کتاب کے مترجم کیسے بن گئے؟

ڈاکٹر صاحب:۔ بات تو واقعی تعجب کی ہے۔ میں ابتدا سے سائنس کا طالب علم رہا ہوں۔ انگریزی یا عربی زبان و ادب سے بھی مجھے کبھی کوئی شغف نہیں رہا ہے۔ پیشہ کے اعتبار سے میری ذات سے اس کام کی بظاہر کوئی مناسبت نہیں۔ اس کریم کارساز کا محض فضل ہے کہ اس نے مجھے اس خدمت کی توفیق بخشی (یہاں پہنچ کر ڈاکٹر صاحب نے آنکھیں جھکا لیں اور وہ خاموش ہو گئے۔ جیسے وہ کچھ ڈھونڈ رہے ہیں۔ یا کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی)

ایک حیات بخش خواب اور اس کی تعبیر

مرتب:۔ اصل سوال تو یہی ہے کہ بخاری شریف کے ترجمہ کا خیال آپ کے دل میں کیسے آیا اور یہ مشکل ترین کام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے لیے کیسے آسان ہو گیا؟

ڈاکٹر صاحب :۔ بالکل ذاتی سی بات ہے ۔ اس کا کسی اور سے کوئی تعلق بھی نہیں (ڈاکٹر صاحب نے اپنے فطری حجاب پر بمشکل قابو پاتے ہوئے سلسلہ کلام کو جاری رکھا) میں نے ایک خواب دیکھا ۔ خواب نہیں ایک زندہ حقیقت ۔ اس نے میرے دل کی دنیا بدل دی ۔ میری زندگی کے شب و روز میں ایک انقلاب بپا کر دیا ۔ مختصر یہ کہ سرورِ کائنات فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی ۔ بے زبان کر زبان ، بے سواد کو قلم مل گیا ۔

مرتب :۔ یہی حیات بخش خواب تو آپ کی زبانی سننا اور ریکارڈ کرنا چاہتا ہوں (اس موقع پر ساتھ بیٹھے ہوئے سیٹھی صاحب نے بھی میری تائید کی)

ڈاکٹر صاحب :۔ سن لیجیے ۔ لیکن صفحۂ قرطاس پر مرتسم نہ کیجیے ۔ (ڈاکٹر صاحب کی اس خواہش و اصرار کے پیش نظر صرف چند فقروں پر اکتفا کر رہا ہوں ۔ مرتب) "میں جمالِ جہاں آرا سے مبہوت ہو کر رہ گیا ۔ اس کیفیت کا اظہار و بیان ممکن نہیں ۔ صاحب کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال لطف و کرم سے فرمایا "میرا پسینہ خوب سیر ہو کر نوشِ جان کر لو ۔" اشرب عرقی جیدًا کے وہ شیریں الفاظ آج بھی گویا میرے کانوں میں گونج رہے ہیں ۔ حضورؐ نے مجھے ایک تحریر بھی عطا فرمائی ۔ اس کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے تھا ۔ آخر میں مہر مبارک ثبت تھی ۔ میں یہ حکم نامہ لے کر وزیرِ مملکت کے پاس گیا ۔ وہاں بات نہ بنی ۔ لوٹ کر میں پھر مجلسِ اقدس میں حاضر ہو گیا ۔ بعد ادب میں نے عرض کیا ۔ لبیک یا رسول اللہ ۔ اور میری آنکھ کھل گئی ۔"

مرتب :۔ ماشاء اللہ ، زہے نصیب ۔ مگر اس خواب سے آپ صحیح البخاری کے ترجمہ پر کیسے متوجہ ہو گئے ۔

ڈاکٹر صاحب :۔ ڈرتے ڈرتے میں نے چند بزرگوں سے اپنے خواب کا ذکر کیا اور تعبیر چاہی ۔ اشرب عرقی جیدًا کی تعبیر اس کے سوا کچھ اور نہ تھی کہ میں محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خدمت انجام دوں ۔ اور کام بھی ایسا جو ہنوز شرمندۂ تکمیل نہ ہوا ہو ۔ صحیح البخاری کے انگریزی ترجمہ پر قرعہ فال پڑا اور اس پر دل جم گیا ۔

ترجمہ کی کہانی

مرتب :۔ ترجمہ کی بات ذرا وضاحت سے کیجیے ۔ زبان و بیان کی دوگونہ مشکلات پر آپ نے کیسے قابو پایا زبان بھی ایک نہیں ۔ انگریزی ، عربی دونوں غیر مادری اور دنیا کی بلند پایہ زبانیں ۔ پھر ترجمہ ایک خاص فنی کام ہے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب :۔ انسان کوشش کرے تو تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وعدہ خداوندی ہے۔ اصل بات توفیق الٰہی کی ہے۔ اللہ کا نام لے کر ۱۹۵۶ء میں انگریزی ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ اردو ترجمہ کی مشق کرتا رہا۔ لیکن اسے تحصیل حاصل سمجھ کر ترک کر دیا۔ انگریزی ترجمہ کئی بار لکھا۔ کئی بار پھاڑا۔ آخر ایک ڈگر پر لگ گیا۔ روزانہ تقریباً تیرہ گھنٹے کام کیا۔ اپنی تمام تر توانائیاں اس کام کے لیے وقف کر دیں۔ بخاری کی شرح فتح الباری کو معانی و بیان کے تعین کے لیے بنیاد کے طور پر پیش نظر رکھا۔

ساتھی ہم پیشہ ڈاکٹروں نے اپنی بساط بھر میرا ساتھ دیا، ترجمہ کی تسوید، لغات کی ورق گردانی، تحریروں کی تصحیح اور نظر ثانی کے ہر مرحلہ میں انھوں نے مقدور بھر حصہ لیا، عرب اور غیر عرب ممالک کے ۳۰ مختلف ڈاکٹروں نے مختلف مراحل میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اس طرح ایک ایک لفظ کی چھان پھٹک ہو گئی۔ اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر دے۔

مرتب :۔ بہت خوب۔ ذرا یہ بھی واضح کر دیجیے۔ خود آپ نے ترجمہ کا انداز و اسلوب کیا متعین کیا تھا؟

ڈاکٹر صاحب :۔ آپ نے مطبوعہ ترجمہ دیکھا ہے، جلد اور سرورق پر آپ نے جلی حروف میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ TRANSLATION OF THE MEANINGS (احادیث نبویہ کے مفہوم اور معانی کا ترجمہ) گویا میں نے لفظی ترجمہ نہیں کیا بلکہ مفہوم کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے کی سعی کی ہے۔ اور اپنے شب و روز کا بیشتر حصہ اس کام میں لگایا ہے۔ یہ تحدیث نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں۔ لا بفخری۔

مرتب :۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ اب ذرا دیار حبیب کی طرف نقل مکانی اور تکمیلی مراحل پر بھی کچھ روشنی ڈال دیجیے۔

ڈاکٹر صاحب :۔ طائف میں اس کام کے لیے ضروری سہولتیں میسر نہ تھیں۔ پھر ایک ہسپتال کا ماحول جس حد تک علمی ہو سکتا ہے اس کا اندازہ آپ خود بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے وزیر صحت سے مدینہ منورہ کے تبادلہ کی درخواست کی۔ فضیلت مآب الشیخ عبدالعزیز بن باز نے پرزور سفارش کی۔ اور میں اسلامک یونیورسٹی (جامعہ اسلامیہ) مدینہ منورہ میں بطور ڈاکٹر شعبۂ صحت آ گیا۔ یہاں خالص علمی ماحول میسر آ گیا۔ دونوں زبانوں کے ماہرین اور علمائے عصر کا تعاون بہ آسانی حاصل ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذلک

ترجمہ کے خصوصی معاونین

مرتب :۔ ڈاکٹر صاحب! آپ نے چند لمحات پیشتر فرمایا تھا کہ مختلف ممالک کے تقریباً ۳۰ ہم پیشہ ڈاکٹروں نے مختلف مراحل میں آپ کی مدد کی۔ ان میں سے چند خصوصی معاونین کا ذکر ہو جائے تو اچھا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب :۔ جناب ڈاکٹر محمود نصر سوڈانی نے دو سال کی مدت میں اوّل سے آخر تک میرے ترجمہ کی نظر ثانی کی۔ آپ نے خرطوم یونیورسٹی سے تعلیم کی تکمیل کی ہے۔ آپ عربی زبان و ادب پر خصوصی نظر رکھتے ہیں۔ آج کل المستشفی الملک مدینہ منورہ میں متعین ہیں۔

مکرر نظر ثانی الاستاذ شاکر نصیف العبیدی نے تین سال کی مدت میں مکمل کی۔ آپ نے امریکہ سے انگریزی ادب میں ایم۔ اے کیا ہے۔ ان دنوں الکلیۃ التربیۃ (ٹریننگ کالج) مکہ مکرمہ میں شعبہ انگریزی کے سربراہ ہیں۔ اس سے قبل بغداد یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر کے طور پر رہے ہیں۔

(مشہور عالم، استاذ حدیث) ڈاکٹر محمد تقی الدین الہلالی (پی ایچ ڈی برلن یونیورسٹی۔ جرمن) نے چار سال ایک ایک لفظ کی چھان پھٹک کی ہے۔ آپ نے روزانہ بعد عشاء دو گھنٹے اس خدمت کے لیے وقف کیے رکھے۔ ڈاکٹر ہلالی ان دنوں جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس سے قبل آپ محمد خامس یونیورسٹی مراکش میں پروفیسر تھے۔

جزاھم اللہ احسن الجزا

مرتب :۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ابتدائی تیس معاونین کے علاوہ عربی ادب دونوں زبانوں کے علاوہ ان ماہرین نے اس ترجمہ کی نوک پلک درست کرنے میں بھرپور حصہ لیا۔

ڈاکٹر صاحب :۔ جی ہاں۔ ان کے علاوہ اسلامی دنیا کے مشہور عالم ڈاکٹر محمد امین المصری (پی ایچ ڈی کیمبرج) صدر شعبہ علوم شرعیہ، کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ۔ مکہ مکرمہ نے بھی جستہ جستہ کچھ مقامات کا بنظر غائر جائزہ لیا، اور اپنی مہر توثیق ثبت فرمادی۔

میرے لیے یہ امر واقعی طمانیت قلب کا موجب ہے کہ ان حضرات کے تعاون سے اتنا عظیم کام میرے ناتواں ہاتھوں انجام پاگیا۔

ترجمہ کا اسلوب

مرتب :۔ ڈاکٹر صاحب! اگر اجازت ہو تو چند سوال نفس ترجمہ کے بارے میں کروں۔

ڈاکٹر صاحب :۔ ضرور شوق سے کیجیے، آپ رک کیوں گئے؟

مرتب :۔ دوران مطالعہ میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کے ترجمہ کی زبان بے حد آسان ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ علمی کم، عمومی زیادہ ہے۔ آپ اس کی کیا توجیہ فرمائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب :۔ حافظ صاحب! آپ نے کچھ تکلف اور طبعی مروّت سے کام لیا ہے۔ سوال کھل کر نہیں کیا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کے ایک فاضل نے ترجمہ کر "اسنادہٗ ضعیف" کہا ہے۔ آپ کے ذہن میں ان کا اعتراض تو نہیں؟
حقیقت یہ ہے کہ میں نے لفظی ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ حدیث کے مفہوم کا ترجمہ یا ترجمانی کی ہے۔ چنانچہ
جلد کے سرورق پر TRANSLATION OF THE MEANINGS (ترجمۂ مفہوم) کے الفاظ
ثبت ہیں تاکہ کسی قاری کو غلط فہمی نہ ہو۔ میں نے یہ اسلوب کیوں اختیار کیا؟ میرے پیش نظر نومسلم ہیں۔
افریقہ کے عوام ہیں۔ اور عربی زبان سے نابلد وہ کروڑوں عوام ہیں جن کے لیے ان کی زبان میں حدیثِ
نبوی کی کوئی کتاب نہیں۔ میں نے انگلستان یا امریکہ کے علماء و فضلاء کے لیے یہ کام نہیں کیا۔
بایں ہمہ اگر کہیں غلطی ہوگئی ہے، کسی جگہ کوئی سقم رہ گیا ہے تو اس کی نشاندہی کر دی جائے بصد
مسرت و امتنان نظر ثانی کروں گا۔

مرتب:۔ واقعی آپ کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنی تحریر کو حرفِ آخر سمجھتے ہوں، اس لیے
کہ آپ نے اول سے آخر تک ہر مرحلہ پر دوسروں سے مشورے لیے ہیں۔ ان سے بار بار نظرِ ثانی
کرائی ہے۔

طباعت و اشاعت

مرتب:۔ اب ترجمہ کی طباعت و اشاعت کے بارے میں بھی کچھ فرما دیجیے۔

ڈاکٹر صاحب:۔ ترجمہ کا ناشر میں خود ہوں۔ چنانچہ جلد پر پتہ یہی درج ہے۔

ڈاکٹر محمد محسن خاں۔ اسلامی یونیورسٹی (جامعہ اسلامیہ) مدینہ منورہ (سعودی عرب)

اس کے طابع آپ کے پاس بیٹھے ہیں۔ الحاج شیخ محمد یوسف سیٹھی صاحب۔ ان کا پریس ہے
"سیٹھی سٹراپورڈ (کنورشن) لمیٹڈ۔ گوجرانوالہ چھاؤنی۔

یہ پریس "بلا سود و زیاں" کے اصول پر ترجمہ چھاپ رہا ہے۔ اللہ کریم اس پریس کے کارکنوں کو اور
سیٹھی خاندان کو جزائے خیر دے۔ جن کے اس فراخدلانہ تعاون سے طباعت کا مرحلہ آسان
ہو گیا ہے۔

مرتب:۔ آپ مدینہ منورہ میں ہیں۔ پریس گوجرانوالہ چھاؤنی میں ہے۔ عملاً یہ کام کیسے انجام پاتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب:۔ اس جدید سائنسی دور میں بُعد مکانی کسی کام میں حارج نہیں رہی۔ لیکن اس سے زیادہ ان حضرات
کا تعاون اور خدمتِ دین کا جذبہ ہے کہ ایک دمڑی نفع کے بغیر اتنا عظیم الشان کام انجام دے
رہے ہیں۔ اس دور میں یہ بے نفسی کہاں ملے گی۔

میں ٹائپ شدہ مسودہ بھیج دیتا ہوں، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، کاغذ کا انتخاب، طباعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد سازی، غرض سارے مراحل یہ اصحاب خود طے کرتے ہیں۔ یہیں چھپے چھپائے پانچ ہزار مجلد نسخے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی وساطت سے بھیج دیتے ہیں۔

مرتب :۔ ڈاکٹر صاحب! ازراہ کرم طباعت کے فنی پہلوؤں پر بھی کچھ روشنی ڈال دیجیے۔

ڈاکٹر صاحب :۔ معلوم ہوتا ہے آپ کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑیں گے۔ کتاب کا سائز ۷ × ۱۰ انچ ہے۔ احادیث کا متن عربی ٹائپ میں باضابطہ اعراب کے ساتھ چھپتا ہے۔ ترجمہ انگریزی ٹائپ میں متن کے مقابل دوسرے کالم میں طبع ہوتا ہے۔ اپنی امکانی حد تک صحت طباعت کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ اچھی قسم کا سفید کاغذ استعمال کیا جا رہا ہے۔ کپڑے کی مضبوط جلد تیار کی جا رہی ہے۔

انشاء اللہ ۹ جلدوں میں پورا ترجمہ مکمل ہو جائے گا۔ مجموعی ضخامت پونے پانچ ہزار صفحات پر محیط ہوگی (بوقت تحریر ۴۲۵۰ صفحات پر مشتمل ۸ جلدیں مکمل ہو چکی ہیں۔ نویں (آخری جلد) تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ "مرتب")

مرتب :۔ چند کلمات کتاب کی نشرواشاعت کے بارے میں بھی فرما دیجیے۔

ڈاکٹر صاحب :۔ سیٹی سٹار بورڈ ملز (کنورزشن) لمیٹڈ گوجرانوالہ چھاؤنی میں ہر جلد کے پانچ ہزار نسخے تیار ہوتے ہیں۔ جو بجنسہ یہیں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی معرفت روانہ کر دیے جاتے ہیں۔

دو ہزار نسخے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ خرید کر بلاقیمت تقسیم کرتی ہے۔

ایک ہزار نسخے رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ خرید کر بلاقیمت تقسیم کرتا ہے۔

ایک ہزار نسخے السجاز کمرشل ہاؤس مکہ مکرمہ کے ذریعے اور

ایک ہزار نسخے بندہ کی معرفت ہدیہ کیے جاتے ہیں۔

ہر جلد تقریباً ساڑھے پانچ صد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود ہدیہ فی جلد ۸ ریال ہے یعنی "سود و زیاں کے بغیر محض لاگت" کیونکہ مقصد وحید یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پہنچے۔

سرمایہ کی کہانی۔

مرتب :۔ ڈاکٹر صاحب! اس عظیم الشان منصوبے کے لیے ظاہر ہے کثیر ابتدائی سرمایہ کی ضرورت ہوگی۔ وہ کیسے فراہم ہوا؟

ڈاکٹر صاحب :۔ یہ ایک ذاتی مسئلہ ہے۔ اگر اسے آپ نہ چھیڑتے تو بہتر ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب :۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے یہ جہتی سوالات آپ کی حساس طبیعت پر گراں گزر رہے ہوں گے لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ آپ کی مثال شاید کسی اور کے لیے نمونہ عمل بن جائے۔

ڈاکٹر صاحب :۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ تو محض حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم والے خواب کی تعبیر ہے۔ جو میرے ناتواں ہاتھوں سے پوری ہوئی ہے۔ رہا سرمایہ۔ وہ میرا کونسا تھا۔ اللہ کی امانت تھی جو اس کی راہ میں کام آگئی۔

۲۴۰۰۰ (چوبیس ہزار) ریال ذاتی رقم تھی۔ ۲۰۰۰ (دو ہزار) ریال اہلیہ نے اپنا پس انداز پیش کر دیا۔ ۴۴۰۰۰ (چوالیس ہزار) ریال برادر محترم کا مکان فروخت کر کے فراہم کیا۔ اس طرح ستر ہزار ریال سے یہ منصوبہ ظہور میں آیا۔

مرتب :۔ باتوں باتوں میں یہ سوال رہ گیا کہ آپ پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں۔ امراض سینہ کے معالج خصوصی ہیں مریضوں کو وقت دیتے ہیں، جامعہ اسلامیہ میں "صحت عامہ" کے نگران ہیں ـــــ اس علمی کام کے لیے آپ نے اتنا وقت کیسے نکالا۔

ڈاکٹر صاحب :۔ میں شب و روز جہاں ہوتا ہوں اور فرصت کا کوئی لمحہ ملتا ہے یہ کام کرتا رہتا ہوں۔ مدینہ منورہ میں الحمد للہ یہ معمول ہو گیا کہ نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا کر کے کچھ دیر کے لیے دوپہر کے کھانے کے لیے گھر چلا گیا۔ پھر نماز عصر سے نماز عشا کے بعد تک مسجد نبوی میں ہی رہتا ہوں۔ تا آنکہ مسجد بند کرنے کا آخری وقت نہ ہو جائے۔ یوں روضۂ اقدس کے قریب بیٹھ کر باوضو مسلسل کام کرنے کا موقع میسر رہتا ہے۔ نماز فجر میں بھی اذان سے قبل مسجد نبوی میں حاضری ہو جاتی ہے۔ نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی تکرار کر لیتا ہوں۔

مستقبل کے عزائم

مرتب :۔ اللھم زد فزد۔ اللہ کریم ہم سب کو ایسے مواقع فراہم کرے اور حسن عمل کی توفیق بخشے۔ اب آپ بڑی حد تک صحیح البخاری کے ترجمہ کے کام سے فارغ ہو چکے ہیں۔ غالباً آپ کا یہ سفر پاکستان بھی اس مرحلہ کی ایک کڑی ہے۔ آئندہ کیا عزائم ہیں۔

ڈاکٹر صاحب :۔ حال و مستقبل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اب جلد ہی جامعہ اسلامیہ کے فرائض منصبی سے مستعفی ہونے کا ارادہ ہے تاکہ مکمل یکسوئی حاصل ہو جائے۔

مرتب :۔ آخر کیوں؟ یہ تو بڑا اہم اقدام ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب :۔ قرآن مجید حفظ کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی سورۂ اعراف تک کر سکا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب :۔ محض حفظِ قرآن تو سبب نہیں ہو سکتا، وہ تو آپ اب بھی کر رہے ہیں۔ آخر معاش کا مسئلہ بھی ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب :۔ حافظ صاحب! یقیناً حفظِ قرآن کے علاوہ بھی ایک اور مقصد ہے۔ لیکن اسے انٹرویو کا حصہ نہ بنائیے۔ عنایت ہوگی۔ رہا معاش کا مسئلہ، اللہ رازق ہے۔ جامعہ اسلامیہ سے ۸۰۰ ریال ماہانہ پنشن ملے گی۔ انشاء اللہ اس میں گزارہ کر لیں گے۔ چند ماہ سے اہلیہ اس کی شق کر رہی ہیں۔ الحمدللہ وہ میرے ساتھ متفق ہیں اور ہمیشہ ان کارہائے خیر میں ممد و معاون رہتی ہیں۔

(اس مرحلہ پر سیٹھی صاحب نے کچھ تفصیلات بتلائیں لیکن ڈاکٹر صاحب کی خواہش پر ان کی اشاعت مناسب نہیں۔ جو نیک نفس نام و نمود نہ چاہے۔ اسے تشہیر سے اذیت ہوتی ہے)

مرتب :۔ ڈاکٹر صاحب! اہلیہ محترمہ کا ذکر آ گیا ہے تو کچھ بچوں کے بارے میں بھی اشارے کر دیجیے۔ بسا اوقات ذاتی امور بھی دوسروں کے لیے مشعلِ راہ ہو جایا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کچھ زیادہ ہی حسنِ ظن سے کام لے رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم مجھے ایسا ہی بنا دے۔ اہلیہ عرب ہیں، الحمدللہ صوم و صلوٰۃ اور شرع شریف کی پابند ہیں۔ چار بچے ہیں۔ دو حافظِ قرآن ہیں اور جامعہ اسلامیہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔ دو نو عمر ہیں۔ پانچ بچیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو نیک اور میرے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔

اس طویل گفتگو پر یہ یادگار مجلس ختم ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب صرف چند گھنٹوں کے لیے طویل سفر کر کے لاہور تشریف لائے تھے۔ ان کے تین قیمتی گھنٹے اس انٹرویو کی نذر ہو گئے۔ میں صمیم قلب سے اس نوازش بے پایاں کا شکر گزار ہوں، خصوصاً اس لیے بھی کہ انھوں نے غریب خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔

ایک طویل انٹرویو کی رپورٹنگ میں کمی بیشی ہو جانا بعید از امکان نہیں، خاص طور پر اس صورت میں جبکہ ڈھائی سال بعد وہ قارئین تک پہنچ رہا ہو۔ امید ہے قارئین کرام ہر فروگذاشت کو بندہ سے محمول فرمائیں گے اور ڈاکٹر صاحب اپنے اخلاق کریمانہ سے کام لے کر عفو و درگزر سے نوازیں گے۔ (مرتب)

اسلامی اکادمی آپ کے دینی ذوق کی تکمیل کے لیے صالح اور مفید لٹریچر پیش کرنے کو ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔
اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظفر حسین چودھری

مقامِ مصطفےٰ ـــ اقبال کی نظر میں

ایک مسلمان گھرانے کے چشم و چراغ اور ایک صوفی باپ کے فرزند ارجمند کی حیثیت سے علامہ اقبال کا نبی اکرم سے گہرا قلبی لگاؤ یوں تو ایک فطری بات ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ جذبہ نہ صرف ان کی پوری زندگی کو محیط ہے بلکہ ان کی زندگی کا وہ تخلیقی جوہر ہے جو ماہ و سال گزرنے کے ساتھ ساتھ برابر اور متواتر ترقی کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں ان کی پوری شخصیت اسی ایک جذبے میں مرتکز ہو کر مہبطِ انوارِ محمدیہ بن گئی اور آپ نے اپنی زندگی کو کاملاً ایک جذبے کی نذر کر دیا تو بات فقط اثرات اور میراثِ پدر تک ہی محدود نہیں رکھی جا سکتی۔ بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ ہماری گفتگو ایسی شخصیت کے بارے میں ہو جس کا شمار اپنے عہد کے چوٹی کے فلاسفر میں ہوتا ہو۔ جو مزاجِ عصر کو بدلنے کا عزم رکھتا ہو[1] جس کا دعویٰ یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے اس کے جذبے کو ہی تسکین نہیں ملی بلکہ اس کی عقل نے بھی اپنی مراد یہیں سے پائی ہے[2] جس کا عقیدہ یہ ہو کہ ہم آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے اسی طرح مستفید ہو سکتے ہیں جس طرح آپ کی زندگی میں صحابہ کرام ہوا کرتے تھے[3] جس نے اپنے کامل شعور کے ساتھ گواہی دی ہو کہ انسانیت کا یہی وہ مقام ہے جس میں عیشِ دوام کا سراغ ملتا ہے[4] جس کے نزدیک نبی کی ذات خدا سے بھی محبوب تر ہو[5] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لیے جذباتِ شکرگزاری کے سبب جس کے وجود کا ذرہ ذرہ چھلکا پڑتا ہو[6]

اقبال اور حبِ رسول۔ سید ابوالحسن ندوی نے علامہ اقبال کی شخصیت کے چار تخلیقی عنصر گنوائے ہیں اور ان میں حبِ رسول کو بجا طور پر ایک اہم عنصر کی حیثیت دی ہے[7]۔ علامہ اقبال کو ذاتی طور پر جاننے والے سبھی لوگوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ سیرتِ اقبال میں حبِ رسول کا عنصر اتنا قوی تھا کہ کوئی بھی ملنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حکیم عبدالمجید قرشی مرحوم نے لکھا ہے کہ جب تک علامہ اقبال کو قریب سے نہ دیکھا جائے اس شیفتگی اور عشق کا اندازہ لگانا مشکل ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوانی کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی ۔ آخر عمر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ان کا دل اس قدر رقیق ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان پر آتے ہی اشک بار ہو جاتے اور بسا اوقات اس قدر رقت طاری ہو جاتی کہ ہم جلیسوں کو ان کی زندگی کے بارے میں تشویش لاحق ہو جاتی۔ آپ کے ایک قریبی دوست غلام بھیک نیرنگ نے علامہ اقبال کے حالات کے بیان میں لکھا ہے کہ حضور سرور کائنات سے ان کے قلبی تعلق کے پیش نظر میں نے خاص خاص لوگوں سے بطور راز کہہ رکھا تھا کہ اگر علامہ اقبال حضور کے مرقد پاک پر حاضر ہوئے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے بارے میں ان کا آبگینۂ احساس اس قدر نازک تھا کہ اگر کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کے سامنے درود شریف پڑھے بغیر زبان پر لاتا تو اس قدر تکلیف محسوس کرتے کہ بسا اوقات پوری رات اس کرب اور تکلیف میں گزر جاتی۔ پاسِ ادب کا اپنا یہ عالم تھا کہ علالت کے آخری ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان پر لانے سے پہلے اس بات کا پورا پورا اطمینان کر لیتے کہ حواس اور بدنی حالت میں کوئی خرابی تو نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل اعتماد و یقین کی کیفیت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے سید نذیر نیازی نے لکھا ہے کہ ایک بار جب آپ کے سامنے حضرت ابوسعید خدری کی اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور رسالت مآب اپنے بعض احباب کے ساتھ اُحد پر تشریف لے گئے اور اُحد کانپ اٹھا تو حضرت علامہ فرمانے لگے "یہ محض استعارہ نہیں ہے۔" اور پھر درد کی تکلیف کے باوجود ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ "MIND YOU! IT IS NO METAPHOR"

اقبال اور حُبِّ رسول کی پرورش ۔ ڈاکٹر عبدالمجید ملک راوی ہیں کہ ایک بار انھوں نے حضرت علامہ سے استفسار کیا کہ حضور سرور کائنات سے محبت کا گنج گراں مایہ انھیں کیسے ملا تو آپ نے بلا توقف ارشاد فرمایا کہ درود شریف کے ورد کی کثرت کی برکت سے۔ اس بات کی طرف ان کی شاعری میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

کافر ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق
لب پہ درود و صلوات دل میں درود و صلوات

لیکن درود شریف کی کثرت کے ساتھ ساتھ نبوتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معنوی حیثیت پر غور و خوض بھی زندگی بھر آپ کا مستقل وظیفہ رہا جو آپ کے لوحِ دل پر عظمتِ رسول کے نقوش اجاگر کر کے "جذبۂ حبِّ رسول" کی پرورش کرتا رہا۔ خواجہ عبدالوحید صاحب کی ڈائری کے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولاتی مثلاً مورخہ ۴ رجولائی ۱۹۳۶ء کے یہ الفاظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔

"آپ نے نبوت پر عمومی اور نبوتِ محمدیہ پر خصوصی روشنی ڈالی۔ حضرت علامہ کا یہ پختہ خیال ہے کہ نبوتِ محمدیہ کی معنوی حیثیت کو ابھی تک انسان نہیں سمجھا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ بعض بزرگانِ سلف بھی اس کی کنہ کو نہیں پہنچے۔ وہ مدعی تھے کہ خود ان کو اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے اور اس موضوع پر وہ تفصیل سے اپنی مجوزہ کتاب "تمہید القرآن" میں روشنی ڈالیں گے۔ عبدالمجید سالک نے اپنے بیان میں اس سے ملتی جلتی بات کہی ہے جس سے اس بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا کو ساری کائنات سے افضل جانتے تھے اور ہر مسلمان جانتا ہی ہے لیکن عام مسلمانوں کے ماننے اور ان کے ماننے میں فرق یہ تھا کہ مسلمان اعتقاداً کہتے ہیں۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن حضرت علامہ حقیقتاً اس عقیدے کو تسلیم کرتے تھے اور جب اس موضوع پر گفتگو فرماتے تو القاء و الہام، مقامِ نبوت، انسانیتِ کاملہ، توازنِ جذبہ و ادراک اور حریتِ انسان کے مسائل پر نفسیاتِ جدیدہ کی رو سے ایسی سیر حاصل بحث فرماتے کہ کسی مخالف کو بھی حضور کے انسانِ کامل ہونے میں شبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔"

غرض یہ کہ علامہ اقبال اپنے ذکر و فکر اور علم و عرفان انوارِ محمدیہ سے ہمیشہ مستنیر ہوتے رہے اور ان کا دل تجلیاتِ محمدیہ سے معمور بنا رہا۔ محبت کے انھیں جذبات سے سرشاری کی کیفیت میں وہ ایک مجذوبانہ کیفیت سے پکار اٹھتے ہیں۔

بگوئے تو گدازیک نوا بس ۔۔۔ مرا ایں ابتدا ایں انتہا بس
خراب جراتِ آں رندِ پاکم ۔۔۔ خدا را گفت ما را مصطفےٰ بس

اقبال کی دینی فکر اور اسوۂ رسول ۔ راقم الحروف کی ناچیز رائے میں امورِ دینیہ میں علامہ اقبال کی صحتِ بصیرت اور سلامتیِ فکر کا راز فقط اس ایک نقطے میں مضمر ہے کہ آپ "دین ہمہ اوست" کی رمز سے آشنا تھے۔ اس نکتے کی معنویت یوں سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اسلام کی حقیقت اگر کلمہ طیبہ میں سمٹ آئی ہے تو آپ نے اس کے دوسرے ٹکڑے یعنی محمد رسول اللہ کی اہمیت کو اچھی طرح دلنشین کر لیا تھا جو اس کے پہلے ٹکڑے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی صحت کی واحد ضمانت ہے کیونکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید وہی معتبر ہے جس پہ پیغمبر کی مہر تصدیق ثبت ہو۔ حضرت مجدد الفِ ثانی کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "خدا را بایں طور می شناسم کہ خدائے محمد است" بلا شبہ اگر مقصدِ توحید "خدائے محمد" نہ ہو تو وہ کسی نہ کسی کا بُت ہے خدا ہرگز نہیں ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو شریعت اور طریقت میں جتنی بھی لغزشیں بعض علماء اور صوفیاء کی ذہنی اور روحانی نارسائیوں کے باعث سرزد ہوئی ہیں ان سب کا بنیادی سبب بالآخر یہی قرار پاتا ہے کہ یہ لوگ مقامِ رسول کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں کسی نہ کسی وجہ سے ناکام رہ گئے تھے۔ بعض علماء نے حفاظتِ توحید کے جوش میں محمد رسول اللہ کا ترجمہ "محمد فقط رسول ہیں خدا نہیں" کرتے ہوئے اس ٹکڑے کے معانی کو بشریت پہ زور دینے کی غرض سے الوہیت کی نفی تک محدود کر دیا جس کی وجہ سے (معاذ اللہ) پیغمبر کی حیثیت ایک چٹھی رسان پیغام بر (یعنی فقط ایک ذریعہ) سے زیادہ متصور نہ ہو سکی اور شریعت ایک مردہ و بے جان قوانین کا مجموعہ بن کر رہ گئی اس طرح بعض صوفیا عرفانِ ذاتِ باری تعالیٰ کے شوق میں گمراہ بلکہ بدراہ ہو کر (معاذ اللہ) یہاں تک کہہ گزرے مثلاً

پنجہ در پنجۂ خدا دارم من چہ پروائے مصطفےٰ دارم (شیخ ملا)

اور یہ بدمستی بھی پیغمبر یا اس کی لائی ہوئی شریعت کو محض ایک ذریعہ سمجھنے ہی کا نتیجہ تھی۔ یہ علماء اور صوفیا خدا کی محبت کے زعمِ باطل میں یہ سادہ سی حقیقت فراموش کر گئے کہ پیغمبر کی ذات ہی خدا رسیدگی کا واحد اور ناگزیر وسیلہ ہے اور جس خدا کی محبت کے یہ مدعی ہیں وہ خود فرماتا ہے قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ جس کی رُو سے فَاتَّبِعُونِي کی شرط پوری نہ ہو تو محبت کا جذبہ بھی نارسا ہے خواہ یہ جذبۂ محبت اپنی طلب میں کتنا ہی صادق کیوں نہ ہو لیکن شوقِ اتباع کا جذبہ اگر قوی ہو تو خدا کا محبوب بن جانا بھی دشوار نہیں ہے۔ اس لیے اگر علامہ اقبال حبِ رسول پر زور دیتے ہوئے یہ فرماتے ہیں۔

قوتِ قلب و جگر گردد نبیؐ از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

تو یہ دین کی اصل پاکیزگی کی طرف لوٹنے کی ایک عملی صورت ہے۔ نبیؐ کی ذات سے اخلاص و محبت کا رشتہ قائم ہو جاتے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا طلبی کا داعیہ پیدا نہ ہو اور رفتہ رفتہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہ کی کیفیت پیدا نہ ہو جائے

درحقیقت علامہ اقبال کی مذہبی بصیرت نے انھیں آغاز میں ہی اس نتیجے تک پہنچا دیا تھا

رسول مقبول نمبر (۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر علمی حیثیت سے مذہب کی حقیقت رسول ہی کی شخصیت کا اظہار و انکشاف ہے جسے ہم شریعت اور طریقت کے دو نام دے دیتے ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں ہندوستان ریویو میں آپ کا ایک مقالہ "اسلام۔ ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حیثیت سے" (ISLAM AS A MORAL AND POLITICAL IDEAL) کے عنوان سے شائع ہوا جو آپ کی نہایت ابتدائی تحریروں میں سے ہے۔ اس میں آپ بڑی صراحت اور وضاحت سے لکھتے ہیں۔

"جب میں یہ کہتا ہوں کہ مذہب درحقیقت کسی قوم کے تجربات زندگی کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو ایک عظیم شخصیت کے ذریعے ایک قطعی اظہار کی شکل اختیار کرتا ہے تو میں حقیقت دہی کو ہی سائنس کی زبان میں بیان کر رہا ہوتا ہوں"

گویا ان کے نزدیک قوم میں سیرتِ رسول کے نفوذ کا ہی دوسرا نام مذہب ہے۔ حقیقت مذہب کے بارے میں ان کا یہ نظریہ غور و فکر کے ساتھ ساتھ پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں وقت کے ایک جید عالمِ دین سے خطاب کرتے ہوئے انھیں اس رمزِ دین کی وضاحت کرنی پڑی۔

مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی فلسفیانہ فکر اور اسوۂ رسول۔ ایک فلسفی کی حیثیت سے علامہ اقبال کی دلچسپی کے موضوعات زیادہ تر وہ مسائل تھے جو انسان کی عملی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ ایسے فلسفیوں پر افسوس ظاہر کرتے ہیں جو زندگی کے مسائل کو نظر انداز کر کے مابعد الطبیعاتی مسائل کو اپنی غور و فکر کا موضوع بناتے ہیں۔

حکیماں گرچہ صد پیکر شکستند — مقیمِ سومنات بودہ ہستند
چساں از فرشتہ و یزداں بگیرند — ہنوز آدم بفتراکے نہ بستند

آپ کے نزدیک فلسفی کو اپنے غور و فکر میں با مقصد اور افادیت پسند ہونا چاہیے جو فلسفی انسان کے قوائے عملیہ کو مہمیز کرنے کے بجائے قوائے عقلیہ کو جلا دینے کی فکر کرے وہ آپ کے خیال میں حقائقِ دین سے بے بہرہ رہتا ہے خواہ وہ رازی ہی کیوں نہ ہو۔

ز رازی معنیٔ قرآں چہ پرسی — ضمیر ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد دل بسوزد — ہمیں تفسیرِ نمرود و خلیل است

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے علامہ اقبال نے اپنے غور و فکر کا مرکز و محور خودی یا انسانی ذات کو بنایا۔ پھر چونکہ ان کا مقصد انسان کے قوائے عمل کو انگیخت کرنے کا تھا اس لیے انہیں ذاتِ انسانی کی ابتداء سے کہیں زیادہ دلچسپی اس کی انتہا کے بارے میں تھی یعنی وہ مقدرِ انسانی کے راز داں بننا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک انسان کا انتہائی حصولِ کمال اس کی سیرت (CHARACTER) ہے۔" دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو قرآن کا موضوع بھی تشکیلِ سیرت ہی ہے۔ قرآن میں اگرچہ خدا، فرشتے، آخرت، جنت دوزخ، قیامت، حشر نشر وغیرہ مابعد الطبیعاتی حقائق کا ذکر آتا ہے اور بہت کثرت سے آتا ہے لیکن قرآن میں ان حقائق کی ماہیت اور حقیقت پر علمی اور عقلی بحث نہیں کی گئی اور ہر چند ہمارے علماء اور مفسرین نے ان پر عقل کی حاشیہ آرائی بہت کی ہے لیکن ان کی ساری کوششوں کے باوجود ان کی حقیقت کھلتی نہیں لیکن اس کے برعکس قرآن میں انسان کی سیرت سازی اور تشکیلِ معاشرہ کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان کو غور و فکر کا موضوع قرار دیا جائے تو زندگی کے عملی مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔ علامہ اقبال اس نکتے سے بخوبی آگاہ تھے۔ فرماتے ہیں۔

گدائے جلوہ رفتی بر سرِ طور — کہ جانِ تو ز خود نامحرمے ہست
قدم در جستجوئے آدمے زن — خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

چنانچہ ان کے نزدیک قرآن کا موضوع ہی "تلاشِ آدم" اور "آدم گری" ہے جس کا نمونہ کمال ہمیں اسوۂ رسول میں ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت استوار کرنا سیرت سازی کا ایک ناگزیر تقاضا قرار پاتا ہے جس پر علامہ اقبال کا زور دینا بالکل بجا ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

رشید احمد صدیقی نے ایک جگہ کہا ہے کہ علامہ اقبال پر ایک بڑے مذہب کی گرفت اتنی نہیں جتنی کہ ایک بڑی شخصیت کی لیکن حق تو یہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے مذہبی تصورات میں شخصیت سے الگ ہو کر دین کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں ؂

تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم — وگرنہ جز تو ما را منزلے نیست

اور یہی ان کی راست فکری کی دلیل ہے جو انہیں فلسفی ہوتے ہوئے بھی کٹر سے کٹر راسخ العقیدہ مسلمانوں میں بھی معزز و محترم بناتی ہے۔

تصوف کے بارے میں اقبال کا نقطۂ نظر اور اسوۂ رسول۔ تصوف کی طرف آئیے تو یہاں بھی علامہ اقبال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا منفرد نقطۂ نظر انہیں اس راستے پر ڈالتا ہے جس کی آخری منزل عبدہٗ یعنی اسوۂ رسول ہے۔ پروفیسر اینماری شمل نے تصوف کی دو بڑی قسمیں بیان کی ہیں جن میں سے ایک کو وہ تصوف ابدیت (MYS-TICISM OF ETERNITY) کا نام دیتی ہیں اور دوسرے کو تصوف عبدیت (MYSTICISM OF PERSONALITY) کا۔[۲۱] اول الذکر کا تعلق گیان دھیان اور مراقبوں سے ہے اور اس کی آخری منزل نروان یا وحدت الوجود ہے۔ آخر الذکر کا تعلق تعمیر سیرت سے ہے جس سے ایک پختہ شخصیت معرضِ وجود میں آتی ہے اور علامہ اقبال اسی دبستانِ تصوف سے تعلق رکھتے ہیں۔ عبدالمجید سالک نے علامہ اقبال کے حالات کے بیان میں ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جس سے تصوف کے بارے میں ان کے مخصوص نقطۂ نظر کی وضاحت ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں[۲۲]

"میں شام کے وقت حسبِ معمول حاضرِ خدمت تھا کہ ایک بزرگ فقیر حضرت کے پاس آئے۔ باتیں شروع ہوئیں حضرت نے فرمایا "سائیں جی میرے لیے دعا کیجیے" وہ کہنے لگے کیا آپ کو دولت مطلوب ہے" فرمانے لگے نہیں مجھے دولت کی ہوس نہیں۔ درویش آدمی ہوں اللہ مجھے ضرورت کے مطابق عطا کر دیتا ہے" پھر فقیر نے پوچھا۔ کیا دنیا میں عزت و جاہ کے طلبگار ہو؟" حضرت نے فرمایا۔ نہیں وہ بھی اللہ کے فضل سے حاصل ہے۔ میں کسی اونچے رتبے کا طالب نہیں" سائیں جی نے پوچھا تو پھر کیا خدا سے ملنا چاہتے ہو؟"

اس پر حضرت کی آنکھوں میں خاص چمک پیدا ہوئی۔ فرمانے لگے "خدا سے ملنا! سائیں جی خدا خدا کرو۔ میں بندہ وہ خدا! میرا اس کا واسطہ صرف بندگی کا ہے۔ ملنا کیا معنی؟ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ خدا مجھے ملنے آ رہا ہے تو میں بیس کوس بھاگ جاؤں۔ اس لیے کہ دریا قطرے سے ملے گا تو قطرہ غائب ہو جائے گا۔ میں قطرہ کی حیثیت سے قائم رہنا چاہتا ہوں اور اپنے آپ کو مٹانا نہیں چاہتا بلکہ قطرہ رہ کر اپنے آپ میں دریا کے خواص پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

اس پر سائیں بے خود ہو کر جھومنے لگے اور کہنے لگے "واہ اقبال۔ جیسا سنتے تھے ویسا ہی پایا تو خود آگاہ و مشرب ہے تجھے کسی فقیر کی دعا کی کیا ضرورت ہے"

خواجہ حسن نظامی کے نام جو خط آپ نے ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو لکھا[۲۳] اس میں تصوف کے بارے میں آپ کے نقطۂ نظر کی مزید وضاحت ہوتی ہے اور اس تحریر کی روشنی میں آپ کا موقف پوری طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس خط سے چیدہ چیدہ اقتباسات یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

آپ کے تصوف کی اصطلاح میں اگر اپنے مذہب کو بیان کروں تو یہ ہو گا کہ شانِ عبدیت انتہائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمال روحِ انسانی کا ہے۔ اس سے آگے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ صوفیا کو توحید اور وحدت الوجود کا مفہوم سمجھنے میں بڑی غلطی ہوئی ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں مترادف نہیں ہیں۔ مقدم الذکر کا مفہوم مذہبی ہے اور مؤخر الذکر کا مفہوم خالص فلسفیانہ ہے۔ توحید کی ضد کثرت نہیں ہے جیسا کہ بعض صوفیا سمجھتے ہیں بلکہ شرک ہے۔ ہاں وحدت الوجود کی ضد کثرت ہے .....

اسلام کی تعلیم نہایت صاف اور واضح اور روشن ہے۔ یعنی عبادت کے لائق صرف ایک ذات ہے۔ باقی جو کثرتِ عالم میں نظر آتی ہے وہ سب کی سب مخلوق ہے، گو علمی اور فلسفیانہ اعتبار سے اس کی حقیقت ایک ہی کیوں نہ ہو۔ چونکہ صوفیا نے فلسفہ اور مذہب کے دو مختلف مسائل (وحدت الوجود اور توحید) کو ایک ہی سمجھ لیا اس لیے ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ توحید کو ثابت کرنے کا کوئی اور طریقہ ہونا چاہیے جو عقل اور ادراک کے قوانین سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ اس غرض کے لیے حالت سکر مدد و معاون ہوتی ہے اور یہ ہے اصل سلسلہ حال و مقامات کی۔ ....

"قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یا اس کی رو سے وجود فی الخارج (کائنات) کی ذات باری کے ساتھ اتحاد یا غیریت کی نسبت نہیں ہے بلکہ مخلوقیت کی نسبت ہے (یعنی خدا خالق ہے اور کائنات مخلوق اور مخلوق کے مابین مغائرت کلی ہے)

اس مسئلہ وحدت الوجود پر بحث کرتے ہوئے خان محمد نیاز الدین خاں کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔[۲۵]

میرا مذہب تو یہ ہے کہ یہ سارے مباحث مذہب کا مفہوم غلط سمجھنے سے پیدا ہوتے ہیں مذہب کا مقصود عمل ہے نہ (کہ) انسان کے عقلی تقاضوں کو پورا کرنا"

۱۹۱۶ء میں اسلام کے اسی پہلو کی وضاحت کرنے کے لیے تصوف کی تاریخ پر ایک کتاب لکھنے کا منصوبہ بھی ان کے پیش نظر رہا۔ خان نیاز الدین خاں مرحوم کے نام ایک خط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کے دو باب لکھے جا چکے تھے۔ اس خط میں وہ نیاز الدین صاحب کو لکھتے ہیں۔[۲۶]

تصوف کے ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے نہایت قابل ہے کیونکہ اس کے پڑھنے سے طبیعت میں سوز و گداز کی حالت طاری ہوتی ہے۔ فلسفہ کا حصہ محض بیکار ہے اور بعض صورتوں میں میرے خیال میں تعلیم قرآن کے مخالف۔ اسی فلسفہ نے متاخرین صوفیہ کی توجہ صور و اشکال عینی کے مشاہدہ (کی) طرف کر دی اور ان کا نصب محض غیبی اشکال کا مشاہدہ بن گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اسلامی نقطۂ خیال سے تزکیۂ نفس کا مقصد ازدیادِ یقین و استقامت ہے۔ اخلاقی اور عملی اعتبار سے متصوفین اسلامیہ کی حکایات و مقولات کا مطالعہ نہایت مفید ہے لیکن دین کی اصل حقیقت ائمہ اور علماء کی کتابیں پڑھنے سے ہی کھلتی ہے اور آج کل زمانے کا اقتضاء یہ ہے کہ علمِ دین حاصل کیا جائے اور اسلام کے عملی پہلو کو نہایت وضاحت سے پیش کیا جائے۔ حضرات صوفیہ خود کہتے ہیں کہ شریعت ظاہر ہے اور تصوف باطن۔ لیکن اس پُرآشوب زمانے میں وہ ظاہر جس کا باطن تصوف ہے معرضِ خطر میں ہے۔ اگر ظاہر قائم نہ رہا تو اس کا باطن کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ مسلمانوں کی حالت آج کل بالکل ویسی ہے جیسے کہ اسلامی فتوحات ا... کے وقت ہندوستان میں تھی یا ان فتوحات کے اثر سے ہوگئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اس حقیقت کو ذہن نشین کرانے پر بہت زور دیا ہے کہ شریعت ہی اصل طریقت ہے۔ فرماتے ہیں۔

در شریعت معنیٔ دیگر مجو — غیر ضو در باطنِ گوہر مجو

ایں گہر را خود خدا گوہر گر است — ظاہرش گوہر بطونش گوہر است

غور سے دیکھا جائے تو درحقیقت یہ بھی اتباعِ رسول پر ہی زور دینے کا طریقہ تھا۔ مروجہ تصوف کی اصلاح کی غرض سے آپ نے بار بار امتِ مسلمہ کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ وہ شریعت کو مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ طریقت شریعت میں ہی اخلاص پیدا کرنے کا دوسرا نام ہے۔

پس طریقت چیست اے والا صفات — شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات

از شریعت احسن التقویم شو — وارثِ ایمان ابراہیم شو

از جدائی گرچہ جاں آید بہ لب — وصلِ او کم جو رضائے او طلب

مصطفےٰ داد از رضائے او خبر — نیست در احکامِ دیں چیزے دگر

طینتِ پاکِ مسلماں گوہر است — آب و تابش از یمِ پیغمبر است

آبِ نیسانی بہ آغوشش درآ — درمیانِ قلزمش گوہر برآ

در جہاں روشن تر از خورشید شو — صاحبِ تابانیٔ جاوید شو

اور جہاں کہیں آپ نے خالص تصوف کی زبان استعمال کی وہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ذات گرامی کو ہمیشہ سامنے رکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وحدت الوجود کے "مقام" یا "حال" یا "واردات" کے بیسے ہمہ اوست کی اصطلاح کے مقابلے میں دین ہمہ از اوست کے مقام، حال اور واردات کو دین کی آخری منزل قرار دیا۔ جس کی وجہ سے تصوف میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی اصلاح ممکن ہوئی۔

می ندانی عشق و مستی از کجاست　　این شعاعِ آفتابِ مصطفیٰ است

زندۂ تا نورِ او در جان تست　　این نگہدار ندۂ ایمان تست

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست　　ما امینیم این متاعِ مصطفیٰ است

معنیٔ دیدار آن آخر زمان　　حکم او بر خویشتن کردن روان

اقبال کا فلسفہ خودی اور اسوۂ رسول ۔ علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کا بغائر مطالعہ بھی اس حقیقت کو منکشف کر دیتا ہے کہ جس چیز کو علامہ اقبال "خودی" یا "مقام خویش" سے تعبیر کرتے ہیں وہ تعلق باللہ اور اتباعِ رسول کے سوا کچھ اور نہیں۔

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو

آپ کے نزدیک مثالی خودی کا باطن للہیت اور ظاہر اتباعِ رسول سے عبارت ہے۔

خودی کی خلوتوں میں کبریائی　　خودی کی جلوتوں میں مصطفائی

ظفر احمد صدیقی کے نام اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں[۲۶]

"دین اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدے کی رُو سے ہر شے پر مقدم ہے نفس انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کی حدود متعین کرتا ہے۔ ان حدود کے متعین کرنے کا نام اصطلاح اسلام میں شریعت یا قانونِ الٰہی ہے۔ خودی خواہ ہٹلر کی ہو یا مسولینی کی قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔

بہرحال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پرائیویٹ ایمان و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جاتے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیہ اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اس کا نام بقا رکھا ہے۔"

جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی تفصیل کے ساتھ لکھ آئے ہیں کہ شریعت کی محسوس شکل اسوۂ رسول ہی ہے۔ فلسفہ خودی کی رُو سے اگر شریعت نام ہے خودی کے استحکام کا تو اس کا آخری معیار سیرتِ رسول ہے اور یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری میں "مصطفیٰ" اور "عبدہ" کے الفاظ رفتہ رفتہ شعری علامات میں ڈھل جاتے ہیں جو خودی کی نشوونما، استحکام اور ترقی کا کمال اور ذاتِ انسانی کی معراج کے طور پر ان کی شاعری میں استعمال ہوتی ہیں۔

سوال
از تو پرسم گرچہ پرسیدن خطاست — سرِّ آں جوہر کہ نامش مصطفیٰ است
آدمے یا جوہرے اندر وجود — آنکہ آید گاہے گاہے در وجود

جواب
عبدہٗ از فہم تو بالا تر است — زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
جوہر او نے عرب نے اعجم است — آدم است و ہم ز آدم اقدم است

کس ز سرِّ عبدہٗ آگاہ نیست — عبدہٗ جز سرِّ الا اللہ نیست

تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا — عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو — آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست — یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

انسان کے بارے میں علامہ اقبال کا نقطۂ نظریہ تھا کہ اگرچہ یہ خاکی نژاد ہے لیکن نوری صفات پیدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک ذرا سی آبجو ہے لیکن یہ آبجو بحرِ بیکراں بننے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔

تو می گوئی کہ آدم خاک زاد است — اسیرِ عالمِ کون و فساد است
ولے فطرت ز اعجازے کہ دارد — بنائے بحر بر جوئے نہاد است

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس آبجو کو بحرِ بیکراں میں تبدیل کرنے کے لیے جو پروگرام وہ تجویز کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے

مصطفیٰ بحر است موج او بلند　　　خیز و ایں دریا بجوئے خویش بند

اقبال کا ذوقِ شاعری اور اسوۂ رسول ۔ ہر شاعر فطری طور پر حسن سے متاثر ہوتا ہے جو اس کے اندر شعرگوئی کی تحریک پیدا کرتا ہے ۔ علامہ اقبال جس قسم کے حسن سے سب سے زیادہ متاثر تھے وہ اخلاق و کردار اور شخصیت و سیرت کا حسن تھا جسے آپ نے "خودی" کی فلسفیانہ اصطلاح کا نام دیا۔ اس لیے آپ کی شاعری کا موضوع خودی یا دوسرے الفاظ میں حسنِ سیرت و کردار ہے ۔ لیکن حسن سیرت و کردار کا جو کامل نمونہ عمر بھر آپ کی شاعری کے لیے زبردست تخلیقی تحریک بنا رہا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی جس میں جلال و جمال اور فقر و شاہی، زہد و جہاد، کی وہ ساری رعنائیاں اور تابانیاں سمٹ آئی ہیں ۔ جن کی علامہ اقبال کے شاعرانہ تخیل اور ذوقِ حسن کو تلاش تھی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی حسنِ سیرت کی کوئی چمک دیکھتے ہیں اس میں انھیں اسوۂ رسول کے فیض ہی کی جھلک نظر آتی ہے ۔

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

می ندانی عشق و مستی از کجاست　　　ایں شعاعِ آفتابِ مصطفیٰ است

زندۂ تا نورِ او در جانِ تست　　　ایں نگہدارندۂ ایمانِ تست

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست　　　ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ است

فقر و شاہی واردات مصطفیٰ است　　　ایں تجلیہائے ذاتِ مصطفیٰ است

اقبال کا تصورِ آزادی اور اسوۂ رسول ۔ اگرچہ علامہ اقبال کے پیشِ نظر جو مقصد تھا وہ مسلمانوں کو انگریزوں کی سیاسی غلامی سے نجات دلانے کا مسئلہ تھا لیکن آپ نے اس مقصد کے لیے جو پروگرام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا وہ ایک سیاسی مسئلہ کے سیاسی حل تک محدود نہیں رہا بلکہ ان میں آزادی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایسی نفسیات پیدا کرنا مقصود تھا جو انھیں اسوا اللہ کی ہر قسم کی غلامی سے نجات دلائے اور ان کی پوری قومی زندگی میں ایک نفسیاتی اور روحانی آزادی کی راہ ہموار کر کے اسلام کی اصل پاکیزگی کی طرف رہنمائی کرے۔ اس غرض کے لیے آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کی نفسیاتی اہمیت پر زور دیا۔ آپ کے نزدیک یہ عقیدہ انسان کو ہر قسم کی روحانی غلامی سے نجات دلاتا ہے کیونکہ اس سے یہ یقین لازم آتا ہے کہ انسانی تاریخ میں فوق الفطرت سرچشمہ کا منصب ختم ہو چکا ہے اور ہر باطنی واردات اب آزادانہ تنقید پر پرکھی جانے کے قابل ہے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے انسان کے اندرونی تجربات میں علم کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ لیکچرز میں ایک جگہ لکھتے ہیں[۲۲]

جس طرح لا الٰہ کا عقیدہ فطرت کی تمام قوتوں سے الوہیت کا لباس اتار پھینکتا ہے اور انسان کے بیرونی تجربات میں تنقیدی مشاہدہ کی روح پیدا کرتا ہے (بالکل اسی طرح) باطنی واردات خواہ وہ کتنی ہی غیر فطری اور غیر معمولی کیوں نہ ہوں مسلمان کے لیے بالکل فطری تجربہ ہے جو دوسرے مشاہدات کی طرح تنقید کی زد میں آتا ہے۔"

ایک دوسرے مقام "نبوت پر ایک نوٹ" میں تحریر فرماتے ہیں[۲۳]

ایک کامل الہام اور وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور الہام و وحی کی غلامی حرام ہے بڑا اچھا سودا ہے کہ ایک غلامی سے باقی سب غلامیوں سے نجات ہو جائے اور لطف یہ ہے کہ نبی آخر الزمان کی غلامی، غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے کیونکہ اس کی نبوت کے احکام دینِ فطرت ہیں یعنی فطرتِ صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرتِ صحیحہ کا انھیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں اس واسطے عین فطرت ہیں ایسے احکام جن کو ایک مطلق العنان حکومت نے ہم پر عاید کر دیا ہے اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہوں اسلام کو دینِ فطرت کے طور پر "REALISE" کرنے کا نام تصوف ہے اور ایک اخلاص مند مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرے۔"

اقبال کا تصورِ ملت اور رسول آخر الزمان۔ علامہ اقبال نے رسالت کے ملت ساز پہلو کو اس صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جو شاید ان سے پہلے کسی بھی عالمِ دین سے ممکن نہ ہو سکا تھا۔ علامہ اقبال کو بھی اس بات کا احساس تھا چنانچہ خواجہ عبدالوحید صاحب کی ڈائری کا وہ ورق جسے ہم اوپر نقل کر رہے ہیں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں تھی کہ عقیدۂ توحید بحذف عقیدۂ ختم رسالت ملت کی شیرازہ بندی نہیں کر سکتا۔ جہاں تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت اور ختم رسالت کے منصب کی سماجی اہمیت کا تعلق ہے وہ بجا طور پر اس پر بڑی شدت کے ساتھ اصرار کرتے تھے چنانچہ آپ نے یہ نکتہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا کہ تصدیق و تکذیب رسالت ہی سے ایمان اور کفر کا امتیاز کیا جا سکتا ہے فرماتے ہیں۔[۲۹]

" اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں : یعنی وحدت الوہیت پر ایمان انبیاء پر ایمان اور رسول کریم کی ختم رسالت پر ایمان ۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے ...... ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیتِ دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی کے رسول کریم کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔"

(ملت) کے اندرونی استحکام کے لیے ناگزیر ہے کہ ان انتشار انگیز قوتوں (یعنی قادیانیت کے فتنہ اجرائے نبوت) سے محترز رہا جائے جو اسلامی تحریکات کے بطن میں پیش ہوتی ہیں ..... اس طرزِ عمل میں (وجودِ ملی کی) حیاتیاتی قدر و قیمت مضمر ہے۔"

غرضیکہ آپ نے منصب نبوت کے ملت ساز کردار اور عقیدہ ختم نبوت کے ذریعے وحدتِ انسانیت کی تشکیل کے موضوع پر آپ نے اپنے اشعار میں نہایت بلیغ اشارات کیے ہیں۔

اُمتے از ما سوا بیگانۂ ۔۔۔ بر چراغ مصطفیٰ پروانۂ

حق تعالیٰ پیکرِ ما آفرید ۔۔۔ وز رسالت در تنِ ما جاں دمید
ما ز حکم نسبت او ملتیم ۔۔۔ اہل عالم را سراپا رحمتیم
از میانِ بحر او خیزیم ما ۔۔۔ مثل موج از ہم نمی ریزیم ما
از رسالت ہم نوا گشتیم ما ۔۔۔ ہم نوا، ہم مدعا گشتیم ما
تا نہ ایں وحدت ز دست ما رود ۔۔۔ ہستیِ ما با ابد ہمدم شود

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم ۔۔۔ زیں سبب با یکدگر پیوستہ ایم

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد ۔۔۔ بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را ۔۔۔ او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری با ما گذاشت ۔۔۔ داد ما را آخریں جامے کہ داشت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانبی بعدی ز احسانِ خدا است — پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است
قوم را سرمایۂ وحدت ازو — حفظ سرِ وحدتِ ملت ازو
حق تعالیٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست — تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلماں بر کند — نعرۂ لا قوم بعدی می زند

علامہ اقبال نے جدید ترین علمی زبان میں نبوت اور ختمِ نبوت کے نفسیاتی، تمدنی اور سماجی مضمرات کو اس قدر تشریح اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اگر وہ یہ نہ کرتے تو ہندوستان میں مسلمانوں کے ملی اور قومی تشخص کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ تھا۔

علامہ اقبال کی خوش قسمتی کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے انوار و تجلیات سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوتے اور بالآخر انہیں میں جذب ہو کر رہ گئے۔

سینا است کہ فاران است یا رب چہ مقام است ایں
ہر ذرّہ وجودِ من، چشمے است و تماشا مست

یہی وجہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے جو اشعار کہے ہیں ان میں جذبے کی حدت اپنے پورے عروج پر ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے دیدۂ بینا کے سامنے وہ سارے جلوے بے نقاب ہو رہے تھے جن کی اقبال کی مذہبیت[۶]، صوفیانہ مزاج، حکیمانہ جستجو اور شاعرانہ ذوق کو تلاش تھی۔ بات اگرچہ شعر میں کہی گئی ہے لیکن یہ ان کا قال نہیں بلکہ حال ہے کہ:

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی — کشتی و دریا و طوفانم توئی

حوالے اور حاشیے

۱۔ تا مزاجِ عصرِ من دیگر فتاد — طبعِ من ہنگامۂ دیگر نہاد
۲۔ تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب
۳۔ مکاتیبِ اقبال بنام محمد نیاز الدین خاں مطبوعہ بزمِ اقبال ۲ - کلب روڈ لاہور (ص ۴۰)
۴۔ آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی — اہلِ فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی
۵۔ قوتِ قلب و جگر گردد نبی — از خدا محبوب تر گردد نبی
۶۔ خط بنام سر اکبر حیدری مورخہ ۱۳ جون ۱۹۲۷ء مطبوعہ ضیا بار مجلہ گورنمنٹ کالج سرگودھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اقبال نمبر ۱۹۳۸ء (ص ۵۰) انگریزی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

EVERY ATOM OF ME IS BRIMING WITH FEELING OF GRATITUDE TO HIM AND MY SOUL NEEDS OUTPOURINGS WITCH IS POSSIBLE ONLY AT HIS GRAVE.

۷۔ نقوشِ اقبال مصنفہ سید ابوالحسن علی ندوی مترجم شمس تبریز خان مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی (ص ۵۶)

۸۔ اقبال نامہ مرتبہ چراغ حسن حسرت مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور (ص ۲۵)

۹۔ ایضاً۔ (ص ۴۱۔۴۲)

۱۰۔ مطالعہ اقبال مرتبہ گوہر نوشاہی مطبوعہ بزم اقبال ، ۲ کلب روڈ لاہور (ص ۴۹)

۱۱۔ سہ ماہی اردو مجلہ انجمن ترقی اردو۔ نئی دہلی اکتوبر ۱۹۳۸ء (اقبال نمبر) (ص ۴۰۸)

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ڈاکٹر عبدالحمید ملک سے راقم الحروف کی ایک نجی گفتگو پر مبنی (میاں محمد شفیع صاحب نے غالباً نوائے وقت لاہور کی کسی اشاعت میں اپنے کالم م۔ش کی ڈائری میں بھی اس بات کی تصدیق کی ہے)

۱۵۔ اوراقِ گم گشتہ مرتبہ رحیم بخش شاہین مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز شاہ عالمی لاہور (ص ۳۰۲)

۱۶۔ اقبال نامہ مرتبہ چراغ حسن حسرت مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، ریلوے روڈ۔ لاہور (ص ۴۲)

۱۷۔ انوارِ اقبالؒ۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ مطبوعہ اقبال اکیڈیمی کراچی (ص ۶۲)

ملا شاہ بدخشی (جو دارا شکوہ کا استاد اور حضرت میاں میر کا مرید تھا) کا یہ شعر مولوی محمدالدین فوق نے اپنی کتاب "وجدانی نشتر" میں درج کیا تھا۔ جب یہ کتاب بغرض ریویو علامہ اقبال کے پاس پہنچی تو آپ نے اس شعر پر گرفت کرتے ہوئے فوق صاحب کو لکھا۔

"تعجب ہے کہ شیخ ملا کے ملحدانہ اور زندیقانہ شعر "من چہ پروائے مصطفیٰ دارم" کو آپ اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں اور پھر ملا کی تشریح کس قدر بیہودہ ہے۔ یہی وہ وحدت الوجود ہے جس پر خواجہ حسن نظامی اور اہلِ طریقت کو ناز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے اور ہم غریب مسلمانوں کو ان کے فتنوں سے بچائے۔"

۱۸۔ THOUGHTS AND REFLECTION OF IQBAL, ED: S. A. VAHID SH. MUHAMMAD ASHRAF, KASHMIRI BAZAR, LAHORE (PAGE: 30)

۱۹۔ ایضاً۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ نقوشِ اقبالؒ۔ مصنفہ سید ابوالحسن علی ندوی۔ مترجم شمس تبریز خاں مطبوعہ مجلس نشریات اسلام (ص ۲۹)
۲۱۔ ۱۹۷۵ء میں لاہور میں پروفیسر اینماری شمل نے ایک لیکچر پر مبنی جس کی رپورٹ پاکستان ٹائمز لاہور کی کسی اشاعت میں شائع ہوئی۔
۲۲۔ اقبال نامہ۔ مرتبہ چراغ حسن حسرت مطبوعہ تاج کمپنی لیمٹڈ، ریلوے روڈ۔ لاہور (ص ۲۸-۲۹)
۲۳۔ اوراقِ گم گشتہ مرتبہ رحیم بخش شاہین اسلامک پبلیکیشنز، شاہ عالمی۔ لاہور (ص ۴۰ تا ۶۷)
۲۴۔ مکاتیبِ اقبالؒ بنام نیاز الدین خاں مطبوعہ بزمِ اقبال ۲ کلب روڈ۔ لاہور (ص ۲) ۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ انوارِ اقبالؒ۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار مطبوعہ اقبال اکیڈیمی۔ کراچی (ص ۲۱۷)
۲۷۔ RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM BY DR. MUHAMMAD IQBAL, SH. MUHAMMAD ASHRAF, KASHMIRI BAZAR LAHORE (PAGE: 127)
۲۸۔ انوارِ اقبالؒ۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ مطبوعہ اقبال اکیڈیمی کراچی (ص ۴۶-۴۷)
۲۹۔ حرفِ اقبال مرتبہ شاملو مطبوعہ المنار اکادمی۔ لاہور۔ (ص ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۱)

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما (فارسی)

از ـــ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر نقلی اور عقلی دلائل و براہین سے بھرپور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مشہور و مقبول اور اپنے موضوع پر عربی، اُردو اور فارسی میں منفرد کتاب جو عرصہ دراز سے ناپید تھی۔ اہلِ علم اور اصحابِ ضرورت اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ نوّے سال کے بعد اللہ عزّوجل کی توفیق سے "المکتبۃ السلفیۃ لاہور" کے اہتمام میں نئی آن بان کے ساتھ منصۂ شہود پر عنقریب جلوہ گر ہو رہی ہے۔

دبیز آفسٹ پیپر ○ آفسٹ طباعت ○ منقش سُنہری جلد،

ناشر المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نعیم صدیقی

میں نے محسنِ انسانیت کیوں لکھی؟

آپ کا لفظ "کیوں" سامنے ہے۔

آپ کو معلوم ہے ناں کہ اس دور کے اہلِ دانش نے لفظ کے ذرے کو چیر کر اس میں پہاڑ جیسی توانیاں ڈھونڈ نکالی ہیں۔ جیسے سائنسدانوں نے ایٹم کو پھاڑ کر توانائی کے لامحدود خزانوں کی دریافت کر لی ہے۔ ماہرینِ علم اللفظ کہتے ہیں کہ لفظ دو ایک ٹیڑھی لکیروں اور تین چار نقطوں یا زبان سے ادا ہونے والی آوازوں کا نام نہیں۔ لفظ بڑی عظیم حقیقت ہے اور اس کے کرشمے اور اثرات بے پایاں۔ لفظ رُلا دیتا ہے، ہنسا دیتا ہے، لڑا دیتا ہے، ملا دیتا ہے، انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ بات ٹھیک ہے، آخر "کن" بھی تو ایک لفظ ہی تھا جس کے ادا ہوتے ہی طوفانِ وجود عدم کے بند توڑ کر نکلا تو کیا سے کیا ہو گیا۔ خیر یہ بات اگر اور آگے چلی تو بہت دور جا نکلے گی۔

کہتا یہ تھا کہ اہلِ پنجاب کی کہاوت کے مطابق جہاں "کیوں" آیا، لڑائی چھڑائی۔ تو کیا خدانخواستہ آپ کا ارادہ کوئی لڑائی چھیڑنے کا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ما سپرانداختیم۔ مگر سپر تو اٹھائی ہی نہیں جاتی سپرانداختگی کیا ہو گی۔ ہم جو ایک لفظ اللہ کے اٹوٹ رشتہ محبت و مروت میں بندھے ہیں، ہم کیسے لڑ سکتے ہیں۔ ہم لڑیں تو اس لفظِ بلند و برتر اور اس اسمِ اعظم کی توہین ہو گی۔ یوں اللہ والے ایسے بھی بہت ہیں جو اللہ وحدہٗ لاشریک سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں اور حبل اللہ کو تھامے ہوئے ہیں مگر اس اللہ کے دوسرے پرستاروں سے لڑتے بھڑتے بھی ہیں۔ عام حالات میں منبر و محراب کے محاذ سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے لڑتے ہیں، مسندِ افتا سے تکفیر و تفسیق کے ہتھیار استعمال کرتے ہیں، پریس سے نفرت انگیز پمفلٹ اور پوسٹر چھپواتے اور پھیلاتے ہیں، اور کوئی اچھا موقع ملے تو چھرے اور لٹھ لے کر پورا جہاد بھی کر گزرتے ہیں جیسے کہ کراچی کی ایک مسجد میں کچھ دن قبل ہوا، اور پنجاب میں ذرا پہلے ہو چکا ہے۔ انھیں اللہ والوں کی برکت سے برطانیہ میں ایک مسجد میں قفل ڈال دیا گیا ہے تاکہ امتِ محمدیہ سے منسوب خدا پرست تقص عامہ کا باعث نہ بنیں۔ مسجد کے باہر سب خیریت ہے۔ مسجد کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دروازے کھلے تو یہ مقام مقدس اکھاڑا بن جائے۔ خدا کے سامنے عاجزی اور اس کے بندوں سے محبت کرنے کے مرکز میں ملاکھڑا پہلوانی؟ ـــــ واہ رے مسلمانو!

مگر ذرا غور کیا تو خیال آیا کہ آپ جیسے شریف النفس برادرِ عزیز کی مجھ سے کیا لڑائی۔ بات کچھ اور ہے۔ شاید مطلب یہ ہو کہ تم علمی اور عملی لحاظ سے جس سطح پر ہو، اس پر ہوتے ہوئے سرکارِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا افروز شخصیت پر قلم اٹھانے کی تم نے جرأت کیسے کی؟

سچی بات یہ ہے اس بارے میں حد درجہ کی جھجک مجھ میں پہلے بھی تھی اور سیرت پاک کے متعلق چند ابواب کی کتاب لکھنے کے بعد بھی یہ احساس میرے ساتھ لگا ہوا ہے کہ تم کہاں اور کہاں وہ انسانِ اعظم۔ بہر حال اب جبکہ کتاب لکھی جا چکی ہے اور چند ایڈیشن اس کے پھیل چکے، اب تیر اسے واپس تو نکل نہیں سکتا۔ اب مجھے اور آپ کو یہی دعا کرنی چاہیے کہ ایک حقیر پر تقصیر کی اس سعی حقیر کو اللہ تعالیٰ قبول فرما لے۔

اچھا تو اصل مدعا آپ کا یہ تھا! ـــــ آگے خطوط و مدانی میں آپ نے لکھا ہے۔ "جذبہ محرکہ؟" مگر اس کا جواب تو سیدھا سا ہے اور ہر سیرت نگار مسلمان کا جواب ایک ہی ہوگا۔ میں نے جو کچھ لکھا حضورؐ سے محبت کی بنا پر اور آپؐ کے پیغام کو عام کرنے اور آپ کی زندگی کا نمونہ دوسروں کے سامنے رکھنے کے شوق کے ماتحت لکھا۔

البتہ میں اپنے ذاتی تجربہ کو بھی بیان کرتا ہوں، جیسا کہ آپ کا منشا ہے۔

سال اب مجھے یاد نہیں، غالباً ماہنامہ فاران کا سیرت نمبر نکلا جس کے لیے مجھ سے برادرم مولانا ماہر القادری نے مضمون لکھنے کی فرمائش کی۔ کسی رسالے کے لیے محض ایک مضمون لکھ دینا سیرت نگاری کے بھاری کام کے مقابلے میں ذرا سہل امر ہے۔ چنانچہ میں نے دو ایک کتابوں کا مطالعہ کیا اور مضمون لکھ دیا۔[1] پچھلے سارے دورِ کار میں میرا طریقہ یہ رہا ہے کہ نظم ہو یا نثر، دینی مقالات کا دائرہ ہو یا ادبی نگارش کا، اپنی طبیعت کی مخصوص ساخت کے تحت میں نے ہمیشہ کوئی ایسی راہ

---

[1] یہ مضمون دراصل میرے اس طرزِ فکر پر مبنی تھا جسے میں نے برکت علی ہال لاہور میں سیرت کے جلسے میں ۱۹۴۹ء (یا ۱۹۵۰ء) پیش کیا تھا۔ اس جلسے میں خاص طور پر مجھے یاد ہے کہ سیرت کمیٹی میں بڑی والے مولانا عبدالمجید قرشی مرحوم موجود تھے، اور انہوں نے ایک جواں سال نوخیز مقرر کی تقریر کو ٹھوڑی ہاتھ پہ رکھ کر بڑے غور و تعجب سے سنا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلسل سوچ بچار میں ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکالنی چاہی یا کوئی ایسا پہلو ابھارنے کی فکر کی جو عام طور پر لکھنے والوں کی توجہات کی زد سے باہر ہو۔ عنوان سوچے تو اسی طرح، اسلوب نکالے تو اسی طرح، مواد اور ہیئت کا انتخاب کیا تو اسی طرح۔ کچھ ایسے ہی نقطۂ نظر سے مطالعہ سیرت کرتے ہوئے میرا نقشۂ مضمون بنا۔

ادھر یہ مضمون چھپا اور ادھر احباب نے زبانی اور بذریعہ خطوط فرمائش کرنا شروع کی کہ اسی طرز پر مکمل سیرت مرتب کرو۔ اتنے بھاری بھرکم کام کو ہاتھ ڈالنا کچھ آسان نہیں ہوتا۔ میں اپنی روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی کمزوریوں کو جانتا تھا، اس وجہ سے تعاقب کرنے والی فرمائشوں سے بھاگتا رہا۔ مگر بھاگتے بھاگتے یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ سرگودھا کے احباب ــــ چوہدری محمد یونس صاحب جناب اسعد گیلانی، چوہدری محمد مسلم صاحب اور حکیم عبدالرحمان صاحب نے ــ آگے سے میرا راستہ روک لیا۔ بہت ٹال مٹول کی، مگر چند روز بعد یہ وفد اس حکم کے ساتھ موجود کہ "لکھو"! بعض مشکلات کے عذر کیے۔ انھوں نے کہا کہ اچھا ان مشکلات کو حل کرنے کی تدبیریں بھی ہم کرتے ہیں۔ یہاں تک انھوں نے کاغذ میرے سامنے رکھا اور قلم تھموایا، اور پھر چند روز بعد رپورٹ مانگنے لگے کہ کتنا کام ہوا! یعنی جیسے جیل میں کڑی نگرانی کے تحت بان بٹنے کی مشقت لی جاتی ہے، ایسی ہی کڑی نگرانی اور بے رحمانہ احتساب نے مجھے ایسا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر دیا جو میری قوت سے کہیں زیادہ تھا۔ کام ہو گیا تو اس لیے کہ تائید ایزدی رہبر عمل تھی۔ تو اب اگر میں یہ کہوں کہ محسنِ انسانیت کا مصنف تنہا میں نہیں ہوں بلکہ متذکرہ چار یار بھی ہیں اور وہ سارے رفقاء بھی جن کی اجتماعی فرمائش کی نمائندگی یہ حضرات کر رہے تھے۔ ان حضرات کے محبت آمیز تقاضوں نے جو تھوڑا سا ارادہ پیدا کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات اور سیرتِ پُر تجلیات کی محبت و کشش اسے مضبوط تر کر کے پیرایۂ عمل میں لانے کا باعث بنی۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ دائم المریض آدمی ہوں، اور مارشل لا کے حادثے نے ذہنی طور پر بہت مجروح کر رکھا تھا یہاں تک کہ کام چھوڑ دیا تھا، اور سوچا کرتا تھا کہ سلطانِ وقت کا مزاج یہ چاہتا ہے اور اسی کے سامان کر رہا ہے کہ یہاں علم و ادب نہ ہو، بلکہ لوگ جہالت مآب ہو کر رہیں اور ایمان ہو بھی تو اتنا زوردار نہ ہو کہ فسق و فجور کو فروغ نہ مل سکے اور جمہوریت اگر رہے تو اس شکل میں کہ جبریت اور فسطائیت انسانی ضمیروں پہ جوتے برساتی رہے، تو پھر ایسے حال میں خواہ مخواہ خونِ جگر گھلانے اور دماغ کھپانے کا کیا حاصل! یہ ذرا مایوسانہ زاویۂ نگاہ تھا، مگر فی الحقیقت اس کی تہہ احتجاج کی روح تھی۔ یہ ایک قلم چھوڑ ہڑتال تھی۔ یہ بھی مطالعہ سیرت کو تازہ کر لینے کا فیضان تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کماس مایوسانہ احتجاج کا سلسلہ ٹوٹا، اور ایک نئے نشۂ عزیمت کے ساتھ میں نے قلم اٹھایا کہ میں اسی چھوٹے سے اور بظاہر بے ضرر ہتھیار سے تلوار کی دھار توڑ دوں گا۔ چنانچہ اب آپ خاص مارشل لاء کے ماحول میں میری اس کیفیت کو سامنے رکھ کر محسنِ انسانیت کو دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا۔ کام بھی اس حالت میں کیا کہ کتاب کا بیشتر حصہ میں نے پلنگ پر لیٹ کر، بستر کو گاؤ تکیہ بنا کر، دونوں جانب تپائیوں پر کتابیں اور کاغذات رکھ کر پڑھنے، نوٹ لینے اور مختلف ابواب کا کامیاب تجربہ کیا۔ اس کام کو کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں میں ایک مسرت محسوس ہوتی اور پھر عالم باطن میں کچھ ایسے احوال بھی گزرے کہ جن سے مجھے یہ امید بندھ گئی کہ مجھے زیارتِ حرمین کی سعادت ملے گی۔ شکر للہ کہ خداوند کریم کی طرف سے مجھے دو مرتبہ یہ سعادت ملی، اگرچہ ظاہری لحاظ سے ایک سفر کے لیے بھی میرے پاس زادِ راہ نہ تھا۔

اصل بات تو رہی جاتی ہے!

محسنِ انسانیت میں نے کیوں لکھی کا جو پہلو آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس سے مقصود کیا تھا؟ ترتیب و تدوین میں کیا امور پیشِ نظر رہے۔ سو اب میں نمبروار عرض کرتا ہوں۔

۱۔ میں نے دیکھا کہ عام طور پر جلسوں میں مقررین کا سارا زورِ تقریر اس نقطے پر صرف ہوتا تھا (اور اب بھی ہوتا ہے) کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہت ہی بلند ہے، وہ ذاتِ اقدس بےمثال خوبیوں سے آراستہ ہے بلکہ اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی صراحتوں سے آگے بڑھ کر کچھ ایسے اسرار و معارف بیان کیے جاتے کہ جن کی وجہ سے یہی محسوس ہوتا کہ نعوذ باللہ خدا اور مصطفیٰ میں بس یہی کچھ انیس بیس کا فرق ہے۔

میں نے سوچا کہ حضورؐ کی ذات، آپؐ کے نام اور پیغام کو ایسے انداز سے پیش کرنا چاہیے کہ جس سے اس احساس کی آبیاری ہو کہ حضورؐ جس مشن پر مامور ہوئے تھے، حضورؐ کے بعد اسی کی علمبردار پوری امت ہے اور اس بنا پر اس کے لیے لازم ہے کہ وہ حضورؐ کی سیرت اور اسوہ اور تعلیم کو سمجھ کر اسے اپنانے کی طرف متوجہ ہو۔ میرا مقصد یہ بھی تھا کہ حضورؐ کی شخصیت اور سیرت کے آئینے میں کبھی ہم اپنی صورتوں پر بھی غور کریں اور دیکھیں کہ یہ کتنی مسخ ہو گئی ہیں۔ حضورؐ جس طرح کے انسان تیار کرتے رہے تھے، اور جس طرح کے محب اور پیرو اور امتی اپنے لیے چاہتے تھے، ہم ویسے نہیں رہے ہیں۔ ایک طرف حضورؐ سے والہانہ محبت اور دوسری طرف حضورؐ کے خلق، حضورؐ کے مسلک اور حضورؐ کے مشن سے انحراف، یہ ایک ایسے تضاد کی خلیج ہے کہ جلد از جلد پاٹنے کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالتمآب پر ایمان لانے والے ہر شخص کو بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

۲۔ میرے مطالعۂ سیرت نے مجھ پر یہ واضح کیا کہ سید المرسلین کی سیرت، کسی ایسے فرد کی سیرت نہ تھی جو تارک الدنیا ہو کر، یا دنیا کی سرگرمیوں میں رہتے ہوئے کشمکش حیات سے کنارہ کش رہ کر محض اپنی گھریلو یا معاشی زندگی کی حدود میں سکڑ کر رہنے والے شخص کی سیرت نہ تھی جو مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی دائرے میں پائی جانے والی برائیوں کے لیے روادار اور زندگی کے ہر شعبے کی رزم خیر و شر میں غیر جانبدار ہو کر جیا ہو۔ بخلاف اس کے اس سید الناس یا انسانِ اعظم نے ضلالت و جہالت کے درخت کی اعتقادی جڑوں کے خلاف اپنی انقلابی دعوت کا تیر حرکت میں لانے کے بعد پھر اس کی تمام شاخوں اور کونپلوں تک لڑائی جاری رکھی اور اس محاربۂ عظیم کے خاتمے پر فتح مبین لے آگے بڑھ کر اس کے گلے میں ہار ڈالے۔

۳۔ میں دیکھتا تھا کہ اعاظم کی عرقی ریزیوں سے مرتب شدہ سیرت کے دفتروں میں واقعات و احوال اور سنین و رجال کے تذکرے اس طرح آراستہ ملتے تھے جیسے عجائب گھروں میں چیزیں ترتیب سے رکھی جاتی ہیں اور ایک ایک شے اہتماماً خوب واضح ہوتی ہے۔ مگر ان سارے اجزاء کے ملنے سے جو "عالم مصطفوی" یا "جہان محمدی" مرتب ہوتا ہے وہ بحیثیت مجموعی ایک جیتی جاگتی دنیا کی طرح سامنے نہیں آتا جیسے کسی باغ کی سیر کرتے ہوئے ایک ایک درخت اور پھولوں کی ایک ایک کیاری تو زائرین کو خوب اچھی طرح دکھائی جائے مگر پورے چمن کے مجموعی منظر نظر افروز اور اس کے حسنِ ترتیب اور اس کے محل وقوع کو دیکھا دکھایا نہ جا سکے۔ میں نے چاہا کہ سیرت پاک کے بکھرے ہوئے اجزاء نہ دکھائے جائیں بلکہ اپنے قارئین کو کل کی کلیت کے جمال سے بھی بہرہ اندوز کرنے کی بھی سعی کروں۔

۴۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ سیرت کو لکھنے والے اور پڑھنے والے اور بیان کرنے والے اور سننے والے کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایک مذہب کا شعور ابھرتا ہے، اور اس میں زیادہ سے زیادہ کچھ عقیدتوں اور کچھ عبادتوں اور کچھ اخلاقیات کی چمک دمک دکھائی دیتی ہے مگر ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ سرورِ عالم نے بہ حیثیت امام تہذیب حق اپنی انقلابی دعوت کے ساتھ فلاحِ انسانیت کی ایک ایسی تحریک کا علم بلند کیا تھا جو علمی اور مادی ترقیوں کے آنے والے دور میں دائماً سرمایہ سعادت ہوگی۔ سیرت کوئی ثبت شدہ نقشہ نہیں ہے، بلکہ ایک منظر متحرک ہے۔ حضورؐ ایک قافلۂ رشد و ہدایت کے نقیب اول اور سالار اعلیٰ ہیں نہ کہ فرد تنہا! اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیے حضورؐ کی سیرت کی تجلیات سامنے لانے کے لیے ضروری ہے کہ حضورؐ کو پورے قافلۂ رشد و ہدایت کی نقل و حرکت کے سمیت دکھایا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کیا جائے کہ حضورؐ کا کام محض ایک خاص طرح کے افراد بنانے بنانے پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ان افراد کو منظم کر کے ایک جماعت اور پھر ایک معاشرہ تیار کرنا اور اس جماعت کی جدوجہد سے خدائی ہدایت کے مطابق نظامِ قسط یا حکومتِ حق قائم کر دکھانا بھی آپؐ کے پیغمبرانہ منصب کا تقاضا تھا جسے آپؐ نے بوجہ احسن پورا کر دکھایا اور اپنی چلائی ہوئی تحریک، اپنی استوار کردہ تنظیم، اپنے تشکیل دادہ معاشرے اور اپنی قائم کردہ ریاست کو بعد کی تاریخ کے لیے نمونہ و معیار بنا دیا۔

میں نے سیرت نگاری کے کلاسیکل اسلوب سے ذرا ہٹ کر حضورؐ کو تحریکِ فلاحِ انسانیت کے سربراہ کی حیثیت سے دکھایا ہے۔

میرے ذہن میں تحریکی انداز سے سیرت نگاری کرتے ہوئے اتباعِ سنت کے اس محدود تصور میں تبدیلی کرنا بھی تھا کہ نماز، عبادات، اذکار اور اخلاقیات میں بڑے اہتمام سے لوگ یہ ملحوظ رکھتے ہیں کہ سنت یا طریقِ نبوت کیا تھا؟ (ایسے لوگ بھی اتنے کم ہیں کہ ان کا ہونا بھی اس زمانہ فساد میں غنیمت!) لیکن کوئی یہ نہیں سوچتا کہ زندگی کے ان بڑے بڑے معاملات میں سنت کیا ہے کہ لوگوں کو دعوت کیا دی جائے؟ کس طریق سے دی جائے؟ بات ماننے والوں کو منظم کس طرح کیا جائے؟ ان کی تعلیم، تربیت اور تزکیہ کے لیے کیا تدابیر کی جائیں؟ سیاسی جدوجہد کیسے ہو؟ ہجرت اور جہاد اور مواخات کے تقاضے کیسے پورے کیے جائیں؟ اقامتِ دین کا مرحلہ آئے تو ریاست کی ہیئت کیا ہو؟ اقامتِ صلوٰۃ کیسے ہو؟ نفاذ حدود و تعزیرات کس طریق سے ہو؟ لوگوں کی معاشی بہبود کے لیے کیا کیا جائے؟ بین الاقوامی امور کس انداز سے طے ہوں؟ غرضیکہ سنت کا تعلق اسی طرح ان سارے معاملات سے ہے، جیسے عبادات و معاشرت میں ہے۔

پس ضروری تھا کہ سیرت کے عنوان سے حضورؐ کی شخصیت، کارنامے، پیغام، تحریکی سعی اور اقامتِ نظامِ حق کے بھی پہلوؤں کی جھلک دکھا کر ادھر متوجہ کر دیا جائے۔

۵۔ میں اگر اس بحث میں کسی طرف سے فریق نہیں ہوں جو حضورؐ کے بشر ہونے، نہ ہونے پر فرقہ دارانہ ذہنوں سے کی جاتی ہے۔

میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ حضورؐ کا پیغمبرانہ مرتبہ اور آپ کا اخلاقی علو اور آپ کی نظامِ حق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بھرپور حکیمانہ سعی اور پوری انسانی زندگی کو بدلنے والی اس سعی کا ایک قلیل وقت میں غیر خونی طریقِ انقلاب سے کامیاب ہونا اور دیکھتے دیکھتے دس بارہ لاکھ مربع میل رقبے پر نظامِ حق کا چھا جانا نیز انتہائی جہالت، وحشت، جرائم، دنیا پرستی اور شرک میں ڈوبے ہوئے معاشرے کے افراد کا آپؐ کی دعوت کے اثر سے پستیوں سے اٹھ کر معاً بلندیوں پر جا پہنچنا، ایسے پُر اعجاز واقعات ہیں کہ جنھیں دیکھ کر اپنا بیگانہ حضورؐ کو فوق البشر سمجھ سکتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ حضورؐ ایک اوسط درجے کی سطح کے عام آدمی نہ تھے۔ نبوت سے پہلے بھی خاص صلاحیتوں اور کمالات سے متصف تھے، اور کسی کو نبوت ملنا تو خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انسانوں کی عام ذہنی و اخلاقی و روحانی سطح سے بہت بلند ہستی ہے۔ پھر نبوت کے بعد جو ایمانی و اخلاقی تجلیات آپؐ کی ذات میں جلوہ گر ہوتی رہیں اور جو انقلابی کارنامہ آپؐ کے ہاتھوں انجام پایا اور جو کچھ برگ و بار اس نے دیے اور جس طرح آپؐ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کو ترفع نصیب ہوا اس کا تصور کر کے آخر اس امر کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ حضورؐ عام سطح کے آدمی نہ تھے بلکہ چیزے دیگر تھے۔

مگر کسی بھی حقیقت کے دو پہلوؤں میں سے جب ایک کو غلو کر کے بڑھا دیا جاتا ہے تو دوسرے پہلو سے کوئی گھاٹا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کو پیدائشی طور پر انسان نہ ماننے سے دوسری پیچیدگیوں کے علاوہ ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ آپؐ کی صفات اور آپؐ کے کام کے متعلق یہ تصور ذہنوں پر چھا جاتا ہے کہ انسانیت سے ایک برتر ہستی کا اسوہ اور اس کے کیے ہوئے معجزانہ انقلابی کام ہم جیسے عام آدمیوں کے لیے کہاں قابلِ عمل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ کو جسمانی حیثیت سے نورِ محض بنا دینے والوں نے اس اصل کام کا سر رشتہ ہی ہاتھ سے چھوڑ دیا جس کے لیے تمام انبیاء اور ان کے آخر میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جس کے لیے پہلی امتوں کی طرح امتِ محمدیہ کو برپا کیا گیا۔

حضورؐ کا اصلی شرف ہی یہ ہے کہ آپؐ بشر ہو کر فوق البشریت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ بخلاف اس کے اگر کہا جائے کہ وہ خاکی انسانوں کے سے سانچے سے ہٹ کر وہ اس طرح مجبول کیے گئے کہ ان سے حیرت انگیز کمالات ظاہر ہوئے تو یہ بڑائی اسی طرح کی ہو گی جیسے فرشتے فرشتہ ہونے کی وجہ سے برائیوں سے پاک اور اللہ کی عبادت و اطاعت میں منہمک رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا عرض کردہ، غیر معتدل نقطۂ نظر، سیرتِ پاک میں جگہ جگہ ایک تو ایسے اسرار و رموز نکال کر دکھاتا ہے اور دوسرے ہر واقعہ میں ایسے عجائب و غرائب بھر دیتا ہے کہ ثابت شدہ تمام معجزات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم کی نگاہ میں برحق ہیں!) کہ حضورؐ کو دنیائے انسانیت کے اندر رکھ کر دیکھنا ممکن ہی نہیں رہتا بلکہ سرکارِ رسالتمآب نے جہاں کہیں اپنی فراست و حکمت اور اپنی عملی شجاعت و سخاوت اور دوسرے اوصاف کے ذریعہ واقعات پر دور رس اثرات ڈالے ہیں۔ ان چیزوں پر کاوش کرنے کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ اسی وجہ سے میں نے ضعیف روایات (ان کے ساتھ حسبِ واعظانہ سحر بیانیاں بھی شامل کر دیں تو حضورؐ کا دورہ تاریخِ انسانی کا باب نہیں رہتا، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور فوق التاریخ تھا) سے پوری طرح اجتناب کرنے کی فکر کی اور ثابت شدہ معجزات کو حسبِ ضرورت بیان کیا۔

۶۔ ایک مسئلہ اور بھی تھا۔ سیرت کی بیشتر کتابوں میں واقعات کی ترتیب، سنین کے تعین، افراد کے متعلق تفحص اور روایات سیرت کے بارے میں اختلافی بحثیں شامل ہوتی ہیں اور ہونی بھی چاہئیں میں نے یہ محسوس کیا کہ ان بحثوں کی وجہ سے عام ذہن کے لیے حضورؐ سے وابستگی پیدا کرنے میں تھوڑی سی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، کیونکہ جملہ ہائے معترضہ کی طرح پیش آنے والی ان بحثوں کی وجہ سے تسلسل واقعات سے توجہ ہٹتی ہے۔ سو میں نے محسنِ انسانیت کی اساسی اور پہلی جلد کو ان بحثوں سے خالی رکھا۔ ارادہ یہ تھا کہ دوسری تحقیقی جلد میں تاریخی اور سوانحی مباحث کو چھیڑا جائے گا۔ اب تک یہ کام نہیں ہو سکا۔ آگے جو خدا کو منظور ہو۔

مختصراً یہ تھے وجوہ جس کے تحت میں نے "محسنِ انسانیت" کے لیے قلم اٹھایا۔

بس اب بات اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ آپ کے بقیہ ۲ سوالوں کا جواب نہیں لکھا جا سکتا۔

تیسیر الباری ترجمہ اردو صحیح البخاری للعلامہ وحید الزمانؒ

تفسیر ابن کثیر۔ خازن مع نسفی۔ جلالین۔ تفسیر مدارک۔ ریاض الصالحین۔ تحفۃ الاحوذی۔ شرح السنۃ للامام البغوی۔ مؤطا امام مالک۔ المسوّیٰ شرح المؤطا للشاہ ولی اللہ۔ جمع الفوائد۔ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ۔ الترغیب والترہیب۔ بلوغ المرام (محشّی)۔ مؤطا امام محمد۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ الجامع الصغیر للسیوطی۔ الحاوی للفتاویٰ للسیوطی، التاریخ الصغیر للبخاری۔ المراسیل لابن ابی حاتم۔ الشفا للقاضی عیاض۔ الصواعق المحرقہ۔ الملل والنحل۔ العواصم من القواصم۔ الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ للشوکانی۔ القاموس المحیط للفیروز آبادی۔ اعلام الموقعین لابن القیم۔ الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر الہیتمی۔ الاما خذ والسیاسہ۔ صحاح ستہ اور تصنیفات ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ۔ آپ اپنی کوئی کتاب بیچنا چاہیں تو ہمیں یاد فرمائیں۔

رحمانیہ دار الکتب۔ امین پور بازار۔ لائل پور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعت گوئی کے آداب اور حدودِ شرعیہ

مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

نعت نبوی، معروف صنفِ سخن ہے۔ مسلمان ہی نہیں غیر مسلم شعراء نے بھی بارگاہِ نبوت میں ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ نعت گوئی کے مندرجہ ذیل پہلوؤں پر شرعی اعتبار سے روشنی ڈال کر رہنمائی فرمائیے!

۱۔ نعت گو شعراء عام طور پر مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ مبالغہ کس حد تک جائز ہے؟

۲۔ عام نعت گو شعراء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تخاطب کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے اگر جواب اثبات میں ہو تو بالتفصیل وضاحت فرمائیں۔

امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ والسلام

دعاخواہ

اختر راہی ۲۹/۸/۷۵

★ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۸ ستمبر ۷۵ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ صرف نعت ہی نہیں ہر طرح کے کلام میں مبالغہ صرف اس حد تک جائز ہے کہ اس کے پیچھے یا اس کے نیچے اصل حقیقت بالکل چھپ کر یا دب کر نہ رہ جائے بلکہ ہر سامع و قاری بآسانی سمجھ لے کہ حقیقتِ نفس الامری کیا ہے جسے مبالغے کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر ہے۔

حُسنِ یوسف، دَمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شعر کے پہلے مصرع میں مبالغہ تو ہے لیکن دوسرے مصرعے نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مقصودِ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات وصفات میں جامعیت اور ہمہ گیری تھی۔ دوسرا شعر یہ ہے۔

کیا شانِ احمد کا چمن میں ظہور ہے
ہر گُل میں ہر چمن میں محمد کا نور ہے

اس شعر میں ایسا مبالغہ ہے جس کی اجازت ذاتِ باری کی شانِ وحدانیت وخلاقیت نہیں دیتی اور اس کے ڈانڈے شرک سے جا ملتے ہیں۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تخاطب میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس کی پشت پر یہ عقیدہ کارفرما ہو کہ آنحضورؐ ہر خطاب کو بلاواسطہ اور بلا استثناء اس طرح سن رہے ہیں جس طرح اس دنیا میں ایک متکلم دوسرے کا کلام سنتا ہے۔ اس کے بجائے اسے عالم تصورؐ کا خطاب سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا اور ہمارے ہدیۂ عقیدت کو اس قابل سمجھے گا تو آنحضورؐ تک اسے پہنچا دے گا۔

عام نعت گو شعراء جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معشوقِ نازنین فرض کر کے آپ کے سراپا کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور آپ کے جسد عنصری بلکہ اعضائے مبارک کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ انداز کلام ناپسندیدہ اور سوئے ادب کا پہلو رکھتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل ومحاسن بیان کرتے وقت وقار ومتانت اور تعظیم وتقدیس کی روش اختیار کرنی چاہیے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

★ حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی

الجواب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ مبالغہ ایسا جائز نہیں ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ نبوت اور مقامِ رسالت سے اٹھا کر الوہیت کے حدود میں داخل کر دیں۔ اس طرح کرنا ناجائز ہے۔ باقی مقامِ رسالت کے اندر ہر قسم کی تعریف جائز ہے۔ مثلاً عصمتِ انبیاء کے عقیدہ سے حسان بن ثابت کا یہ شعر۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

۲۔ اگر خطاب کرنے والا اس عقیدہ سے خطاب کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں تو پھر یہ حرام ہے۔ شرک وکفر تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر صرف محبت کے اظہار کے لیے ہو یا درود وصلوٰۃ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے خطاب کرتے ہیں کہ فرشتے درود کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو اس صورت میں جائز و درست ہے۔

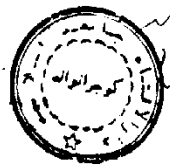

★ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

الجواب ومنہ الصدق والصواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرنا نظم میں اور نثر میں بہت بڑی سعادت ہے اور بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ البتہ شریعت اسلامیہ میں چونکہ حدود کی رعایت کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ لہٰذا نعت گوئی میں جھوٹ کی تو بالکل گنجائش نہیں اور ایسا مبالغہ جو حدود جھوٹ میں داخل ہو وہ بھی جائز نہیں۔ تشبیہ اور استعارہ کلام میں استعمال کر لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے اور صیغہ حاضر سے خطاب کرنا اس عقیدے کے ساتھ تو بالکل ہی حرام ہے کہ آپ کو حاضر و ناظر سمجھا جائے اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو بلکہ اس تصور و تخیل سے خطاب ہو کہ جیسے میں آستانہ میں حاضر ہوں تو اس کی گنجائش ہے مگر بچنا اس سے بھی افضل ہے کیونکہ بہت سے عوام اس طرح کے شعر سن کر حاضر و ناظر والے عقیدے ہی کی طرف ذہن لے جاتے ہیں۔

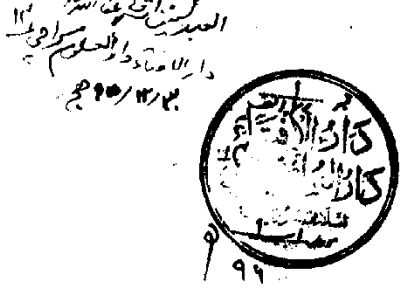

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

★ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری

الجواب باسمہ تعالیٰ

نعت گوئی مبارک ہے، مبالغہ اگر حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کرے تو گنجائش ہے۔ وہ مبالغہ جو کفر و شرک اور صریح جھوٹ پر مشتمل ہو کسی حال میں درست نہیں۔ صیغہ تخاطب کا استعمال شعراء کے یہاں عام ہے۔ اگر عقیدہ حاضر ناظر نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

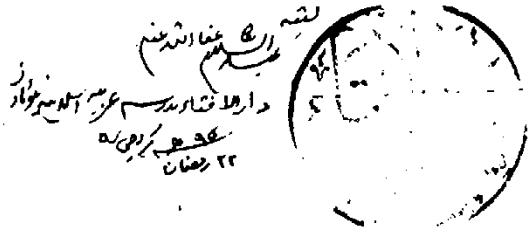

بینات
محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ
دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن
کراچی ۵
۲۲ رمضان

★ حضرت مولانا محمد چراغ صاحب

الجواب

۱۔ شعر کی بنیاد ہی مبالغہ پر ہے اس لیے شعر میں مبالغہ کی گنجائش ہوتی ہے۔ بشرطیکہ کسی نص قطعی یا عقل کے خلاف نہ ہو۔ نعت نبوی میں بھی اس حد تک جائز اور روا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم۔ میری مدح اور تعریف میں عیسائیوں کی طرح مبالغہ آرائی نہ کرنا۔ اس فرمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں جیسی مبالغہ آرائی سے منع فرمایا ہے۔ مطلقاً مبالغہ آرائی سے منع نہیں فرمایا۔

۲۔ شعر میں ممدوح کو مخاطب کرنا شعراء کا عام معمول ہے۔ عربی اشعار اس سے بھرے پڑے ہیں۔ اس تخاطب سے مراد محبت، دلی وابستگی اور تحسر ہوتا ہے۔ ایسا تخاطب تو جائز ہے لیکن اگر اس تخاطب سے مراد ممدوح کو پکارنا ہو اور یہ خیال کرنا ہو کہ مخاطب ہماری بات کو سن رہا ہے۔ اور وہ حاضر و ناظر ہے تو ایسا تخاطب جائز نہیں ہوگا۔ یہ صفت تو صرف اللہ جل شانہٗ کی ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

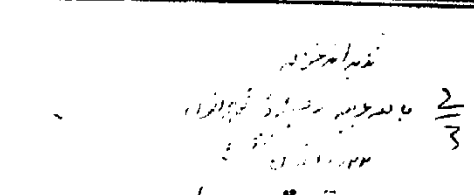

[illegible]

[illegible]

جواب درست ہے

محمد چراغ مہتمم جامعہ عربیہ ۲۳ [illegible]

★ مفتی جمیل احمد تھانوی

الجواب

۱۔ اس حد تک کہ کوئی نا جائز، یا گستاخی یا دوسرے انبیاء کی تحقیر یا صفات باری میں شریک نہ کیا جائے ورنہ گناہ بن جائے گا۔ خود صفات و خصوصیات اس قدر ہیں کہ ان کا بیان دفتروں کے دفتروں سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مبالغہ کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں اصل کمالات نہ ہوں یا کم ہوں مگر ناجائز تک نہ پہنچیں تو گوارا ہے۔

۲۔ براہِ راست تخاطب کی چند صورتیں ہیں بعض شرک، بعض گناہ بعض جائز ہیں۔ اگر یہ سمجھا کہ حضورؐ بھی حق تعالیٰ کی طرح ہر جگہ موجود (بوجود علمی) اور دیکھنے سننے والے حاضر و ناظر ہیں تو خدائی صفت میں شریک کرنا ہے شرک و کفر ہے اور ۲ اگر یہ سمجھا کہ ہماری پکار و خطاب کو فرشتے حضورؐ تک پہنچا دیتے ہیں تو یہ بے ثبوت ہے صرف درود شریف پہنچانا ثابت ہے اور ۳ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور مبارک ذہن میں لے کر کہتے ہیں تو یہ جائز ہے کہ تصور ہر شے کا ہو سکتا ہے اس میں کوئی خلل نہیں اور بزرگوں کے کلام میں یہ موجود ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔[1]

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

[1] یہ چار مصرعے جس قدر مشہور ہیں، اسی قدر شاعر کے تعین میں غلطی ہے۔ شیخ سعدی کی کسی کتاب میں یہ مصرعے نہیں البتہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ملتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التحیات میں السلام علیک ایھا النبی موجود ہے اور سب مسلمانوں کو پڑھنا واجب ہے اور ساری دنیا اس میں شریک ہے کہ ہر زندہ اپنے مردہ کو کہا کرتا اے فلاں تو ایسا تھا ویسا تھا تو یہ شرک نہیں، جرم نہیں درست ہے کہ تصوری بات ہے۔

★ مولانا عزیز زبیدی دار برٹن۔

الجواب

مبالغہ جائز ہے نہ کہ غلو۔ جسے ہم مبالغہ کہتے ہیں، شاعری میں "حسن" کہلاتا ہے۔ فکر و نظر کی ندرت، رفعت رعنائی اور دلربائی اس کی وہ زمین ہے جہاں سے شاعری کے گل و لالہ اُگتے، پھلتے اور پھولتے ہیں۔ گویا کہ ایک حد تک مبالغہ، شعر کے پیرایۂ بیان کا طول و عرض ہے، جس سے اُسے بالکلیہ پاک رکھنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بات جہاں آکر بگڑتی ہے وہ صرف مبالغہ نہیں وہ اسراف اور غلو ہے جو جاہل شاعری کی جان اور خمیر ہے اور اس میں یہ آفت دو طرح سے داخل ہوتی ہے۔

۱۔ شاعرانہ تخیل کی بنیاد وہم پرستانہ ہو۔

۲۔ یا وہ نفس پرستی اور عیاشی پر مبنی ہو۔

کیونکہ اب شاعری بام ثریا سے پستی کی طرف لڑھکنا شروع ہو جاتی ہے مگر شاعر کا بیمار ذہن اسے محسوس نہیں کر پاتا۔

وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (کہف)

وہم پرستی۔ وہم پرستی کی راہ سے "جاہلیت" کی مکروہ قدریں ایک ایک کر کے شاعری میں داخل ہوتی ہیں اور اسے داغدار کر کے رکھ دیتی ہیں۔ چنانچہ شاعری کا رخ بلندی کے بجائے پستی کی طرف ہو جاتا ہے جس کے منہ سے اب پھول نہیں جھڑتے۔ شرک و بدعت کے بگولے پھوٹتے ہیں۔ یہ مبالغہ ہے لیکن غالیانہ۔

نفس پرستی۔ نفس پرستی کی زمین سے "شراب و کباب" کی دنیا ابھرتی ہے جس کی وجہ سے شاعری نفس طاغوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی چاکری کے فرائض انجام دیتی ہے اور فسق و معصیت کے لیے راہیں ہموار کرتی اور ابنِ آدم کو بہیمیت کی راہ پر ڈال کر اس کی بہیمانہ پستیوں کا تماشا دیکھتی ہے۔ یہ بھی مبالغہ ہے مگر مسرفانہ۔

یہ دو تو وہ داخلی امور ہیں جو نعت گوئی کی عافیتوں کو غارت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ خارجی مفاسد بھی ہیں جن کی وجہ سے نفسِ نعت گوئی "بجا" ہونے کے باوجود ممنوع ہو سکتی ہے مثلاً اس کے ساتھ منہیات شامل ہو جائیں جیسے

ا۔ ساز مثلاً طبلہ وغیرہ

ب۔ فلمی لَے، بازاری اور غیر سنجیدہ گلوکاری، جیسے قوالوں کی قوالی ایاکم ولحون اھل العشق (مشکوۃ)

ج۔ ایسا ماحول جو نعتیہ کلام سے اتباع کے بجائے غلط تحریکات اخذ کرے ——— یا وہ کلام جو ماحول کے مزاج اور استعداد سے بالاتر ہو (کلموا الناس علی قدر عقولھم)

اگر کوئی شعر ان بیماریوں سے پاک ہے تو وہ مبالغہ نہیں شاعرانہ زینتیں ہیں، روح القدس سے جن کی تائید کی توقع کی جا سکتی ہے کیونکہ ایسی شاعری سنجیدگی اور روحانی قدروں کے منافی نہیں رہتی۔ کیونکہ شاعر بات کی معنوی رعنائیوں کے موتی شاعری کی پاکیزہ لڑی میں پرو کر آپ کے سامنے رکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ کچھ برا نہیں کرتا ——— اصل بات ذوق و شعور کی غواصی کی ہے، جو شخص اس باب میں جتنا راسخ ہوتا ہے، اس کے کلام میں اتنا ہی اچھوتا پن پایا جاتا ہے جسے کم ذوق انسان مبالغہ تصور کرتا اور ایک باذوق شخص اس کو ایک نادر "دریافت" تصور کر کے اس کی داد دیتا ہے ——— بہرحال نعت گوئی میں "مطلق مبالغہ" برا نہیں، غالیانہ یا مسرفانہ برا ہے۔ اب اگر کوئی شخص رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبت، شرف و مزیت یا آپ کے فکر و عمل کی ندرت، دلآویزی اور معنوی حسن و جمال کے لیے حسین اور محیر العقول پیرایۂ بیان اختیار کرتا ہے تو اس کی حوصلہ شکنی ہم مناسب نہیں سمجھتے۔

۹۔ براہِ راست تخاطب۔ یہ بھی دراصل "مبالغہ" کی ہی ایک شکل ہے۔ اس میں بھی "حضورِ مخاطب" والی بات نہیں ہوتی دراصل اپنی طبیعت کے "استحضار" کی بات ہوتی ہے۔ یوں تصور کیا جائے کہ شاعر وفورِ جذبات کی وجہ سے اپنے آپ کو "ممدوح" کے پاس محسوس کرتا ہے، یہ نہیں کہ اسے اپنے پاس حاضر تصور کرتا ہے ——— یہ وہ اعتباری فرق ہے جسے کم سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے اس لیے جو بات بالکل سادہ تھی، وہ تنگ نظر بن گئی ہے انسان کے ذہنی تصورات کی حدِ پرواز کا یہ اعجاز ہوتا ہے، ذہنی ممدوح کا نہیں ——— یہاں ٹریفک یک طرفہ ہے مگر احباب اسے دو طرفہ بنا کر دو انتہاؤں کی طرف چلے گئے ہیں، ایک نے اس سے ممدوح کے حاضر و ناظر کا فلسفہ ایجاد کر لیا، دوسرے نے اسے شرک و بدعت کی بات تصور کر لیا۔

ایک شاعر سینکڑوں میلوں سے اپنے ممدوح کے در و دیوار کو مخاطب کرتا ہے۔ گھر بیٹھے پھولوں سے باتیں ہوتی ہیں، چاند اور ستاروں سے خطاب کیا جاتا ہے اور اجڑی بستیوں سے حال پوچھا جاتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ کوئی شاعر انھیں حاضر و ناظر خیال کرتا ہے۔ دراصل یہ بات ممدوح کی بات نہیں اپنے اپنے ذہنی استحضار کی بات ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی ممدوح کو حاضر و ناظر تصور کر کے مخاطب کرتا ہے تو وہ ذہنی بیمار ہے، اس کی کوئی بھی بات قابلِ اعتبار نہیں ہے، دنیا میں خوش فہم اور بے مغزے بھی تو آخر رہتے ہی ہیں مگر بچوں یا بے عقلوں کی حرکتوں کو کوئی اپنا مذہب نہیں بنا لیا کرتا، الا یہ کہ وہ بھی بچہ یا بے عقل ہو۔ بہر حال یہ کہنے والے کی افتادِ طبع پر منحصر ہے کہ وہ فورِ جذبات کی بنا پر اپنے ذہنی استحضار کی بات کر رہا ہے یا اپنے ممدوح کی ـــــ اگر شاعرانہ طبیعت کے استحضار کا نتیجہ ہے تو کچھ بُرا نہیں۔ ورنہ برا ہی برا ہے۔ جو شعراء پہلے ہو گزرے ہیں جب تک ان کا ذہنی پس منظر معلوم نہ ہو اس وقت تک ہم اسے ذہنی استحضار کی بات تصور کریں گے کیونکہ یہ قدرتی بھی ہے اور عام بھی۔ اس لیے ہم اس حد تک اسے جائز تصور کرتے ہیں۔

عزیز زبیدی۔ وار برٹن۔
ضلع شیخوپورہ

★ جناب ماہر القادری صاحب
۱۲ راگست ۱۹۷۵ء

جناب مکرم۔ السلام علیکم
یاد آوری کا دلی شکریہ! اپنے دونوں سوالوں کے جواب ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے بعد مخلوقات میں سب سے افضل و اعلیٰ اور برتر و برگزیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لیے حضور کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ امام الانبیاء، سرورِ دو جہاں، سید البشر، افضل الخلق، حجۃ الکبریٰ، آیت اللہ...... اس قسم کی مدح و نعت مبالغہ نہیں ہے۔

ـــــ آج یوسفؑ بھی ان کی غلامی میں ہیں ۔۔۔ تو نے دیکھا زلیخا ہمارا نبی
ـــــ نبی سارے ہیں خدامِ محمد
ـــــ ہر نبی کو سندِ نبوت کی ۔۔۔ آپ کے آستاں سے ملتی ہے
ـــــ جبریلِ امیں خادم و دربانِ محمد
ـــــ نور سے نور ملا عرش پہ معراج کی رات

اس قسم کے اشعار میں وہ مبالغہ پایا جاتا ہے جو شریعت کی نگاہ سے پسندیدہ نہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ غزل کا ایک شعر ہے۔ ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب ۔۔۔ یعنی محبوب و محب نہیں میرا تیرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دنیا کے دوستوں جیسی یک رنگی اور مساوات پائی جاتی ہے جس سے توحید مجروح ہوتی ہے۔ بندہ چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مرتبہ کا فرق، زمین وآسمان کے بُعد سے زیادہ بُعد ہے یہ تشبیہ بھی ناقص ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا" اس عقیدہ کے ساتھ پکارنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پکارنے والے کی پکار سن کر اس کا دکھ درد دور فرما دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی خدائی کے تمام اختیارات حضور کو سونپ دیے ہیں، رزق، حیات، شفاء اور جود وعطا سب آپ کے دستِ قدرت میں ہے، یہ عقیدہ مشرکانہ ہے اور اس عقیدے کے ساتھ "یا" کا تخاطب بھی شرک ہوگا۔

ہاں! ذوق وشوق میں "یا" منہ سے نکل جائے یا شعر میں نظم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں بھی جہاں تک احتیاط برتی جائے بہتر ہے کہ اصل چیز "توحید" ہے۔ اس پر حرف نہیں آنا چاہیے۔ التحیات میں "السلام علیک ایھا النبی" پڑھا ہی جاتا ہے۔

شاعری میں بادِ صبا سے، چاند سے، پھولوں سے اور خود محبوب سے "یا" کے ساتھ خطاب کرتے ہیں اور یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ بادِ صبا اور مہ وانجم صاحبِ قدرت، اور صاحبِ سمع وبصیر ہیں یا اور محبوب، محب کے خطاب کو سن رہا ہے اور سینکڑوں میل سے محبوب اپنے محب کی بے چینی دور کر دے گا۔ یہ جذبۂ محبت ہے جو "یا" بن جاتا ہے۔

[illegible]

★ پروفیسر منظور احسن عباسی

نعتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو حمدِ الٰہی کی طرح فرائض دینیہ میں سے ہے اور نہ سلاطین وامراء کی مدح وستائش کی طرح معیوب ومکروہ ہے بلکہ ایک عمل مستحسن اور بعض صورتوں میں ذاتِ اقدس نبوی کے ساتھ اظہارِ مہر وولا کا ایک ذریعہ ہونے کے باعث بہت بڑے اجر کا باعث بھی ہے۔

نعت کہنے والوں میں صحابیٔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت کو درجۂ اولیت حاصل ہے جن کے اشعارِ نعت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استماع فرما کر ان کی تحسین فرمائی۔ نعت گوئی کے لیے یہ واقعہ نہ صرف اس کے جواز کی دلیل ہے بلکہ یہ عمل مستوجبِ تحسین بھی ہے اور اگر اشعارِ نعت کے زیرِ اثر مستمعین کے قلوب میں ذاتِ اطہر کے لیے محبت والفت یا احترام وعقیدت کے جذبات ابھرنے لگیں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے نزدیک وہ نعت ذریعہ نجات ہے۔

اشعارِ نعت کی حقیقت یہ ہے کہ ان میں حضورؐ کی سیرتِ طیبہ، اسوۂ حسنہ اور محاسن و مکارمِ اخلاق کا ذکر کیا جائے اور چونکہ صفاتِ عالیہ کے نقطۂ نظر سے کوئی فرد بشر ان سے افضل و اشرف بلکہ ان کا سہیم و عدیل نہیں ہے اس لیے خواہ کتنی ہی خوبیوں کا مذکور ہو نعت نبوی میں مبالغہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اس عاجز کا ایک شعر ہے۔

ہمتائے ذاتِ سید کون و مکاں نہیں

دونوں جہاں میں نہیں دونوں جہاں نہیں

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ حقیقت ہے کہ ان کے علاوہ جس کے لیے بھی یہ بیان ہو مبالغہ ہے۔ مبالغہ کے معنی یہ ہیں کہ حقیقت نفس الامری سے بڑھا کر کوئی بات کہی جائے۔ شعراء کے نزدیک اس باب میں جس قدر کذب بیانی سے کام لیا جائے اتنا ہی قابلِ قدر ہوتا ہے۔ چنانچہ مبالغہ آمیز اشعار کے بارے میں کہا جاتا ہے اکذبہ اعذبہ یعنی شعر میں دروغ ترین قول شیریں ترین تصور ہوتا ہے لیکن محاسن مجردہ میں سے جس خوبی کو بھی ذاتِ اقدس سے نسبت دی جائے وہ حقیقت کا اظہار ہوگا کیونکہ کائناتِ حسن و خوبی میں سے کوئی امر ایسا نہیں جو آپ میں موجود نہ ہو۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ صفت بھی فخر نبوت کی نسبت سے حقیقت اور ان کے ماسوا سب کے لیے مبالغہ ہے کیوں کہ فضل و شرف کے لحاظ سے خواہ کوئی ہستی کتنی ہی بلند ہو اس ذاتِ ارفع کے مقابلہ میں پست اور ادنیٰ ہے۔

واضح ہو کہ ہم نے جس فضل و شرف کا ذکر کیا ہے اس سے مراد وہ فضل و شرف ہے جو اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔ اہل دنیا مال و دولت اور حکومت و اقتدار میں جس فرق مراتب کے قائل ہیں وہ حقیقی معنوں میں فضل و شرف نہیں ہے لہٰذا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف انسان کے خودساختہ فضل و شرف کی نسبت سے کی جائے تو وہ نعت یا تمجید و توصیف نہیں بلکہ ہجو یا تحقیر و تذلیل ہے نعوذ باللہ۔ مثلاً شہسواری، تیغ زنی، خوش خوراکی، خوش لباسی، محفل آرائی، جاہ و حشم یا فراوانی مال و متاع وغیرہ کی صفات سے ذاتِ اقدس کو متصف قرار دینا اور اسے نعت کہنا تعریف کی بجائے توہین ہے البتہ ان کی عالی حوصلگی، کفر شکنی، قناعت، حیا، تعلق باللہ اور مہبط انعاماتِ الٰہیہ ہونے کی نسبت سے جس قدر بھی توصیف کی جائے کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی خوبی طاعت و عبودیت ہے اور سب سے بڑا عیب سرکشی و خودسری ہے لہٰذا کوئی ایسی ستائش جس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شانِ عبودیت کی ذرہ برابر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی مخالفت کا شائبہ ہو وہ معصیت، ان کی شانِ نبوت کے منافی اور بارگاہِ نبوی میں سوءِ ادب کے مترادف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم و بصیرت اپنے نعتیہ اشعار کے ذریعہ ایسے خیالات کے اظہار میں احتیاط سے کام لیتے ہیں جو حضورؐ کی شانِ عبدیت کے منافی ہوں اور بعیدہ گو شعراء کے عام دستور کے علی الرغم مبالغہ، غلو، محال اور خلافِ عقل تحسین و تعریف سے قطعاً گریز کرتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے ممدوحین امراء و سلاطین کی طرح اللہ کے محبوب ترین بندہ کو اس کی اپنی مرضی اور اس کے مقصد کے خلاف اللہ کا ہم مرتبہ بنا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ کی سب سے بہتر مدح یا نعت وہ ہے جس میں ان کی سیرتِ طیبہ کے گوشوں کو پیش کیا گیا ہو کیونکہ ان کے افضل البشر، سید الانبیاء، حبیبِ خدا اور رحمۃ للعالمین ہونے کی یہی سب سے بڑی دلیل ہے اور یہی وہ فضائل ہیں جو تمام کائنات میں کسی کو حاصل نہیں ہیں۔

واضح ہو کہ کمال احتیاط کے باعث بعض باخبر اصحابِ نظم و نثر دونوں صورتوں میں بالفاظِ ندا حضورؐ کو پکارنے یا براہِ راست تخاطب کو پسند نہیں فرماتے اور میں ذاتی طور پر اشعار میں بار بار حضورؐ کے اسمائے گرامی کے استعمال کو بھی ایک حد تک سوءِ ادب خیال کرتا ہوں ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی ست

تاہم ان دونوں باتوں میں زیادہ تشدد ضروری نہیں معلوم ہوتا تا آنکہ یہ ندا یا تخاطب اللہ کو پکارنے یا منادی و مخاطب سے استجابت مدعا کی نیت سے یا اس کے مشابہ نہ ہو کیونکہ بہر حال اجابتِ دعا یا حلِ مقاصد صرف ذاتِ واحد کی خصوصیت ہے اور دانش مندی اس میں ہے کہ ماسوا اللہ کی مدح میں کوئی شائبہ شرک باللہ نہ ہونے پائے۔ اس باب میں میری رائے یہ ہے کہ ادبیاتِ نظم و نثر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تخاطب کی ہر صورت پر قدغن ضروری نہیں ہے۔ خاص کر ان اصحاب کے لیے جو فکرِ صحیح کے مالک اور آدابِ دینی سے واقف ہوں۔

براہِ راست تخاطب کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں مطلق شائبہ شرک نہیں ہے مثلاً ایک غریب الوطن اپنے وطن کو یاد کر کے اسے پکارتا ہے یا ایک مریض بے کس اپنے ماں باپ کو والہانہ آواز دیتا ہے یا شعراء اپنے اشعار میں اپنے محبوب سے مخاطب ہوتے ہیں چنانچہ بعض نعتوں میں بھی دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یا مدینہ کی گلیوں یا بادِ صبا کو خطاب کر کے اظہارِ ذوق و شوق کیا گیا ہے۔ اس طرح کا تخاطب نہ صرف یہ کہ روا ہے بلکہ اہلِ دل کو اس سے باز رکھنا ممکن ہی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

نیاز مند
منظور احسن عباسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسان دانشؔ

آہستہ سانس لے کہ خلافِ ادب نہ ہو

افضل ہے مرسلوں میں رسالت حضورؐ کی
اکمل ہے انبیاء میں نبوت حضورؐ کی

ہے ذرہ ذرہ ان کی تجلی کا اک سراغ
آتی ہے پھول پھول سے نکہت حضورؐ کی

پہچان لیں گے آپؐ وہ اپنوں کو حشر میں
غافل نہیں ہے چشمِ عنایت حضورؐ کی

آتے رہے تھے راہ نمائی کو انبیا
جاری رہے گی رشد و ہدایت حضورؐ کی

آنکھیں نہ ہوں تو خاک نظر آئے آفتاب
صدیق جانتے ہیں صداقت حضورؐ کی

کھولے ہیں مشکلاتِ جہاں نے کئی محاذ
کام آئی ہر قدم پہ حمایت حضورؐ کی

میری نظر میں مرشدِ کامل ہے وہ بشر
تفویض کر سکے جو محبت حضورؐ کی

جو ہو گئے ہیں آپؐ کے آپؐ ان کے ہو گئے
عادت نہیں ہے ترکِ مروت حضورؐ کی

انجم مثال نقشِ قدم جابجا ملے
لے کر کہاں چلی ہے محبت حضورؐ کی

میں ہوں زبانِ ماہ و ثریا سے آشنا
ہے کائناتِ دہر حکایت حضورؐ کی

آہستہ سانس لے کہ خلافِ ادب نہ ہو
ہے آئنہ کی طرح طبیعت حضورؐ کی

آنکھوں کو اپنی تہ بتہ رکھ رکھ کے آئینہ
ہوتی اگر نصیب زیارت حضورؐ کی

چشمِ طلب میں کس کا اجالا؟ حضورؐ کا
دنیائے دل میں کس کی حکومت؟ حضورؐ کی

انسانیت کو ماننے والوں کے واسطے
آئین دے گئی ہے فراست حضورؐ کی

گزری ہے مفلسی میں بڑی آبرو کے ساتھ
اللہ کا کرم ہے عنایت حضورؐ کی

منزل کی جستجو ہے تو ان کی طرف چلو
جن کو ہوئی نصیب اطاعت حضورؐ کی

دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضورؐ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفیظ ثاقب

کھلی کتاب ہے گویا حیاتِ پیغمبر

عیاں ہیں دن کی طرح سب صفاتِ پیغمبر
کھلی کتاب ہے گویا حیاتِ پیغمبر

اُسی کے دم سے ہوئی کائنات کی تسخیر
وہ اعتماد جو تھا کائناتِ پیغمبر

نہیں ہے ثبت بغیر جواز اے لوگو!
صحیفۂ دوسرا پر ثباتِ پیغمبر

جو زندگی کو ہمیشہ حرارتیں دے گا
وہ آفتاب ہے دنیا میں ذاتِ پیغمبر

کتابِ زندہ و شرعِ متین و دینِ مبین
جہاں میں کم تو نہیں معجزاتِ پیغمبر

اساسِ عدل و مساوات دینِ پیغمبر
تمام دہر ہے گویا رہینِ پیغمبر

سبھی علوم جدیدہ ہیں مستعار اُن سے
فلاسفہ ہیں سبھی خوشہ چینِ پیغمبر

مدار اس کا ہے فطرت ثمر ہے اس کا سکوں
حیات بخش ہے شرعِ متینِ پیغمبر

جواب دہ ہے سوالِ عوام کا ہر دم
بہر زمانہ ہر اک جانشینِ پیغمبر

رسولِ عافیت آثار کی سعادت سے
بنی ہے رشکِ جہاں سرزمینِ پیغمبر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالد بزمی

فتحِ مکہ

فتحِ مکہ پہ پیشِ سرورِ دیں
آ گئے جب بانیانِ فتنہ وکیں

ان میں جو جس قدر بھی سرکش تھا
آج اتنی ہی خم تھی اس کی جبیں

سب کا انجام صاف ظاہر تھا
لمحۂ آخریں تھا ان کے قریں

آج یہ شہر ہونے والا تھا
اہلِ باطل کے خون سے رنگیں

ہر کوئی دل میں یہ سمجھتا تھا
سب کے سر تیغ سے اُڑیں گے یہیں

مشرکینِ عرب کھڑے تھے وہاں
اپنے انجام پر ملول و حزیں

ان کے چہروں پہ یاس چھائی تھی
مرگ تھی خیمہ زن یسار و یمیں

آسماں پھٹ پڑا تھا آج ان پہ
تنگ تر ہو گئی تھی اُن پہ زمیں

ان کے ماضی پہ گر نگاہ کرو
ان کا ہر فعل قابلِ نفریں

کون تھا ان میں عفو کے قابل
ان کا ایک ایک جرم تھا سنگیں

سب کے سب ظلم کیش و بد اندیش
شیطنت میں وہ ایک ایک لعیں

ان کے عیبوں کو گر گِنا جائے
ایک، دو، تین، چار، پانچ نہیں

خود نگر، خود پسند، خود پرور
خودسر و خودفریب اور خودبیں

بے خبر، بے شعور، بے دانش
بے یقیں، بے دریغ اور بے دیں

بدعمل، بدسرشت، بداطوار
بدگماں، بددماغ اور بدبیں

زانی و بادہ خوار و غارت گر
قاتل و بت پرست و راہ نشیں

کون تھا ان کا ناصر و حامی
کیسے ملتی انھیں پناہ کہیں

ان کے دل زندگی سے تھے مایوس
ان کی جانیں عجب عذاب میں تھیں

اس طرف تھے وہ محسنِ اعظم
حُسنِ اخلاق کی مثال حسیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روئے انور پہ کب نشانِ ملال — دل میں کب عزمِ انتقام کہیں
عجز اور انکسار رُخ سے عیاں — جذبۂ لطف و مہر دل میں مکیں
ان کی باتوں میں تھی گلوں کی مہک — ان کا لہجہ تھا شہد سے شیریں
پاس ہی آپؐ کے صحابہ بھی — حکم کے منتظر کھڑے تھے وہیں
آپؐ نے دشمنوں سے فرمایا: — کیسے انجام کیا ہے ذہن نشیں؟
دشمنوں نے کہا: حضورؐ! ہمیں — اپنے بچنے کی کچھ امید نہیں
آپؐ ابنِ کریم بِن کریم — آپؐ ہی رحمت و کرم کے امیں

آپؐ بدلہ نہیں لیا کرتے
بخش دیجے تو کچھ بعید نہیں

وہ مجسم عنایت و رحمت — وہ سراپا متانت و تمکیں
جن کا معیارِ عدل احساں تھا — جن کا اخلاق تھا کتاب مبیں
جن کا ہر فعل نیک و پاکیزہ — جن کا ہر قول صائب اور متیں
جن کی گفتار نغمۂ فردوس — جن کا کردار اسوۂ زرّیں
جن کی رفتار پر تصدق ہوں — لالہ و یاسمن، گل و نسریں
دیکھ کر جن کا نورِ پیشانی — شرمسار و خجل مہ و پرویں

ہاں! وہی زیبِ محفلِ ہستی — ہاں وہی زینتِ بہشت بریں
لوگ ساحر بھی ان کو کہتے تھے — ان کا اخلاق ہی تھا سحر آگیں
ان کے اخلاق کی مثال سُنے — آج بھی کوئی گر ہے نکتہ چیں
آپؐ نے ان سے جو سلوک کیا — کس کو آئے گا آج اس پہ یقیں
آپؐ نے ان کے ظلم کی یادیں — سب کی سب ذہن سے بھلا ڈالیں
اس سراپا کرم نے فرمایا: — جب تھے دشمن اسیر و زیر نگیں

میری جانب سے تم ہو سب آزاد
آج تم پہ کوئی گرفت نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رازؔ کاشمیری

بدلا نظامِ قیصر و کسریٰ کو سر بسر

قلب و نظر میں آپؐ ہی رہتے ہیں جلوہ گر
دنیا و دیں میں آپؐ کا اُسوہ ہے راہ بر

معیارِ حق ہے آپؐ کی ہر بات، ہر عمل
نا معتبر تمام جہاں، آپؐ معتبر

فاراں کی چوٹیوں سے جو جلوہ نما ہوا
کرنیں اس آفتاب کی پہنچیں نگر نگر

اُن کا وجود رحمتِ عالم ہے بالیقیں
ان کا وجود عالمِ رحمت ہے سر بسر

خلقِ خدا میں آپ ہیں بے مثل و بے مثال
دونوں جہاں سے آپؐ کا رُتبہ بلند تر

بخشی حیات و موت کی انساں کو آگہی
بدلا پھر اس کی سوچ کا ہر نقطۂ نظر

توڑا تمیزِ بندہ و آقا کا بُت کدہ
بدلا نظامِ قیصر و کسریٰ کو سر بسر

ہے رنگ و نور، نکہت و مستی کا اک جہاں
کہتا ہوں جس میں نعتِ نبی جھوم جھوم کر

جو دل بھی اُن کی یاد سے بیگانہ ہو گیا
وہ دل نہیں ہے رازؔ، حقیقت میں ہے کھنڈر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راسخ عرفانی

لے کے آجائے اگر بختِ سلیماں کوئی

لے کے آجائے اگر بختِ سلیماں کوئی
آپؐ سے بڑھ کے معزز نہ ہوا انساں کوئی

طاعتِ حضرتِ سرکارِ دو عالم کے بغیر
ہو نہیں سکتا کبھی صاحبِ ایماں کوئی

بحرِ زخّار کو کوزے میں سموئے کیونکر
کیسے تعریف لکھے اُن کی سخنداں کوئی

قلبِ بیتاب کو محشر میں سکوں مل جائے
اُنؐ کے دیدار کا ہو جائے جو ساماں کوئی

جو نہیں تابعِ احکامِ نبیؐ، کچھ بھی نہیں
والئِ ملک ہو، منعم ہو کہ سلطاں کوئی

دل میں ہے اُن کی محبت کا خزینہ، ورنہ
میری بخشش کا نہیں اور تو عنواں کوئی

ارضِ طیبہ میں پسِ مرگ ہو مدفن راسخ
ماسوا اس کے نہیں حسرت و ارماں کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفیق کوٹی

آپ آئے تو ہوئے ہیں حق و باطل روشن

جلوۂ نورِ محمدؐ سے ہوا دل روشن
شمس سے جیسے ہوا ہے مہِ کامل روشن

آپؐ کے فیض سے بگڑی مری بن جائے گی
آپؐ ہی سے ہیں زمانے کے مسائل روشن

شمع جلتی ہے تو ہر چیز نظر آتی ہے
آپؐ آئے تو ہوئے ہیں حق و باطل روشن

آپؐ کے نام سے آجاتی ہے آنکھوں میں چمک
آپؐ کے ذکر سے ہوتا ہے مرا دل روشن

اللہ اللہ ضیا باریٔ نغماتِ درود
ہو گئی آپؐ کے میلاد کی محفل روشن

مجھ کو پہنچایا ہے در پر ترے افتاں خیزاں
عقلِ حیراں پہ جنوں کے ہیں فضائل روشن

ذرّے ذرّے نے دیا آپؐ کی منزل کا پتہ
ذرّے ذرّے سے ہوئی آپؐ کی منزل روشن

کہکشاں و مہ و انجم ہی نہ تھے ضو افشاں
اُن کے قدموں سے ہوئی عرش کی محفل روشن

اب یہ سر جھک نہ سکے گا کسی در پر بھی شفیق
سجدۂ حق سے ہے پیشانیٔ سائل روشن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عارف عبدالمتین

میں اپنے جسم کو صندل بنا کے لایا ہوں!

ترے خیال کو دل میں بسا کے لایا ہوں
میں ایک ذرّے میں صحرا چھپا کے لایا ہوں

ترے کرم کی نہایت ہے یہ کہ تیرے حضورؐ
میں اپنے آپ کو خود سے بچا کے لایا ہوں

میں دیکھتا تھا کبھی جس میں اپنی ذات کا عکس
اس آئینہ کی میں کرچیں اٹھا کے لایا ہوں

یہ جاں کہ تجھ کو زمانے کا روپ کہتی ہے
میں قیدِ وقت سے اس کو چھڑا کے لایا ہوں

نظر کا سوز، تمنّا کی آنچ، غم کی جلن
میں خود کو سرِ دِ چراغاں بنا کے لایا ہوں

کہاں ہے تیرگیٔ خاکدان کہ میں امشب
فلک سے تیری تجلّی اٹھا کے لایا ہوں

جلا مجھے کہ مہک اٹھوں اے چراغِ حرم
میں اپنے جسم کو صندل بنا کے لایا ہوں!

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

صدائے خدا ہے صدائے محمدؐ

نہیں جس کے دل میں ولائے محمدؐ
ہے محروم ظلِّ لوائے محمدؐ

دو عالم میں کوئی نہیں ہے معظم
ورائے محمدؐ سوائے محمدؐ

محمدؐ کا فرمان، فرمانِ حق ہے
یہ فرما رہا ہے خدائے محمدؐ

صدائے محمدؐ پہ لبیک کہہ دے
صدائے خدا ہے صدائے محمدؐ

قدم تیرے چومے گی خود آ کے منزل
تو چل دیکھ کر نقش پائے محمدؐ

جسے یومِ محشر کی گرمی کا ڈر ہے
وہ آ جائے زیرِ لوائے محمدؐ

نہ آیا ہے کوئی نہ آئے گا کوئی
ہیں جس شان و شوکت سے آئے محمدؐ

ہدایت سے ہوں بہرہ ور جن و انساں
یہ تھا مقصد و مدعائے محمدؐ

محمدؐ کے اخلاق اللہ اکبر
ہیں دشمن بھی نغمہ سرائے محمدؐ

جو رہتے تھے دشنام بر لب ہمیشہ
تھی ان کے بھی حق میں دعائے محمدؐ

یہی زندگانی کا حاصل ہو عاجزؔ
مرے جان و دل ہوں فدائے محمدؐ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالکریم ثمر

تکمیلِ کائنات ہے بعثت حضورؐ کی

غارِ حرا تھی منزلِ خلوت حضورؐ کی — فتح مبین بن گئی ہجرت حضورؐ کی

تکمیلِ کائنات ہے بعثت حضورؐ کی — اور اُمتوں میں خیر ہے اُمت حضورؐ کی

تیغوں کے سائے میں بھی تبسم لبوں پہ تھا — صلِ علیٰ یہ شانِ عزیمت حضورؐ کی

معیارِ زندگی کا ہے کردارِ مصطفٰے ! — قرآں تمام سیرت و صورت حضورؐ کی

کون و مکاں میں سرورِ کون و مکاں حضورؐ — کون و مکاں ہیں زیرِ قیادت حضورؐ کی

وہ ساحلِ مراد سے ہوتا ہے ہمکنار — جس دل میں موجزن ہو محبت حضورؐ کی

نغمے مچل رہے ہیں درود و سلام کے — جاری ہے ہر زبان پہ مدحت حضورؐ کی

اللہ کی رضا ہے رضائے رسولِ حق — اللہ کا کرم ہے اطاعت حضورؐ کی

لاریب اس سے بڑھ کے سعادت نہیں ثمرؔ

ہو جائے گر نصیب زیارت حضورؐ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیم ناصری

آئینِ محمدؐ میں ہے سرداریٔ کونین

جس دِل میں مدینے کی کوئی چاہ نہیں ہے
کچھ اور ہے وہ دِل نہیں واللہ نہیں ہے

اس کوچۂ اطہر کے گداؤں کے علاوہ
دنیا میں کوئی اور شہنشاہ نہیں ہے

ہیں دو ہی مقاماتِ سکوں طیبہ و بطحیٰ
بعد ان کے جہاں میں کوئی درگاہ نہیں ہے

مقبولِ الٰہی ہے فقط دینِ محمدؐ
سیدھی کوئی اور اس کے سوا راہ نہیں ہے

آئینِ محمدؐ میں ہے سرداریٔ کونین
دنیا ابھی اس راز سے آگاہ نہیں ہے

جس کو نہ میسر ہو محمدؐ کی غلامی
ہو جاہ و حشم لاکھ وہ ذی جاہ نہیں ہے

واللہ غلامانِ محمدؐ کی نظر میں
یہ ارض و سما مثلِ پرِ کاہ نہیں ہے

عظمت میں سوا صفۂ اصحابِ نبیؐ سے
شاہوں کا کوئی خیمہ و خرگاہ نہیں ہے

ہے راہِ محمدؐ ہی علیم اپنی رہِ شوق
بیکار ہے جو ان کی گزرگاہ نہیں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہر القادری

تیرا نطق وحی یزداں، تیری بات شرح قرآں

ترا نطق وحی یزداں، تری بات شرحِ قرآں
ترا نام دل کی تسکیں، ترا ذکر راحتِ جاں

ہوئی تیری آمد آمد تو برائے خیر مقدم
کہیں کھل گئے گلستاں کہیں ہو گیا چراغاں

ہے جہانِ آب و گِل میں ترے دم قدم سے رونق
تو فروغِ بزمِ ہستی، تو بہارِ باغِ امکاں

ترا ذکر جب کیا ہے تو رواں ہوئے سفینے
ترا نام جب لیا ہے تو ٹھہر گئے ہیں طوفاں

ترے در پہ حاضری کا وہ سماں بھی کیا سماں ہے
مرے دل کی التجائیں، مرے آنسوؤں کی لڑیاں

وہ ہے خوش نصیب جس کو ملی عزتِ غلامی
ترے در کے سب غلامی وہ فقیر ہو کہ سلطاں

تری ذات سے محبت، ترے حکم کی اطاعت
یہی زندگی کا مقصد، یہی اصل دین و ایماں

تری زندگی کا پرتو ہے کمالِ آدمیت
تری شخصیت سے قائم ہے وقارِ نوعِ انساں

میں یہ نعت لکھ رہا ہوں کہ درود پڑھ رہا ہوں
میں غزل سنا رہا ہوں کہ چٹک رہی ہیں کلیاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظفر عزیز

مدینہ منورہ میں روضۂ رسولؐ پر لکھی گئی

تاقیامت آپؐ پر لاکھوں سلام

سیدالابرار، ختم المرسلیںؐ!
جانِ فطرت رحمۃٌ للعالمین

فخرِ موجوداتؐ و فخرِ کائنات
شافعِ محشر، شفیع المذنبین

ہادیٔ حق، رہبرِ کامل ہیں آپؐ
آپؐ کا ہے فیض جاری ہر کہیں

آپؐ کی تعلیم کے محتاج ہیں
اہلِ دل، اہلِ نظر، اہلِ زمیں

آپؐ کی توحیدِ حق نے کر دیا
بندۂ عاجز کو مولیٰ کے قریں

آپؐ کی آواز ہے آوازِ حق
آپؐ کی تعلیم ہے تعلیمِ دیں

آپؐ کے خدام میں جبریلؑ ہے
آپؐ کی پرواز تا عرشِ بریں

چشمِ عالم، چہرۂ انور پہ ہے
آپؐ دنیا کے حسینوں سے حسیں

مشرق و مغرب کو اس پر اتفاق
آپؐ سا کوئی نظر آتا نہیں

تاقیامت، آپؐ پر لاکھوں سلام
فخرِ آدم، سبز گنبد کے مکیں

آپؐ کا دیدار مطلوبِ عزیز
آپؐ کا غم دولتِ دنیا و دیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظہرالدین حافظ

اُلفتِ سیدِ ابرار بہت کافی ہے

گفتگوئے شہِ ابرار بہت کافی ہے
ہو محبت تو یہ گفتار بہت کافی ہے

یادِ محبوب میں جو گزرے وہ لمحہ ہے بہت
اس قدر عالمِ انوار بہت کافی ہے

مدحِ سرکار میں یہ کیف، یہ مستی، یہ سرور
میری کیفیتِ سرشار بہت کافی ہے

للہ الحمد کہ ہم سوختہ جانوں کے لیے
شاہ کا سایۂ دیوار بہت کافی ہے

کاش اک اشک بھی ہو جائے قبولِ شہِ دیں
ایک بھی گوہرِ شہوار بہت کافی ہے

خدمتِ اہلِ ہمم کی نہیں حاجت مجھ کو
اُلفتِ سیدِ ابرار بہت کافی ہے

بے ادب دیکھ! نہ یوں روضے کی جالی سے لپٹ
راحتِ سایۂ دیوار بہت کافی ہے

روبرو رہتے ہیں انوارِ مدینہ مظہرؔ
حسرتِ جلوۂ دیدار بہت کافی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناصر زیدی

دونوں جہاں میں رحمتِ کامل حضورؐ ہیں

تکوینِ کائنات کا حاصل حضورؐ ہیں
محفل حضورؐ، زینتِ محفل حضورؐ ہیں

ٹوٹے دلوں کے واسطے اُمید کی کرن
طوفانِ غم میں دامنِ ساحل حضورؐ ہیں

خلّاقِ دو جہاں کو نہ کیوں ان پہ ناز ہو
دونوں جہاں میں رحمتِ کامل حضورؐ ہیں

ہے جس سے روح وقت میں اک زندگی کی لہر
فطرت کا وہ دھڑکتا ہوا دل حضورؐ ہیں

جس تک پہنچ کے قربتِ حق سے ہوں ہمکنار
ایمان و آگہی کی وہ منزل حضورؐ ہیں

جس کی کرن کرن سے ضیا بار ہے حیات
انسانیت کے وہ مہِ کامل حضورؐ ہیں

ناصرؔ! نہ کیوں ہوں واقفِ اسرارِ حق حضورؐ
تخلیقِ کائنات کا حاصل حضورؐ ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

In the name of Allāh, the most Beneficent, the most Merciful

Praise be to Allāh, the Lord of the Worlds, and Peace be upon the Master of the Apostles, his Family and Companions.

We, the undersigned, have read this translation of the Meanings of "Ṣaḥīḥ al-Bukhārī" achieved by Dr. Muḥammad Muhsin Khan and have done our best to revise and correct it perfectly well from its beginning to its end so that, with the ability and efforts available, it has come near to correctness as much as possible.

We thank Allāh, the Elevated, for the success of this beneficial project and ask Him to bountifully reward all those who have undertaken it or participated in it—Allāh's Pleasure being our aim, and it is He who guides us on the right path.

Shākir Nasīf Al-Ubaydi ; M.A. English, Vanderbilt Univ., U.S.A. ; Teacher of English : Umm al-Qura Univ., & College of Education, Mecca.	Dr. Muhyuddin Hamad Nasr ; Graduate of Khartum Univ. Physician, King Hospital, Medina.	Dr. Muhammad Taqiy-ud-Din Al-Hilali ; Ph. D. Berlin Univ., Germany ; Professor : Muhammad V Univ., Morocco ; Islamic Univ., Medina.

I have perused a little portion of this translation and found that the translator has succeeded in rendering the meanings of "Al-Jāmi' As-Sahih" (Ṣaḥīḥ al-Bukhārī) into English in a simple comprehensible style free from complications. I have also noticed that he has chosen successfully the best and most authentic interpretation of some meanings that are interpreted differently by different scholars.

Dr. Muhyuddin Hamad Nasr As-Sudāni did his best to check the whole translation. The second revision was done by Mr. Shākir Nasīf Al-Ubaydi. Finally, Dr. Muhammad Taqiy-ud-Din Al-Hilali checked the translation with the translator Dr. M.M. Khān thoroughly and minutely, doing his utmost to correct the minor mistakes he detected, till the translation acquired a high degree of precision.

May Allāh bountifully reward whoever has participated in this benevolent work; and may He make people benefit by it.

I am perfectly sure that the translation, with Allāh's help and after all the great efforts exerted in its production, has neared perfection.

In Allāh's Hands are all means of success. And Praise be to Allāh, the Lord of the Worlds.

MUHAMMAD AMĪN AL-MIṢRĪ
Ph.D. Cambridge Univ.,
Adviser & Head of Sharī'a Department
College of Sharī'a and Islamic Studies,
Mecca Al-Mukarrama.

Amin El-Masri

ڈاکٹر محمد محسن خان مدنی
— کا —
بخاری شریف کا مکمل انگریزی ترجمہ
۲۰×۳۰ / ۸ سائز میں تقریباً
۵۰۰ صفحات

علمائے ناقدین کے
بورڈ کا تبصرہ

— ملنے کا پتہ —
سیٹی سٹار بورڈ ملز (کنورشن) لمیٹڈ
گوجرانوالہ کینٹ

نایاب و نادر کتب کا
عظیم مرکز

ہمارے پاس تفسیر و حدیث، مصطلح و رجال، تاریخ و سیر، فقہ و اصول، فلسفہ و ادب پر عربی، فارسی، اردو میں درسی و غیر درسی، نادر اور نایاب کتب کا نہایت معقول ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔

مناسب داموں علمی ذخائر کا شائقین تک پہنچانا ہمارا مشن ہے۔ آپ پہلی فرصت میں ہمیں اپنے ذوق سے آگاہ فرمائیں۔ مناسب قیمت پر آپ کے ارشاد کی تعمیل ہو گی۔

مکتبہ قدوسیہ
۴۰ اردو بازار لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Regd. No. L. 7895

Telephones: 352897 63210 54873

Monthly **MUHADDIS** Lahore-16

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

asia

سول ڈسٹری بیوٹرز

برائے لاہور

محمد ابراہیم اینڈ کمپنی

(۱۹۵۳) لمیٹڈ

۴۵ شاہراہِ قائدِ اعظم، لاہور

فون ——— ۶۲۲۷۱-۷۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ